متنوع قرآنی علمی وفنی اثرات

أثر القراءات القرآنية

في العلوم الشرعية والعربية

www.KitaboSunnat.com

تالیف
ابو اسید قاری عبدالرؤف حفظہ اللہ
مدرس
کلیۃ القرآن الکریم والدراسات الاسلامیۃ

پسند فرمودہ
استاذ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی
رئیس
کلیۃ القرآن الکریم والدراسات الاسلامیۃ

تقدیم
قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی
مدیر
کلیۃ القرآن الکریم والدراسات الاسلامیۃ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

کتاب وسنت (محدث) لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- بسااوقات کسی کتاب کو اس کی مجموعی افادیت کے پیش نظر پبلش کر دیا جاتا ہے جس کے مندرجات سے ادارہ کا کلی اتفاق ضروری نہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

متنوع قرآنی علمی و فنی اثرات

أثر القرآن القرنية

في العلوم الشرعية والعربية

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

متنوع قرآنی علمی وفنی اثرات

أثر القراءات القرآنية في العلوم الشرعية والعربية

تالیف	ابو اسید قاری عبدالرؤف حفظہ اللہ
تقدیم	قاری نجیب احمد مدنی محمدی حفظہ اللہ
پسند فرمودہ	استاذ القراء قاری محمد ابراہیم مدنی محمدی حفظہ اللہ
صفحات	228
اشاعت	2023ء
ناشر	الوقف القرآني الخيري كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية

يطلب من

الوقف القرآني الخيري

كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية

Phone: 049-4513116 Mob: 0333-4358421, 0333-4434193
049-4513115 Mob: 0333-4084583, 0300-4710319
www.quraancollege.com Email. info@quraancollege.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلسلة المناهج التربوية

متنوع قراءات کے علمی وفنی اثرات

أثر القراءات القرآنية

في العلوم الشرعية والعربية

تالیف: ابو اسید قاری عبد الرؤف حفظہ اللہ
مدرس، سیکرٹری تعلیم
کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

پسند فرمودہ: اُستاذ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی
رئیس
کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

تقدیم: قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی
عمید
کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

الوقف القرآني الخيري

كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

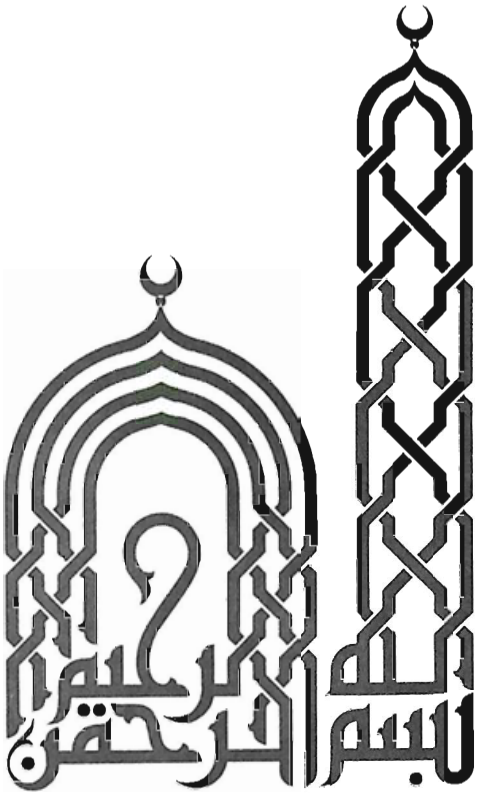

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- تقدیم 9
- عرضِ مؤلف 30
- باب اول: اختلاف قراءات عشرہ کے عقیدے پر اثرات 36
  - فصل اول: تمہید 37
    - عقیدہ کی لغوی تعریف 37
    - عقیدہ کی اصطلاحی تعریف 37
    - علم قراءات اور عقیدہ کا باہمی تعلق 38
  - فصل دوم: اسمائے حسنیٰ 41
  - فصل سوم: صفات باری تعالیٰ 45
  - فصل چہارم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت 49
  - فصل پنجم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت، عدالت اور صداقت 55
  - فصل ششم: غیبی امور 61
  - مشق 73
- باب دوم: اختلاف قراءات کے تفسیر پر اثرات 76
  - فصل اول: تمہید 77

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- تفسیر کا مفہوم 77
- علم قراءات اور تفسیر قرآن 79
- کتب تفسیر اور قراءات قرآنیہ 79
- تفسیری پہلو سے قراءت کی اقسام 79
- تفسیر القرآن میں قراءت کے اثرات کا سلف کے ہاں اہتمام 80
- تفسیر القرآن میں قراءت کے اثرات کے متعلق چند اہم قواعد 83

فصل دوم: قراءات کی وجہ سے آیت کا معنی واضح ہونے، معنی میں وسعت پیدا ہونے اور اشکال کے رفع ہونے کا بیان 85

فصل سوم: اختلاف قراءت کے سبب آیت کے معنی کی مختلف جہتوں اور کئی معانی سامنے آنے کا بیان 96

- مشق 104

باب سوم: اختلاف قراءت کے فقہی احکام پر اثرات 106

فصل اول: تمہید 107

- فقہ کا معنی ومفہوم 107
- قراءات اور فقہ کا باہمی تعلق 108

فصل دوم: قراءت کے عبادات میں اثرات 112

فصل سوم: قراءات کے معاملات میں اثرات 119

فصل چہارم: قراءات کے جہاد اور حدود میں اثرات 125

فصل پنجم: قراءات کے قضایا، قسموں اور فرائض میں اثرات 130

- مشق 135

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم: اختلاف قراءات کے وقف میں اثرات 138
فصل اول: تمہید
لغوی و اصلاحی تعریف 139
وقف کی اہمیت 139
قراء عشرہ کا طرز عمل 140
فصل دوم: علم الوقف کا دیگر علوم سے تعلق 141
① علم القراءات سے علم الوقف کا تعلق: 143
② علم العقیدہ اور علم الوقف کا باہمی تعلق: 143
③ علم الفقہ اور علم الوقف کا باہمی تعلق: 144
③ علم الوقف اور علم البلاغۃ کا باہمی تعلق: 146
فصل سوم: اختلاف قراءات کی اقسام جن سے وقف پر اثر پڑتا ہے 148
① افعال سے متعلقہ اختلاف: 151
② اسماء سے متعلقہ اختلاف: 151
③ حروف سے متعلقہ اختلاف: 159
④ رَأْسُ الْآيَة پر معنی مکمل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اختلاف قراءات 161
⑤ جملہ خبریہ یا جملہ انشائیہ ہونے کے اعتبار سے تعدد قراءات 164
مشق 166
باب پنجم: علم الرسم اور اختلاف قراءات کے اثرات 168
فصل اول: تمہید 170
رسم کا لغوی معنی 171
اصطلاح میں رسم سے مراد 171

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسم کی قسمیں 171
جمع قرآن 172
① عہد نبوی اور کتابت قرآن 172
② عہدِ صدیقی 172
③ عہد عثمانی 173
فصل دوم: رسم عثمانی اور قراءات کا باہمی تعلق 175
فصل سوم: قراءات قرآنیہ اور رسم عثمانی کا اعجاز 182
فصل چہارم: رسم عثمانی کا معنوی اعجاز 186
مشق 192
باب ششم: قواعد نحو میں قراءات قرآنیہ کے اثرات 194
فصل اول: تمہید 195
فصل دوم: قراءات کے نحو پر اثرات 200
① وہ قراءات جن سے مختلف قواعد نحویہ نکلتے ہیں 200
② وہ قراءات جن سے نحوی قواعد کی تائید ہوتی ہے 205
③ وہ قراءات جن سے نحوی قواعد کو رد کیا گیا ہے 207
④ وہ قراءات جن پر ایک ہی آیت میں کئی اعرابی وجوہ مرتب ہوتی ہیں 209
⑤ ایسی قراءات جن سے نادر نحوی اشارات ملتے ہیں 211
فصل سوم: قواعد نحویہ کی قراءات کے ذریعے اصلاح 215
نظریہ النحو القرآنی کی وضاحت 215
قواعد نحویہ کی قراءات کے ذریعے اصلاح 216
مشق 224

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقدیم

قرآن مجید حکمت و برکت اور نور وضیا کا منبع ومصدر ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی تعلیمات کو بڑا ہی آسان بنایا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝﴾ [1]

''اور البتہ تحقیق ہم نے قرآن مجید کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ» [2]

''میں یک رَو اور آسان شریعت کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں۔''

چنانچہ استعاذہ کے مختلف الفاظ، درود وسلام کے متنوع صیغے، نماز میں رفع الیدین، سینے پر ہاتھ باندھنے کی مختلف کیفیات، تشہد میں تورک اور بیٹھنے کے مختلف طریقے، بارش اور سخت سردی والی راتوں اور بیماری کے وقت کھڑے، بیٹھے اور لیٹے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دینِ اسلام کی آسانی کا بیّن ثبوت ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی امت کی لسانی کلفتوں اور مشقتوں کو آسانی اور تسہیل میں تبدیل کرنے کا فیصلہ جاری فرمایا اور کہا:

﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ﴾ [3]

''پس بے شک اس قرآن کو ہم نے آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے۔''

وہ آسان قرآن مجید جس کا آغاز ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝﴾ [4] سے ہوا جب وہ نزول کی

1 القمر:22 2 الصحيحة، حديث:2924. 3 الدُّخان:58 4 العلق:1

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وادیاں طے کر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو آسانی کی تکمیل کا پیغام دے کر اپنے پیغمبر ﷺ کی طرف بھیجا جنھوں نے آ کر خاتم الأنبیاء ﷺ کو رب تعالیٰ کا پیغام یوں سنایا:

«إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ. فَقَالَ: أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ».

''اللہ رب العزت آپ (ﷺ) کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنی اُمت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ سے معافی اور بخشش کا طلب گار ہوں بلاشبہ میری اُمت ایک حرف پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھے گی۔''

پھر جبریل علیہ السلام دوسری مرتبہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنی اُمت کو دو حروف پر قرآن مجید پڑھایئے۔ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا کہ میں اللہ سے معافی اور بخشش کا طلب گار ہوں بلاشبہ میری اُمت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ جبریل امین علیہ السلام تیسری مرتبہ تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کے لیے اللہ کا حکم ہے کہ آپ اپنی اُمت کو تین حروف پر قرآن کریم پڑھایئے۔ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا، پھر چوتھی مرتبہ جبریل امین علیہ السلام نے آ کر کہا:

«إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَؤُوْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا»[1]

''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنی اُمت کو سات حروف پر قرآن حکیم پڑھائیں اور جس حرف پر بھی وہ پڑھیں گے، وہ اللہ کی مراد کو پالیں گے۔''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حکم ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حروف سکھا دیے جنھوں نے انھی حروف کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کو نماز اور خارج نماز معمول بنایا۔

جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيْهَا

[1] صحيح مسلم: 1943، وسنن أبي داود: 1478، وجامع الترمذي: 2945، وسنن النسائي: 939.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَسُوْلُ اللهِ ﷺ »

''میں نے آپ ﷺ کی زندگی میں سیّدنا ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان کی تلاوت ایسے بہت سے حروف پر کرتے سنا جو آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔''

قریب تھا کہ میں انھیں نماز ہی میں کھینچ لیتا، پھر میں نے صبر کیا، حتیٰ کہ انھوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر سے پکڑ کے انہیں کہا:

« مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ ؟ قَالَ: أَقْرَأَنِيْهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ »

''تمھیں یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ جو میں نے آپ کو پڑھتے سنا ہے۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے۔''

میں نے کہا: تم ٹھیک نہیں کہہ رہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سورت مجھے تو اس طرح نہیں پڑھائی۔ میں ہشام رضی اللہ عنہ کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان ایسے حروف پر پڑھتے ہوئے سنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ہشام کو چھوڑ دیجیے، پھر آپ ﷺ نے ہشام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ پڑھیں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اس قراءت میں پڑھا جس میں میں نے ان کو پڑھتے سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

« كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ »

''یہ قراءت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: اے عمر! آپ پڑھیں۔ میں نے بھی اس قراءت میں پڑھا جس میں آپ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا، تو آپ ﷺ فرمانے لگے:

« كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ »

''یہ قراءت اس طرح بھی نازل ہوئی ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ » [1]

1. صحيح البخاري، حديث: 4992، صحيح مسلم، حديث: 1896، سنن أبي داود، حديث: 1475، جامع الترمذي، حديث: 2943، سنن النسائي، حديث: 935.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''بلاشبہ یہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔ ان میں سے جو آسان لگے، اس کے مطابق پڑھ لو۔''

اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی آیا اور نماز پڑھنے لگ گیا۔

« فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ »

''اس نے ایسی قراءت کی جس کا مجھے علم نہیں تھا۔''

پھر ایک دوسرا شخص آیا:

« فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ »

''تو اس نے اپنے ساتھی کی قراءت سے مختلف قراءت کی۔''

جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! ان دونوں نے ایسی مختلف قراءت کی ہے جس کا مجھے علم نہیں ہے۔

« فَأَمَرَهُمَا رَسُوْلُ اللهِ فَقَرَآ فَحَسَّنَ النَّبِيُّ ﷺ شَأْنَهُمَا »

''آپ ﷺ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ جب دونوں نے پڑھا تو آپ ﷺ نے ان دونوں کی قراءت کی تحسین فرمائی۔''[1]

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھاتے رہے یہاں تک کہ زندگی کے آخری سال آپ ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام سے دو مرتبہ دور کیا اور جو حصہ قرآن کا منسوخ ہونا ہوتا وہ منسوخ ہو گیا اور جو ہمیشہ کے لیے باقی رہنا تھا اُسے باقی رکھا گیا۔

جیسا کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

«أَسَرَّ إِلَيَّ أَنَّ جِبرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْآنَ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أُرَاهُ إِلَّا حَضَرَ أَجَلِي».

''نبی کریم ﷺ نے میرے کان میں یہ بات کہی کہ جبریل امین علیہ السلام میرے ساتھ قرآن کریم کا سال میں ایک مرتبہ دور کرتے تھے، لیکن اس سال انہوں نے دو دفعہ یہ دور کیا ہے، میں سمجھتا

1. صحيح مسلم، حديث: 1941، مسند أحمد: 5/127.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ وقت اجل قریب آ گیا ہے۔'' [1]

اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

«كَانَ يُعْرَضُ الْقُرْآنُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ عُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ، فَشَهِدَ عَبْدُ اللهِ، فَعَلِمَ مَا نُسِخَ مِنْهُ وَمَا بُدِّلَ»

''ہر سال ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرآن کا دور کیا جاتا تھا۔ البتہ آپ کی وفات کے سال دو دفعہ قرآن کریم کا دور ہوا۔ اس موقع پر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور اس دوران جو نسخ واضافہ ہوا، وہ سب ان کے علم میں تھا۔ [2]

چنانچہ امام ابن عطیہ اندلسی رحمہ اللہ (543ھ) بیان کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سات حروف کی اجازت دے دی تھی اور رمضان المبارک میں جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ آپ کے یکے بعد دیگرے جو دور ہوتے، ان ادوار میں سات حروف کو پیش کیا جاتا تھا۔ جبریل امین علیہ السلام سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ اس دور کے مطابق کبھی سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو پڑھاتے اور کبھی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پڑھاتے۔'' [3]

اور امام زرکشی رحمہ اللہ (794ھ) نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے کہ:

«كَانَ جِبْرِيْلُ يَأْتِيْ فِيْ كُلِّ عَرْضَةٍ بِحَرْفٍ إِلَى أَنْ تَمَّ سَبْعَة» [4]

''قرآن کے ہر دور میں جبریل امین علیہ السلام ایک حرف لے کر آتے اور باری باری ساتوں حروف میں آپ کے سامنے پیش کرتے۔''

اور آخر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آئندہ کا لائحہ عمل دے دیا جس کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

«أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ - الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - فَمَا

---

1 صحيح البخاري حديث: 3623، 3624

2 مسند احمد 1/362، اس کو محقق شعیب ارناؤط نے شرط شیخین پر صحیح قرار دیا ہے، اور امام نسائی نے السنن الکبری 7/248 میں، اور امام ابن حجر العسقلانی نے فتح الباری: 9/45 میں صحیح قرار دیا ہے۔

3 تفسیر القرطبی: 1/47 4 البرهان في علوم القرآن: 1/220

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عَرَفْتُمْ مِنْهُ فَاعْمَلُوْا وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ فَرُدُّوْهُ إِلٰى عَالِمِهِ »[1]

''قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ قرآن کے بارے میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی، لہٰذا اس میں سے جو تم جان لو، اس کے مطابق عمل کرو اور جس چیز کا تمھیں علم نہ ہو تو اسے اس کے جاننے والے کی طرف لوٹا دو۔''

اور امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

« كُلُّ عِلْمٍ يُسْأَلُ عَنْهُ أَهْلُهُ »[2]

''ہر علم کے متعلق اس کے ماہرین ہی سے سوال کرنا چاہیے۔''

اسی لیے جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی طرف ہی رجوع کرتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ اللہ رب العزت کے پاس چلے گئے، پھر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور جنگ یمامہ میں جب ستر (70) قرائے کرام شہید ہوئے تو سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔[3]

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری لگائی کہ:

«أُقْعُدَا عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَمَنْ جَاءَكُمْ بِشَاهِدَيْنِ عَلٰى شَيْءٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ فَاكْتُبَاهُ »[4]

''تم دونوں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ، جو کتاب اللہ سے کسی چیز پر دو گواہ پیش کرے تو اس کو لکھ لو۔''

انھوں نے خلیفہ راشد کی توجیہات کی روشنی میں قرآن مجید کو جمع کیا اور پھر باہمی مشورے سے اس کا نام ''مصحف'' رکھا۔[5]

پھر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو یہ مصحف سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا اور ان کی شہادت کے بعد یہ مصحف ان کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقل ہوا،

1 مسند أحمد: 300/1، وصحيح ابن حبان، حديث: 74، والصحيحة، حديث: 1522.
2 الروض النضير، ص: 12، منجد المقرئين، ص: 7.
3 صحيح البخاري، حديث: 4078، 4679.
4 الطبقات الكبرٰى: 113/5، المصاحف لابن أبي داود: 157/1، جمال القراء: 86/1. 5 الإتقان: 344/2.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پھر جب سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اسلام کا دائرہ مزید وسیع ہوا تو ایک دن سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور انھوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید کی قراءات میں لوگوں کے اختلاف کی بات پہنچائی۔ [1]

اس پر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر انھیں اللہ کا واسطہ دے کر کہا: کون ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ «أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ»..... ''قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور اس کا ہر ہر حرف شافی وکافی ہے'' سنے ہیں؟ یہ بات سن کر «فَقَامُوْا حَتّٰى لَمْ يُحْصَوْا»..... ''اتنا بڑا مجمع کھڑا ہو گیا کہ اس کا شمار ناممکن تھا۔'' جنھوں نے اس بات کی گواہی دی کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور اس کا ہر ہر حرف شافی وکافی ہے۔ اس پر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی تمھارے ساتھ اس بات پر گواہ ہوں۔ [2]

اس کے بعد سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ پیغام بھیجا:

«أَنْ أَرْسِلِي إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكِ»

''وہ مصحف ہماری طرف بھجوا دیں، ہم ان کی نقول تیار کروا کے آپ کو واپس کر دیں گے۔''

چنانچہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچا دیے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں، سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سیّدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جنھوں نے اس کی نقول مصاحف کی شکل میں تیار کیں۔ [3]

اس کمیٹی کے متعلق کے سیدنا مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے اُٹھے اور پوچھا: تم میں لکھنے کا سب سے زیادہ ماہر کون ہے، لوگوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ پھر پوچھا: عربی زبان وادب کا ماہر کون ہے؟ لوگوں نے کہا: سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ۔ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سعید لکھوائیں گے اور زید لکھیں گے۔ [4]

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (852ھ) نے امام احمد (241ھ)، امام ابن ابی داؤد (316ھ)،

---

1 صحيح البخاري، حديث: 4987.

2 مجمع الزوائد: 153/5. 3 صحيح البخاري، حديث: 4987.

4 كتاب المصاحف لابن أبي داؤد: ص84، فضائل القرآن لابن كثير ص: 84 اور اس کی سند کو امام ابن کثیر نے صحیح قرار دیا ہے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

امام طبری (310ھ) اور عبیدہ بن عمرو سلمانی (72ھ) رحمہما اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

«أَنَّ الَّذِيْ جَمَعَ عَلَيْهِ عُثْمَانُ النَّاسَ يُوَافِقُ الْعَرْضَةَ الْأَخِيْرَةَ» [1]

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اُمت مسلمہ کو جس مصحف پر جمع کیا تھا، وہ عرضہ اخیرہ کے عین مطابق تھا۔''

چنانچہ اس کمیٹی نے جو نقول تیار کی تھیں ان کی تعداد 6 تھی۔ اور اس کمیٹی نے جس کمال رسم کو اختیار کیا اُسے اعراب اور نقطوں سے خالی رکھا تاکہ جملہ متواتر قراءات پڑھی جاسکیں۔

جیسا کہ امام مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ (437ھ) بیان کرتے ہیں:

''مصحف عثمانی کا رسم الخط ایک سے زائد حروف کا متحمل تھا اور اسکو نقطوں اور اعراب سے اس لیے خالی رکھا گیا تھا تاکہ باقی چھ حروف کی گنجائش پیدا ہو سکے۔'' [2]

اور امام ابن جزری رحمہ اللہ (833ھ) بیان کرتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کے رسم کو اس لیے نقطوں اور اعراب سے خالی رکھا تھا تاکہ باقی حروف سبعہ اس میں سما سکیں۔'' [3]

اور امام زرقانی رحمہ اللہ (1367ھ) بیان کرتے ہیں:

''نقطوں اور اعراب سے خالی مصاحف عثمانیہ کا طرز کتابت ان تمام حروف اور مختلف وجوہ قراءت کا جامع ہے، جن پر قرآن نازل ہوا تھا۔ اور بعض وجوہ قراءات جو ایک رسم کے تحت نہیں آرہی تھیں انہیں مختلف مصاحف میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ [4]

چنانچہ ان مصاحف کی تیاری کے بعد عثمانی کمیٹی کے ڈائریکٹر سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«فَعَرَضْتُ الْمُصْحَفَ عَلَيْهَا فَلَمْ يَخْتَلِفْهَا فِيْ شَيْءٍ» [5]

''میں نے ان مصاحف کا سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے منگوائے گئے صحیفوں کے ساتھ موازنہ کیا تو کسی ایک چیز میں بھی کوئی اختلاف نہ تھا۔''

پھر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ (35ھ) نے مصحفِ امام اپنے پاس رکھا اور دیگر مصاحف کو صحیح ادائیگی کے ساتھ تعلیم دینے کیلئے مصحف مدنی سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (45ھ) کو، مصحف مکی سیّدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ (70ھ)

1 فتح الباری: ابن حجر 9/44 2 الابانہ: ص:34 3 النشر فی القراءات 1/44
4 مناھل العرفان: 1/261 5 شرح مشکل الآثار: 4/193.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو، مصحف بصری سیّدنا عامر بن عبدقیس رحمہ اللہ (55ھ) کو، مصحف کوفی سیّدنا ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ (74ھ) کو، مصحف شامی سیّدنا مغیرہ بن ابی شہاب رحمہ اللہ (91ھ) کو دے کر سلطنت کے بڑے علاقوں میں بھیج دیا اور لوگوں میں قرآن مجید کو مصاحف کے مطابق سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ یوں جاری ہوا۔ چنانچہ سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« اَلْقِرَاءَةُ سُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ يَأْخُذُهَا الْآخِرُ عَنِ الْأَوَّلِ » [1]

''قراءت وہ سنت متواترہ ہے جس کو بعد والے پہلوں سے اخذ کرتے ہیں۔''

اس کے بعد یہ قراءات ان مبارک شخصیات نے حاصل کیں جنھیں قرائے سبعہ وعشرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انھوں نے ان قراءات کی تعلیم اور ترویج میں اپنی زندگیاں وقف کیں جس کی بنا پر قراءات کی نسبت ان کی طرف ہونے لگی اور علمائے امت نے بالاجماع انھیں قبول کیا اور معمول بہ بنالیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس علم کو اللہ تعالیٰ نے اتنا مبارک اور صافی منہل اور مشرب بنایا ہے کہ جملہ کلیدی علوم کا تعلق اس کے ساتھ گہرا ہوتا گیا حتی کہ جملہ علوم میں اس علم کی وجہ سے علمی وفنی اور اعجازی اثرات مرتب ہوئے۔

جیسا کہ ① علم عقیدہ کو دیکھیے:

اس علم کا قراءات کے ساتھ بڑا ہی گہرا تعلق ہے اور ماضی قریب وبعید میں مبتدعہ ان قراءات کی تکذیب اور تشکیک میں صف اول میں نظر آتے ہیں جو قراءات ان کے باطل عقائد کا بطلان واضح کرتی ہیں اور دیگر براہین قرآنیہ سے ان کی تردید ہوتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝﴾ [2]

''اس (فرشتے) نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔''

اس آیت میں (جمہور قراء کی قراءت اور قالون کی ایک وجہ) «لِأَهَبَ» ''واحد متکلم'' کے صیغے کے ساتھ ہے۔ جس کا مطلب ہے: تاکہ میں تجھے پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ اس کو سامنے رکھتے ہوئے باطل عقائد کے حاملین کا کہنا ہے کہ: دیکھو! جبریل امین علیہ السلام بیٹا دے سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر فرشتہ اولاد دے سکتا ہے تو ہمارا

1 كتاب السبعة، ص:50،51. 2 مریم:19

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقتدیٰ اور مرشد کیوں نہیں دے سکتا ؟لیکن (امام نافع ،امام ابو عمرو ،امام یعقوب رحمہم اللہ) کی قراءت «لِيَهَبَ» میں ''واحد مذکر غائب'' کے صیغے کے ساتھ ہے۔جس کا مطلب ہے: تاکہ وہ (اللہ رب العزت) تجھے پاکیزہ بیٹا عطا کرے۔

تو اس قراءت نے ان کے اس باطل نظریے کی تردید کردی کیونکہ :اولاد دینا تو اللہ رب العزت کی شان ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ [1]

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔یا انھیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کردیتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

لہٰذا اصل عطا تو اللہ تعالیٰ کی ہے،لیکن رسول ہونے کی وجہ سے اس کی نسبت جبریل امین علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے جو کہ نسبت مجازی ہے۔

② اسی طرح ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ﴾ میں امام حمزہ، امام کسائی اور امام خلف العاشر رحمہم اللہ کی قراءت میں ﴿بَلْ عَجِبْتُ وَيَسْخَرُوْنَ﴾ تاء کے ضمہ کے ساتھ واحد متکلم کا صیغہ ہے۔جس سے جہاں اللہ رب العزت کی صفت تعجب کا اثبات ہوتا ہے وہاں منکرین صفات : جہمیہ، معتزلہ، معطلہ اور مؤولہ ومشبہ جو صفات کی تعطیل اور تاویل کرتے ہیں، ان کا بھی رد ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا تذکرہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی مبارک حدیث میں کیا ہے۔جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«عَجِبَ اللهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ». [2]

ایسے لوگوں پر اللہ رب العزت کو تعجب ہوتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے جنت میں داخل ہوں گے۔''

③ اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ

1 الشوري:49،50. 2 صحيح البخاري:3010

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُونَ ﴿ [1]

''اور انھوں نے فرشتوں کو، وہ جو رحمان کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا، کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ ان کی گواہی ضرور لکھی جائے گی اور وہ پوچھے جائیں گے۔''

اس آیت میں امام نافع، امام ابن کثیر مکی، امام ابن عامر شامی، امام ابوجعفر اور یعقوب رحمہم اللہ نے «عِنْدَ الرَّحْمٰنِ» نون کے ساتھ پڑھا ہے، اس قراءت کی روشنی میں یہ آیت اس بات پر واضح نص ہے کہ فرشتے اللہ رب العزت کے پاس ہیں۔ جبکہ باقی قراء نے «عِبَادُ الرَّحْمٰنِ» عبد کی جمع پڑھا ہے، جس سے مشرکین مکہ کے اس باطل نظریے کی تردید ہوتی ہے جو فرشتوں کو اللہ رب العزت کی بیٹیاں تصور کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین میں سے جو علم عقیدہ کے رجال وابطال ہیں انہوں نے اس علم کا انتہائی دقت کے ساتھ اہتمام کیا جیسا کہ: امام ابن مندہ (395) نے علی بن جعفر بغدادی سے قراءات پڑھی۔ اور ان سے ان کے بیٹے اسحاق اور احمد بن فضل بالجرقانی نے سیکھی۔ اور امام عبدالرحمن بن حسن بن محمد عبدالوہاب نے شیخ ابراہیم العبیدی سے پڑھی۔ [2] اور امام عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب (1293) نے سلمونہ سے قراءات سیکھی۔ [3]

علم عقیدہ کی طرح ② علم تفسیر کا تعلق بھی علم قراءات کے ساتھ بڑا ہی مضبوط اور مربوط ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾ [4]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کرلو۔''

اس آیت میں دو قراءتیں ہیں: امام نافع، امام ابن کثیر، امام ابوعمرو، امام ابن عامر، امام عاصم، امام ابوجعفر اور امام یعقوب رحمہم اللہ کی قراءت «فَتَبَيَّنُوا» ہے جس کا مطلب ہے: جب کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو۔ جبکہ امام حمزہ، امام کسائی، امام خلف العاشر رحمہم اللہ کی قراءت میں «فَتَثَبَّتُوا» ہے جس کا مطلب ہے: جب کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کے بعد تثبت بھی کرلیا

1 الزخرف:19 2 الدرر السنية:17/405.
3 فيض الملك والوهاب المتعالي:1038 4 الحجرات:6

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرو۔ گویا کوئی بھی حکم نافذ کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کافی نہیں بلکہ اس جرم کا ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔ وگرنہ ثبوت کے بغیر زیادتی اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ علم تفسیر کے حاملین جہابذہ نے قراءات سیکھنے کا اہتمام کیا ہے۔

جیسا کہ: امام ابو حاتم رازی (277) نے ابو زید سعید بن اوس انصاری، ابو عمرو مفضل ضبی اور خلاد بن خلاد سے قراءت سیکھی۔ اور امام رازی سے امام ابوبکر بن مجاہد (224) نے اجازہ لی اور عبداللہ بن محمد قزوینی اور خضر بن ہیثم طوسی نے قراءت پڑھی۔ [1] اور امام ابن جریر طبری (310) انہوں نے امام ابن خلاد اور عباس بن ولید بن مزید سے اور عبدالحمید بن بکار سے قراءت پڑھی۔ اور علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی (468) نے اپنے وقت کے کبار قراء سے علم قراءات کو سیکھا۔ اور علامہ ابن الجوزی (597) نے 80 سال کی عمر میں اپنے وقت کے کبار قراء ابن الباقلانی جیسوں سے علم قراءات کو سیکھا۔ [2]

ان قابل اعتماد مفسرین نے صرف خود ہی قراءت نہیں پڑھی بلکہ اپنی تفاسیر میں آیات کی توضیح وتبیین اور آیت کے مدعا ومفاہیم کو روشن کرنے کے لیے قراءات سے بھی مدد لی۔

جیسا کہ: امام طبری (310ھ)، ابو اللیث سمرقندی (375ھ)، احمد بن محمد الثعالبی (428ھ)، امام ماوردی (450ھ)، امام واحدی (468ھ)، امام زمخشری (538ھ)، ابن عطیہ (546ھ)، امام قرطبی (671ھ)، ابوحیان (745ھ) امام ابن عاشور (1393ھ) رحمہم اللہ وغیرہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس کی خصوصی اہتمام کیا ہے۔

علم تفسیر کی طرح ③ علم فقہ کا تعلق بھی علم قراءات کے ساتھ بہت گہرا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ﴾ [3]

''اور وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں

1 غاية النهاية في طبقات القراء: 2/97
2 سير اعلام النبلاء 2/377
3 البقرة: 222

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔''

اس آیت میں دو قراءتیں ہیں: ایک قراءت میں باب « نَصَرَ » اور « كَرُمَ » سے « يَطْهُرْنَ » (امام نافع، امام ابن کثیر، امام ابوعمرو، امام ابن عامر، امام حفص، امام ابوجعفر اور امام یعقوب رحمہم اللہ) کی قراءت ہے جس کا مطلب ہے: عورتوں کے قریب نہ جاؤ جب تک دم حیض کا انقطاع نہ ہو جائے۔ گویا دم حیض کا انقطاع ہی طہارت و پاکیزگی کی علامت ہے۔ جیسا کہ امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دم حیض کے انقطاع کے بعد اگر خون والی جگہ دھولے یا وضو کرلے یا غسل کرلے ان (تینوں) میں سے کوئی بھی کام کرلے تو اس کے لیے بیوی سے تعلق قائم کرنا جائز ہے۔ [1] اور امام ابن حزم رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ [2]

اور دوسری قراءت میں باب تفعّل سے « يَطَّهَّرْنَ » (امام شعبہ، امام حمزہ، امام کسائی، امام خلف العاشر رحمہم اللہ) کی قراءت ہے۔ جس کا مطلب ہے: عورتوں کے قریب نہ جاؤ جب تک وہ پاکیزگی حاصل کرنے میں مبالغہ نہ کرلیں گویا دم حیض کے انقطاع سے مکمل پاکیزگی متحقق نہیں ہوتی جب تک وہ غسل نہ کرلیں، اس وقت تک ان سے مباشرت جائز نہیں۔ جیسا کہ جمہور فقہاء کا موقف ہے۔ [3]

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے قراءات کو سیکھنے کا اسی گیرائی کے ساتھ اہتمام کیا جس طرح استدلال واستنباط واستخراج میں گہرائی سے انہوں نے امت کی راہنمائی کی۔

جیسا کہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (150) نے امام اعمش، امام عاصم اور عبدالرحمن بن ابی لیلی سے قراءات سیکھی [4]۔ اور پھر حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے قراءات سیکھی۔ [5] اور امام لیث بن سعد (175) نے امام نافع سے قراءات سیکھی، ان سے ان کے بیٹے شعیب اور ابن وہب نے قراءت سیکھی۔ [6] اور امام مالک (179) نے امام نافع بن ابونعیم سے قراءات سیکھیں۔ اور امام مالک سے ابوعمر داوزاعی اور یحیی بن سعید نے قراءات حاصل کیں۔ [7] امام شافعی (204) نے اسمعیل بن عبداللہ قسطنطین سے قراءات پڑھیں اور ان سے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکیم نے قراءات حاصل کی۔ [8] اور امام احمد بن حنبل، امام ابوعمرو بصری، امام عاصم اور اہل مدینہ کی قراءات کو فضیلت دیا کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے انہی قراءات کو پڑھا تھا۔ [9]

1 آداب الزفاف ص: 125 2 المحلی: 10/377 3 صحیح فقه السنة 1/213
4 غاية النهاية فی طبقات القراء: 2/342 5 غاية النهاية فی طبقات القراء: 2/34
6 غاية النهاية فی طبقات القراء: 2/342 7 غاية النهاية فی طبقات القراء: 2/95
8 السير: 33/369 9 غاية النهاية: 1/112

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ابو محمد اسماعیل سرخسی ہروی رحمہ اللہ (414) نے اپنے وقت کے کبار قراء سے علم قراءات کو سیکھا۔ [1] ابوعبداللہ محمد بن شریح رعینی رحمہ اللہ (476) نے اپنے وقت کے کبار قراء سے علم قراءات کو سیکھا۔ [2] علامہ علم الدین ابوالحسن سخاوی رحمہ اللہ (643) نے اپنے وقت کے کبار قراء سے علم قراءات کو سیکھا۔ [3] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728) نے اپنے وقت کے کبار قراء سے علم قراءات کو سیکھا۔ [4]

عقیدہ، تفسیر اور فقہ کی طرح ④ علم وقف کا تعلق بھی علم قراءت سے بہت گہرا ہے۔

جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

«جَاءَ رَجُلَانِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَتَشَهَّدَ أَحَدُهُمَا فَقَالَ: مَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قُمْ، أَوْ اِذْهَبْ بِئْسَ الْخَطِيْبُ أَنْتَ».

''رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: «مَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا» اور «مَنْ يَعْصِهِمَا» پر وقف کر دیا، (جس کا مطلب یہ ہوا) جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی (وہ بھی کامیاب ہو گیا) رسول اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: اٹھ جا، یا فرمایا یہاں سے چلا جا، تو برا خطیب ہے۔'' [5]

اسی لیے علماء نے ترتیل کی تعریف میں اس بات کو بڑی اہمیت دی ہے۔ جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ترتیل کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

«اَلتَّرْتِيْلُ هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ» [6]

''ترتیل سے مراد حروف کی عمدہ ادائیگی اور وقوف کی معرفت ہے۔''

اور امام ابن جزری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ: جو شخص وقف میں مہارت نہ رکھتا ہو سند کے قابل نہیں ہے۔ اسی لیے علم الوقف کے متعلق کتب کے مولفین نے اپنی اپنی کتابوں میں قراءات کا اہتمام کیا ہے۔

1 السیر: 33/369 2 السیر: 36/35 3 السیر: 43/124 4 السیر: 43/320
5 صحیح مسلم: 2/594، مسند احمد: 256 6 النشر فی القراءات العشر: 1/225

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

① كِتَابُ الوُقُوْفِ: شيبة بن نصاح المدنی الكوفی: 130ھ

② اَلْوَقْفُ وَالْإِبْتِدَاءُ: يحيى بن زياد الفراء الأديب النحوی: 207ھ

③ اَلْإِيْضَاحُ فِی الْوَقْفِ وَالْإِبْتِدَاءِ فِی كِتَابِ اللهِ: أبو بكر محمد بن القاسم الأنباری: 328ھ

④ اَلْهِدَايَةُ فِی الْوَقْفِ: إمام الأندلس وعالمها وشيخ القراء فيها، مكی بن أبی طالب القيسی الأندلسی: 437ھ

⑤ اَلْإِيْضَاحُ فِی الْوَقْفِ وَالْإِبْتِدَاءِ: محمد بن طيفور الغزنوی السجاوندی المقرئ المفسر النحوی المحق: 560ھ

⑥ اَلْإِهْتِدَاءُ فِی الْوَقْفِ وَالْإِبْتِدَاءِ: موفق الدين عيسى بن عبدالعزيز التيمی الإسكندری المالكی المقرئ: 629ھ

⑦ وَصْفُ الْإِهْتِدَاءِ فِی الْوَقْفِ وَالْإِبْتِدَاءِ: أبو محمد إبراهيم بن عمر بن إبراهيم الجعبری: 732ھ

⑧ اَلْإِهْتِدَاءُ فِی الْوَقْفِ وَالْإِبْتِدَاءِ: شمس الدين أبو الخير محمد بن محمد بن محمد بن علی بن يوسف، الشهير ابن الجزری المقرئ الدمشقی: 833ھ

⑨ تُحْفَةُ الْعِرْفَانِ فِی بَيَانِ أَوْقَافِ الْقُرْآنِ: أبو الخير أحمد بن مصفی عصام الدين طاش كبری زاده: 968ھ

⑩ اَلْقَوْلُ الْفَصْلُ فِی اخْتِلَافِ السَّبْعَةِ فِی الْوَقْفِ وَالْوَصْلِ: ابن القاضی عبدالرحمن بن أبی القاسم: 1085ھ

⑪ مَنَارُ الْهُدَی فِی بَيَانِ الْوَقْفِ وِالْإِبْتِدَاءِ: أحمد بن محمد بن عبدالكريم الأشمونی: 1100ھ

⑫ أَوَائِلُ النَّدَی الْمُخْتَصَرِ مِنْ مَنَارِ الْهُدَی فِی بَيَانِ الْوَقْفِ وَالْإِبْتِدَاءِ: عبدالله بن مسعود المصری: 1200ھ

⑬ اَلْوَقْفُ وَأَثَرُهُ فِی التَّفْسِيْرِ: مساعد بن سليمان الطيار 1414ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علم الوقف کی طرح ⑤ علم رسم کا بھی قراءات کے ساتھ بڑا گہرا ربط ہے یہی وجہ ہے کہ مصاحف عثمانیہ کو ہر قسم کے اعراب اور نقاط سے خالی رکھا گیا تاکہ ایک ہی کلمہ میں متعدد قراءات پڑھی جاسکیں۔

جیسا کہ: ﴿لِجِبْرِيْلَ﴾ [1] میں چار قراءات ہیں لیکن رسم ایک ہے۔

لِجَبْرِيْلَ: امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔

لِجَبْرَئِلَ: امام شعبہ رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔

لِجَبْرَئِلَ: امام حمزہ، امام کسائی رحمہما اللہ کی قراءت ہے۔

لِجِبْرِيْلَ: باقی تمام قراء کرام کی قراءت ہے۔

اسی طرح: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [2] میں دو قراءات ہیں لیکن رسم ایک ہے۔

مَلِكِ: نافع، امام ابن کثیر مکی، امام ابوعمرو بصری، امام ابن عامر شامی، امام حمزہ، امام ابوجعفر رحمہم اللہ کی قراءت ہے۔

مٰلِكِ: باقی قراء کرام کی قراءت ہے۔

اسی طرح: ﴿كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ﴾ [3] میں تین قراءات ہیں لیکن رسم ایک ہے۔

يَصْعَدُ: امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔

يَصَّعَّدُ: امام شعبہ رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔

يَصَّعَّدُ: باقی قراء کرام کی قراءت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علم الرسم کے متعلق کتب کے مولفین نے اپنی اپنی کتابوں میں قراءات کا اہتمام کیا ہے۔

① اِخْتِلَافُ مَصَاحِفِ الشَّامِ وَالحِجَازِ وَالْعِرَاقِ: عبداللہ بن عامر الیحصبی (118ھ)

② اِخْتِلَافُ الْمَصَاحِفِ: ابو حاتم سھل بن محمد السجستانی (255ھ)

③ اَلْمَصَاحِفُ: ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد (316ھ)

④ هِجَاءُ مَصَاحِفِ الْاَمْصَارِ: ابو العباس احمد بن عمار المھدوی (440ھ)

⑤ عَقِيْلَةُ اَتْرَابِ الْقَصَائِدِ فِي اَسْنَى الْمَقَاصِدِ فِي عِلْمِ رَسْمِ الْمَصَاحِفُ: امام شاطبی (590ھ)

(1) البقرۃ: 97 (2) الفاتحہ: 4 (3) الانعام: 125

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑥اَلْمُخْتَصَرْ فِی مَرْسُوْمِ الْمُصْحَفِ الْکَرِیْمِ : ابو طاهر اسماعیل بن ظافر العقیلی(623ھ)

⑦عُنْوَانُ الدَّلِیْلِ فِی مَرْسُوْمِ خَطِّ التَّنْزِیْلِ : ابو العباس احمد بن البناء المراکشی(721ھ)

⑧نَثْرُ الْمَرْجَانِ فِی رَسْمِ نَظْمِ الْقُرْآنِ : محمد غوث بن ناصر الدین النانطی (1238ھ)

⑨اِرْشَادُ الْقُرَّاءِ وَالْکَاتِبِیْنَ اِلٰی مَعْرِفَةِ رَسْمِ الْکِتَابِ الْمُبِیْنِ: الشیخ رضوان بن محمد بن سلیمان المخلاتی(1311ھ)

⑩سَمِیْرُ الطَّالِبِیْنَ فِی رَسْمِ وَضَبْطِ الْکِتَابِ الْمُبِیْنِ : الشیخ علی محمد الضباع(1380ھ)

علم الرسم کی طرح ⑥ علم النحو کا بھی تعلق علم قراءات کے ساتھ بہت گہرا ہے بلکہ علم قراءات کی قبولیت کے لیے علماء نے عربی لغت کی موافقت کو بنیادی شرط قرار دیا ہے، نحاۃ اپنے قیاسی قواعد کے ذریعے متعدد تعبیرات اور عبارات کو شاذ قرار دیتے ہیں جبکہ قراءت ایسی متفق علیہ برہان ہے کہ جو قیاس اور شذوذ کے درمیان حد فاصل بنتی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا﴾ [1]

اس میں جمہور کی قراءت لفظ جلالہ پر عطف کرتے ہوئے منصوب (وَالْأَرْحَامَ) ہے، جبکہ امام حمزہ رحمہ اللہ نے «بِهٖ» پر عطف کرتے ہوئے (وَالْأَرْحَامِ) میم کا کسرہ پڑھا ہے، اور یہی موقف کوفی نحاۃ، امام اخفش رحمہ اللہ اور امام یونس رحمہ اللہ کا ہے کہ: ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کا عطف کرنا حرف جر کو دہرائے بغیر جائز ہے۔ جبکہ بعض بصریوں نے اسے عربی لغت کے خلاف کہنے کی ناکام کوشش کی ہے، حالانکہ قرآن مجید میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ کُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [2]

یہاں اسم ظاہر کا ضمیر پر عطف ہے اور حرف جر دوبارہ نہیں لایا گیا۔

1 النساء:1 2 البقرة:217

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرٰزِقِيْنَ﴾ [1]

اس میں «مَنْ» اسم موصول کا «لَكُمْ» کی ضمیر مجرور پر حرف جر لائے بغیر عطف کیا گیا ہے۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ [2]

اس آیت کریمہ میں بھی «مَا» اسم موصول کا «فِيْهِنَّ» کی ضمیر مجرور پر حرف جر لائے بغیر عطف کیا گیا ہے۔

چونکہ علم نحو کو قراءات میں رکن کی حیثیت حاصل رہی ہے اسی لیے علمائے لغت نے قراءات کو سیکھنے کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔جیسا کہ امام ابو حیان نحوی اندلسی (745ھ) نے عبدالحق انصاری سے اور اسماعیل ملیجی سے قراءت سبعہ پڑھی۔اور ان سے محمد بن احمد اللبان نے قراءات پڑھیں۔اسی طرح ابوحاتم سہل بن محمد سجستانی (255ھ)، ابوالعباس احمد بن یحییٰ ثعلب (291ھ)، ابومنصور محمد بن احمد الازہری (370ھ)، ابوعمرو عثمان ابن الحاجب (646ھ)، جمال الدین ابوعبداللہ الفاسی (656ھ) رحمہم اللہ نے اپنے وقت کے کبار علمائے قراءات سے اس مبارک علم میں مہارت حاصل کی۔

یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ: عربی زبان سے ادنی تعلق رکھنے والا بھی شعور، لاشعور میں علم قراءات کی عظمت کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرسکتا۔جیسا کہ امام ابن جزری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ: ایک شخص استاد ابوعبداللہ بدرالدین محمد بن بضحان رحمہ اللہ پر قراءت کر رہا تھا، جب اس نے «تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ» [3] پر وقف کیا اور اس آیت کی وجوہ کو جمع کرتے ہوئے مراتب مدود کو مکمل کیا تو استاد کہنے لگے: یہ اسی لائق ہے کہ اس کے ہاتھ بار بار ٹوٹیں، جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے ٹوٹنے کی بات کی تھی۔ [4]

اور یہی وہ حقائق تھے جن کی بنا پر کسی شخص نے ان قراءات کا انکار نہیں کیا۔جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

1 الحجر:20 2 النساء:127 3 المسد:1 4 النشر فی القراءات العشر:2/204

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

« وَلَمْ يُنْكِرْ أَحَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ قِرَاءَةَ الْعَشَرَةِ » [1]

''علماء میں سے کسی نے بھی قراءاتِ عشرہ کا انکار نہیں کیا۔''

اور امام ابن عطیہ رحمہ اللہ (543ھ) فرماتے ہیں:

« وَمَضَتِ الْأَعْصَارُ وَالْأَمْصَارُ عَلَى قِرَاءَةِ السَّبْعَةِ بَلِ الْعَشَرَةِ وَبِهَا يُصَلَّى لِأَنَّهَا تَثْبُتُ بِالْإِجْمَاعِ » [2]

''قراءات سبعہ وعشرہ کے ثبوت پر زمانوں کے زمانے اور شہروں کے شہر گزر چکے ہیں اور ان اور قراءات کی نماز میں تلاوت کی جاتی تھی کیونکہ ان کے ثبوت پر اجماع ہے۔''

انہیں قراءات سبعہ وعشرہ کے متعلق امام ابن جزری رحمہ اللہ (833ھ) فرماتے ہیں:

«قِرَاءَةُ الْأَئِمَّةِ الْعَشَرَةِ الَّتِي أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى تَلَقِّيهَا بِالْقَبُولِ وَهُمْ: أَبُو جَعْفَرٍ وَنَافِعٌ وَابْنُ كَثِيرٍ وَأَبُو عَمْرٍو وَيَعْقُوبُ وَابْنُ عَامِرٍ وَعَاصِمٌ وَحَمْزَةُ وَالْكِسَائِيُّ وَخَلَفٌ أَخَذَهَا الْخَلَفُ عَنِ السَّلَفِ إِلَى أَنْ وَصَلَتْ إِلَى زَمَانِنَا» [3]

''اور ائمہ عشرہ کی قراءات ہیں جن کے تلقی بالقبول ہونے پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے۔ وہ ائمہ عشرہ: ابوجعفر، نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب، ابن عامر، عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ہیں۔ خلف نے سلف سے ان قراءات کو حاصل کیا یہاں تک یہ قراءات ہم تک پہنچ گئیں۔''

چنانچہ: قراءات عشرہ کے مطابق قرآن مجید میں 1447 مقامات ایسے ہیں جہاں قراء کرام کا فرشی اختلاف ہے، جن میں سے 1315 کلمات کو دو طریقوں سے پڑھا گیا ہے، اور 105 کلمات کو تین طریقوں سے، اور 24 کلمات ایسے ہیں جن کو چار طریقوں سے پڑھا گیا ہے، اور 3 کلمات کو پانچ طریقوں سے، اور یہ قرآن مجید میں 11 مرتبہ وارد ہوئے ہیں، اور قرآن مجید کا کوئی ایسا فرشی کلمہ نہیں جس کو 6 یا اس سے زیادہ تعداد میں قراء کرام نے پڑھا ہو۔

اس وقت بھی دنیا میں ان قراءات اور روایات میں سے مختلف قراءات کو پڑھا جاتا ہے اور یہ دنیا میں رائج ہیں ان میں سے سب سے زیادہ پڑھی جانے والی روایت امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کے شاگرد امام حفص رحمہ اللہ کی روایت

1 مجموع الفتاوی: 13/393. 2 المحرر الوجیز: 1/48، أبحاث في قراءات القرآن الكريم، ص: 25.
3 منجد المقرئين، ص: 80.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے جو سعودی عرب حرمین شریفین سمیت دنیا کے اکثر اسلامی ممالک میں پڑھی جاتی ہے، اسی طرح امام نافع رحمہ اللہ کے شاگرد امام قالون رحمہ اللہ کی روایت دنیا میں بکثرت پڑھی جاتی ہے جو کہ مدینہ منورہ سے شروع ہو کر مصر، لیبیا، تیونس اور افریقہ کے کئی ممالک میں رائج ہے جس کی تلاوت کرنے والے مسلمانوں کی تعداد بھی لامحدود ہے۔

امام نافع رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد امام ورش رحمہ اللہ کی روایت، روایت حفص کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی دوسری بڑی روایت ہے جو کہ مدینہ منورہ سے شروع ہو کر مصر، مراکش، ٹیونس، الجزائر، موریطانیہ، سوڈان، سینیگال، نائیجیریا سمیت متعدد مغربی ممالک اور براعظم افریقہ کے تمام ممالک میں متداول ہے۔ اس روایت کی تلاوت کرنے والوں کی تعداد بھی روایت حفص کی طرح کروڑوں میں ہے۔

قراء سبعہ میں سے تیسرے امام ابو عمرو بصری رحمہ اللہ کے شاگرد امام دوری رحمہ اللہ کی روایت بھی ان روایات میں سے ہے جو دنیا میں بکثرت پڑھی جاتی ہیں، جو کہ مصر، شام، صومال، سوڈان، یمن، حجاز، چاڈ، نائیجیریا، لیبیا، مالی اور ٹیونس سمیت کئی ممالک میں رائج ہے۔

جَزَى اللهُ بِالْخَيْرَاتِ عَنَّا أَئِمَّةً ... لَنَا نَقَلُوا الْقُرْآنَ عَذْباً وَسَلْسَلَا

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اماموں کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے ہمارے لیے قرآن مجید کو نقل کیا حلاوت کے ساتھ اور تسلسل کے ساتھ۔

اور ہماری التجا ہے کہ:

وَيَجْعَلُنَا مِمَّنْ يَكُونُ كِتَابُهُ ... شَفِيعاً لَهُمْ إِذْ مَا نَسُوهُ فَيُمْحَلَا

اور ہمیں ان لوگوں کی صف میں شامل فرما دے، جو قرآن مجید میں کوتاہی میں بچنے کی وجہ سے اس کی سفارش کے مستحق ہوں گے۔

چنانچہ ان دلائل کے تناظر میں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ان متواتر قراءات کو قبول کرے اور جھگڑنے اور انکار کرنے کی بجائے اسے ماہرین فن کی طرف لوٹائے کیونکہ متواتر قراءات کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے اور یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ قرآن مجید کی کسی ایک متواتر قراءت کا انکار کفر ہے، جیسا کہ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ (32ھ) فرماتے ہیں:

« أَنَّ مَنْ كَفَرَ بِحَرْفٍ مِنهُ فَقَدْ كَفَرَ بِهِ كُلِّهِ »[1]

1 تفسير طبري: 54/1، الأبحاث، ص: 18، نكت الانتصار، ص: 364.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جس نے قرآن کے ایک حرف کا انکار کیا، تحقیق اس نے پورے قرآن کا انکار کیا۔''

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

« مَنْ أَنْكَرَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ وَعَابَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ أَنْكَرَ كَلِمَةً أَوْ قِرَاءَةً مُتَوَاتِرَةً أَوْ زَعَمَ أَنَّهَا لَيْسَتْ مِنَ الْقُرْآنِ كَفَرَ إِذَا كَانَ كَوْنُهُ مِنَ الْقُرْآنِ مُجْمَعًا عَلَيْهِ » [1]

''جس نے کتاب اللہ کی کسی آیت کا انکار کیا اور اس میں کوئی عیب نکالا یا کسی کلمہ یا قراءت متواترہ کا انکار کیا یا اس نے گمان کیا کہ وہ قرآن نہیں تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے۔''

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ (544ھ) فرماتے ہیں:

« أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى أَنَّ مَنْ نَقَصَ حَرْفًا قَاصِدًا بِذَالِكَ أَوْ بَدَّلَ بِحَرْفٍ مَكَانَهُ أَوْ زَادَ فِيْهِ حَرْفًا مِمَّا لَمْ يَشْتَمِلْ عَلَيْهِ الْمُصْحَفُ الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ أَنَّهُ كَافِرٌ » [2]

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس شخص نے قرآن مجید سے قصداً ایک حرف کی کمی کی یا ایک حرف کی دوسرے حرف سے تبدیلی کی یا اجماعِ امت سے ثابت ہونے والے مصحف پر ایک حرف کی زیادتی کی تو وہ کافر ہے۔''

رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قراءات پر ایمان لانے، انھیں سیکھنے، سکھانے اور معاشرے میں رائج کرنے اور اس علم کے جملہ محاسن وثمرات چننے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن جنت الفردوس میں صاحبِ قرآن وقراءات کی رفاقت اور اپنے دیدار کا مستحق بنائے۔ آمین!

حَرَّرَهُ

خَادِمُ الْقُرْآنِ وَأَهْلِهِ

قاری صہیب احمد میر محمدی

مدیر

کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

1 الفقه الأكبر، ص: 167 2 الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ: 2/647.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرضِ مؤلف

قرآن مجید اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حقیقی کلام، بے مثال، منفرد آخری الہامی کتاب ہے یہ کتاب اس قدر عظمت والی ہے جس کا تعلق اس کتاب سے جڑ جاتا ہے وہ بھی عظمت والا بن جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

«خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ.» [1]

''تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن کی تعلیم لے اور اس کی تعلیم دے۔''

اور کہیں اہل قرآن کی عظمت کو یوں نمایاں فرمایا:

«الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ.» [2]

''قرآن مجید کا ماہر لکھنے والے، معزز اور نیک فرشتوں کیساتھ ہوگا۔''

اہل قرآن جہاں اس کائنات کے افضل ترین لوگ ہیں وہاں آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں فرشتوں کی صف میں کھڑا فرمائیں گے۔

قرآن مجید کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسان بنایا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ [3]

1 صحیح البخاری: 5027 وصحیح الجامع: 3319 والصحیحۃ: 1172
2 صحیح البخاری: 4937 وصحیح مسلم: 1859 3 القمر: 17

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''۔

اسی آسانی کی تکمیل کا پیغام دے کر اللہ تعالی نے سیدنا جبریل امین علیہ السلام کو بھیجا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو ''سبعہ احرف'' پر قرآن مجید پڑھائیں جس حرف پر بھی قرآن مجید پڑھیں گے وہ اللہ تعالی کی مراد کو پالیں گے رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کو انہی حروف کے ساتھ نماز اور خارج نماز میں پڑھا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کے قصے سے واضح ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی زندگی مبارک میں قرآن مجید ان سبعہ احرف کے ساتھ جہاں سینوں میں محفوظ تھا وہاں مکمل قرآن مجید لکھا ہوا بھی موجود تھا لیکن کسی ایک جگہ کتابی شکل میں موجود نہیں تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب جنگ یمامہ کا واقعہ پیش آیا اور اس میں بہت سے قراء شہید ہوئے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ چنانچہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اس کام کے لیے انتخاب ہوا اور انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اس ذمہ داری کو خوب نبھایا۔

یہ مصحف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، ان کی وفات کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور پھر ان کے بعد اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا، جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور اسلام کا دائرہ مزید وسیع ہوا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف منگوایا اور اس کی نقول تیار کروائیں جن کی تعداد چھ تھی اور ان میں یہ سبعہ احرف موجود تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان مصاحف کو قراء کیساتھ سلطنت کے مختلف علاقوں میں روانہ کیا اور قرآنی تعلیمات کو جاری وساری کیا اور پھر ان قراءات کو ان مبارک ہستیوں نے لیا جنھیں آج قراء سبعہ وعشرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ان قراءات کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کیا جس وجہ سے ان قراءات کی نسبت ان کی طرف ہونے لگی اور علمائے امت نے بالاتفاق انہیں قبول کیا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء میں سے کسی نے بھی قراءات عشرہ کا انکار نہیں کیا۔ [1]

چونکہ قراءات قرآنیہ منزل من اللہ ہیں اس لیے ان میں نہ تو جھگڑنا جائز ہے اور نہ ہی ان کا انکار جائز ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

1 مجموع الفتاوی: 13/393.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

«لَا تُجَادِلُوا فِي الْقُرْآنِ فَإِنَّ جِدَالًا فِيهِ كُفْرٌ.» [1]

''قرآن مجید میں جھگڑا مت کرو کیوں کہ قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔''

اور دوسری روایت میں فرمایا:

«اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيَّمَا قَرَأْتُمْ أَصَبْتُمْ وَ لَا تُمَارُوا فِيهِ فَإِنَّ الْمِرَاءَ فِيهِ كُفْرٌ.» [2]

''قرآن مجید کو سات حروف پر پڑھو جس حرف پر بھی پڑھو گے درستگی کو پالو گے البتہ اس میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ اس میں جھگڑنا کفر ہے۔''

اور امام ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قراءات عشرہ کے ثبوت پر زمانوں کے زمانے اور شہروں کے شہر گزر چکے ہیں اور ان قراءات کی نماز میں تلاوت کی جاتی تھی کیونکہ ان کے ثبوت پر اتفاق ہے۔'' [3]

یہ قراءات جہاں امت محمدیہ کے لیے تخفیف اور آسانی کا ذریعہ ہیں وہاں اجر وثواب میں بے پناہ اضافے کا سبب ہیں جہاں ان قراءات سے قرآن مجید کا اعجاز نمایاں ہوتا ہے وہاں اس امت کی عظمت کو اجاگر کرنے کا بھی سبب ہیں ان قراءات سے قرآن مجید کے معانی و مفاہیم پر اثرات مرتب ہوتے ہیں وہاں مزید نکھر کر سامنے آتے ہیں وہاں یہ تفسیر القرآن میں بہت سے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کا بھی ذریعہ بنتی ہیں۔جس کی مثالیں کتاب کے مندرجات میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

اسی طرح قراءات کے فقہی احکام پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں کتنے ہی فقہی احکام کا تعلق قراءات کے ساتھ ہے، اسی طرح عقیدے کے کتنے مسائل ہیں جو اختلاف قراءات کی روشنی میں مستنبط ہوتے ہیں۔

اسی طرح علم الرسم اور علم الوقف اور عربی لغت اور نحو میں اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

چنانچہ قراءات کی اسی اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر استاذ القراء محترم قاری مقری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے حکم اور مکمل رہنمائی اور محترم قاری مقری صہیب احمد میر محمدی ﷾ کی سرپرستی میں یہ کتاب تیار کی گئی ہے جس میں قراءات کے مختلف ثمرات اور خصوصاً مختلف علوم پر اثرات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ کتاب وفاق المدارس السلفیہ کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

1 صحیح الجامع:7223 2 الصحیحۃ:1522 3 المحرر الوجیز:1/48، أبحاث في قراءات القرآن الكريم، ص:25.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب کی تیاری کے لیے درج ذیل عربی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے:

① عِلْمُ الْقِرَاءَاتِ نَشْأَتُهُ، أَطْوَارُهُ، أَثَرُهُ فِي الْعُلُومِ الشَّرْعِيَّةِ: دکتور نبیل بن محمد ابراهیم آل اسماعیل.

② اَلْمَدْخَلُ إِلَى عِلْمِ الْقِرَاءَاتِ: دکتور عبد القیوم بن عبد الغفور السندي ﷾

③ أَثَرُ إِخْتِلَافِ الْقِرَاءَاتِ الْأَرْبَعَةِ عَشَرَ فِي مَبَاحِثِ الْعَقِيْدَةِ وَالْفِقْهِ: دکتور ولید بن ادریس بن عبد العزیز المنیسي ﷾

④ اَلْقِرَاءَاتُ وَأَثَرُهَا فِي التَّفْسِيْرِ وَالْأَحْكَامِ: محمد بن عمر بن سالم بازمول ﷾

⑤ تَفْسِيْرُ الْقُرْآنِ بِالْقِرَاءَاتِ الْعَشْرِ: مجموعة من الباحثين بغزه

⑥ أَثَرُ الْقِرَاءَاتِ فِي الْفِقْهِ الْإِسْلَامِي: دکتور صبری عبد الرؤوف محمد عبد القوی

⑦ اَلْقِرَاءَاتُ الْمُتَوَاتِرَةُ وَأَثَرُهَا فِي الرَّسْمِ الْقُرْآنِ وَالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ: دکتور حبش

⑧ إِعْجَازُ رَسْمِ الْقُرْآنِ عَلَى الْمَعَانِي: الاستاذ محمد شملول

⑨ أَثَرُ الْقِرَاءَاتِ فِي الْوَقْفِ وَالْإِبْتِدَاءِ: محمود بن کابر بن عیسی الشنقیطي

⑩ اَلنَّحْوُ الْقُرْآنِي: دکتور أحمد مکی الأنصاري

اسی طرح مجلہ "رشد" کے قراءات نمبرز سے بھی استفادہ کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خالق ارض و سما اس ادنیٰ سی کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور طلباء وطالبات کے لیے نفع مند بنائے۔ اور میرے والدین جن کی دعاؤں اور اساتذہ گرامی جن کی محنت اور شفقت سے اللہ رب العزت کی توفیق کے بعد یہ سب کچھ ممکن ہوا ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید سے سچی محبت نصیب فرمائے، اس قرآن مجید کو قبر میں ہمارا ساتھی اور حشر میں ہمارا سفارشی بنائے اور ہمیں «أَهْلُ الْقُرْآنِ هُمْ أَهْلُ اللهِ وَ خَاصَّتُهُ» [1] میں شامل فرمائے۔ آمین

ابو اسید قاری عبد الرؤف بن محمد یعقوب

مدرس، سیکرٹری تعلیم

کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

1 صحیح الجامع:2165

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اول

اختلاف قراءات عشرہ کے عقیدے پر اثرات

﴿1﴾ فصل اول: تمہید

﴿2﴾ فصل دوم: اسمائے حسنیٰ

﴿3﴾ فصل سوم: صفات باری تعالیٰ

﴿4﴾ فصل چہارم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت

﴿5﴾ فصل پنجم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت، عدالت اور صداقت

﴿6﴾ فصل ششم: غیبی امور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

تمہید

عقیدہ کی صحت پر تمام اعمال کا انحصار ہے، کوئی عمل جتنا بڑا کیوں نہ ہو اگر عقیدہ کی درستگی نہیں تو وہ عمل بے کار ہے، چونکہ عقائد کا سب سے بڑا ماخذ قرآن حکیم ہے، تعدد قراءات حقیقت میں تعدد آیات کی مانند ہیں، لہٰذا اختلاف قراءات کے عقدی مسائل پر اثرات کو یہاں ذکر کیا جائے گا۔

عقیدہ کی لغوی تعریف:

یہ « عَقَدَ يَعْقِدُ عَقْدًا » سے ہے: جس کا مطلب ہے: گرہ لگانا: « عَقَدَ الْحَبْلَ، عَقَدَ الْخَيْطَ » رسی اور دھاگے میں گرہ لگانا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي﴾ میری زبان کی گرہ کھول دے۔ [1]

پکا و پختہ کرنا: « عَقَدَ الْبَيْعَ » بیع کو پختہ کیا، « عَقَدَ الْيَمِينَ » پختہ قسم، ﴿عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ﴾ تم نے پختہ ارادے سے قسمیں کھائیں۔ [2] جیسا کہ کہا گیا ہے کہ: « مَا عَقَدَ عَلَيْهِ الْقَلْبُ وَالضَّمِيرُ مَا تَدِينُ بِهِ الْإِنْسَانُ وَاعْتَقَدَهُ » وہ بات جس پر دل و دماغ پختگی سے قائم ہو جائیں، جس کو انسان دین سمجھتا ہے اور اس کا اعتقاد رکھتا ہے۔ مضبوط کرنا: « عَقَدَ الْبِنَاءَ » عمارت کو چونے سے مضبوط کرنا۔

عقیدہ کی اصطلاحی تعریف:

عقیدے کی مختلف تعریفات ذکر کی گئی ہیں، ذیل میں تین تعریفات ذکر کی جاتی ہیں:

① هُوَ الْإِيمَانُ الْجَازِمُ الَّذِي لَا يَتَطَرَّقُ إِلَيْهِ شَكٌّ لَدَى مُعْتَقِدِهِ وَلِهٰذَا سُمِّيَ

1 طه:27 2 المائدة:89

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْعَقِيْدَةُ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ يَعْقِدُ عَلَيْهِ قَلْبُهُ».

ایسا پختہ ایمان جس میں اس کے معتقد کے ہاں کسی قسم کا شک نہ ہو۔عقیدہ کو عقیدہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انسان کے دل میں جم جاتا ہے۔

② هُوَ الْحُكْمُ الَّذِيْ لَا يَقْبَلُ الشَّكَّ فِيْهِ لَدٰى مُعْتَقِدِهٖ وَفِي الدِّيْنِ مَا يُقْصَدُ بِهِ الْاِعْتِقَادُ دُوْنَ الْعَمَلِ كَعَقِيْدَةِ وُجُوْدِ اللهِ وَبِعْثَةِ الرُّسُلِ».

عقیدہ وہ حکم ہے جو اس کے معتقد کے قریب شک کو آنے سے روکتا ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ کے وجود کا عقیدہ اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا عقیدہ رکھنا۔

③ جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ بھی عقیدہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«هِيَ كُلُّ مَا يَتَعَلَّقُ بِعَالِمِ الْغَيْبِ مِمَّا لَا يَرْتَبِطُ بِهِ حُكْمٌ عَمَلِيٌّ»[1]

''ہر وہ چیز جس کا تعلق عالم غیب سے ہو اور اس کا تعلق عملی احکام سے نہ ہو۔''

نوٹ: یاد رہے کہ! عقیدے کے لیے: اَلتَّوْحِيْدُ، اَلسُّنَّةُ، اُصُوْلُ الدِّيْنِ، اَلْفِقْهُ الْاَكْبَرُ، اَلشَّرِيْعَةُ، اَلْإِيْمَانُ کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

علم قراءات اور عقیدہ کا باہمی تعلق:

عقیدے کا قراءات کے ساتھ بڑا گہرا اور مضبوط تعلق ہے اس کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوگی کہ اہل بدعت زمانہ قدیم میں بھی اور آج بھی ایسی قراءات ثابتہ جو ان کے مذاہب باطلہ کی تردید کرتی ہیں ان کے انکار اور تکذیب کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں اور خوب زور لگاتے ہیں اسی طرح بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کچھ شاذ اور مردود قراءات گھڑتے ہیں جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ پر افتراء اور کذب ہوتا ہے اور اس سے ان کا مقصود اپنے باطل مذاہب کی تائید اور اسے تقویت ہوتی ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اور اسے باطل پرستوں سے بچانے کا وعدہ کیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝﴾[2]

''بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔''

[1] موسوعة الالبانی فی العقیدة 1: 179/ [2] الحجر: 9

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ [1]

''اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔''

اسکی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں: ایک معتزلی نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ [2]

''اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔''

اور لفظ اللہ پر نصب پڑھی تا کہ «كَلَّمَ» کا فاعل «موسیٰ» ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے یہ انکاری ہیں اہل سنت میں سے ایک شخص نے کہا ٹھیک ہے بالفرض میں اسے اس طرح پڑھتا ہوں لیکن بتاؤ اس آیت میں کیا کرو گے۔

﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ﴾ [3]

''اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا۔''

تو معتزلی رسوا ہو گیا۔ [4]

بلکہ ایک معتزلی نے امام عاصم رحمہ اللہ کے راوی ابو بکر بن عیاش جو شعبہ سے معروف ہیں ان کے سامنے یہ آیت ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ پڑھی اور لفظ جلالہ کو نصب دی اور آہستہ سے ان کے پاس سے نکلا اور لوگوں کے سامنے جا کر یہ کہنے لگا کہ: میں نے ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ میں لفظ اللہ پر نصب والی قراءت امام شعبہ سے لی ہے، اس کا علم جب امام شعبہ کو ہوا کہ ظالم لفظ اللہ پر نصب پڑھتا ہے تو انہوں نے کہا:

«مَا قَرَأَ هٰذَا إِلَّا كَافِرٌ إِنِّي قَرَأْتُ عَلَى الْأَعْمَشِ وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ عَلَى يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ وَقَرَأَ يَحْيَى عَلَى أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ وَقَرَأَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَقَرَأَ عَلِيٌّ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾»

''اس طرح تو صرف اس کافر نے ہی پڑھا ہے، جب کہ میں نے تو امام اعمش سے پڑھا اور

1 فصلت: 42 2 النساء: 164 3 الاعراف: 143

4 معارج القبول بشرح سلم الوصول: 1/157

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اَعمش نے یحییٰ بن وثاب سے پڑھا اور یحییٰ نے امام ابو عبدالرحمٰن السلمی سے پڑھا، اور ابو عبدالرحمٰن السلمی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پڑھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پڑھا ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ اور لفظ ''اللہ'' کو رفع سے پڑھا۔[1]

بلکہ اہل بدعت کا یہ سلسلہ تو یہاں تک بھی پہنچا کہ جہم بن صفوان اللہ رب العزت کے اس فرمان ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ کے متعلق یہاں تک کہتا تھا کہ اگر مجھے موقع ملے تو میں لفظ «اسْتَوَى» (مستوی ہوا) کو قرآن سے کھرچ ڈالوں اور اس کی جگہ لفظ «اِسْتَوْلَى» (غالب آیا) لے آؤں۔

یہ بات مسلّمہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ایک ہے اور اس میں قراءات کے اثرات اس طرح مرتب ہوتے ہیں کہ عقیدہ صحیحہ میں مزید مضبوطی، پختگی اور اس کے ادلہ کی وضاحت ہوتی ہے۔

عقائد میں قراءات کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے دکتور جبش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ أَنَّ مَبَاحِثَ الْاِعْتِقَادِ لَا سَبِيْلَ إِلَيْهَا إِلَّا بِالتَّوَاتُرِ[2] قُرْأنًا أَوْ سُنَّةً وَلِذٰلِكَ فَإِنَّ اسْتِجْلَاءَ الْقِرَاءَاتِ الْمُتَوَاتِرَةِ الَّتِيْ تَدُلُّ عَلٰى أَبْوَابِ الْعَقِيْدَةِ مِنْ أَكَدِ الْفُرُوْضِ عَلَى الْأُمَّةِ لِأَنَّهَا أَدَقُّ السُّبُلِ لِبُلُوْغِ عَقِيْدَةِ الْحَقِّ الَّتِيْ أَذِنَ بِهَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى»[3]

یہ بات متعین ہے کہ عقیدے کے مسائل تواتر سے ہی ثابت ہوتے ہیں، اس لیے وہ قراءات متواترہ جو عقیدے کے مسائل پر دلالت کرتی ہیں انہیں نمایاں کرنا امت کے اولین فرائض میں سے ہے کیونکہ یہ قراءات برحق عقیدہ سے متعلق امور میں دقیق ترین دلائل میں سے ہیں۔

---

1 تفسیر ابن کثیر: 1/ 725

2 عقیدے کے ثبوت کے لیے خبر صحیح کی ضرورت ہوتی ہے جب کوئی خبر صحیح ثابت ہو جائے اور اس کی صحت یقینی ہو خواہ وہ خبر متواتر ہو یا آحاد تو وہ احکام میں جیسے حجت ہے ایسے ہی عقیدہ میں بھی حجت ہے اس پر شیخ البانی رحمہ اللہ کی بڑی خوبصورت کتاب ہے (الحدیث حجة بنفسه فی العقائد والاحکام) جو کہ ''حجیت حدیث'' کے نام سے اردو میں مطبوع ہے۔

3 القراءات المتواترة واثرها فی الرسم القرآنی: ص130

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

اسمائے حسنیٰ

اسمائے حسنیٰ چونکہ توقیفی ہیں جن میں ایک حرف یا حرکت کی کمی و زیادتی بھی بغیر دلیل کے درست نہیں۔ لہٰذا وہ آیات جن میں اسمائے حسنیٰ کے حوالے سے اختلاف ہے اور اس اختلاف کے معانی پر اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں انہیں اس فصل میں ذکر کیا جائے گا۔

① «مَالِكِ، مَلِكِ» کی قراءات:

فرمان الٰہی ہے:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [1]

''بدلے کے دن کا مالک ہے۔''

اختلافِ قراءات:

امام عاصم، امام کسائی، امام یعقوب اور خلف العاشر نے «مَالِكِ يَوم الدِّين» کو الف سے پڑھا ہے جبکہ باقی تمام قراء نے بغیر الف کے «مَلِكِ يَوم الدِّين» پڑھا ہے۔

چنانچہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَمَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ رَاوِيْهِ نَاصِرٌ» [2]

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ امام کسائی اور امام عاصم نے پڑھا ہے۔

1 الفاتحه:4 2 الشاطبية: شعر نمبر108

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «وَمَالِكِ حُزْ فُزْ» [1]

مَالِكِ (الف سے) یعقوب اور خلف نے پڑھا ہے۔

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے دونوں قراءات کے لیے اپنی کتاب 'حجة القراءات' [2] میں دلائل ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ بغیر الف کے پڑھنے والوں نے ان قرآنی آیات کو ذکر کیا ہے جن میں یہ اسم مبارک بغیر الف کے استعمال ہوا ہے۔

جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝﴾ [3]

''اللہ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، (جو) بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے۔''

واضح رہے کہ لفظ مَلِكِ میں جامعیت ہے جو کہ مَالِكِ کو بھی شامل ہے لیکن لفظ مَالِكِ، مَلِكِ کو شامل نہیں ہوتا۔

چنانچہ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں

«اِنَّ كُلَّ مَلِكٍ مَالِكٌ وَلَيْسَ كُلُّ مَالِكٍ مَلِكاً» [4]

''ہر بادشاہ مالک ہوتا ہے لیکن ہر مالک بادشاہ نہیں ہوتا۔''

امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَقِرَاءَةُ مَلِكِ أَظْهَرُ فِي الْمَدْحِ لِأَنَّ كُلَّ مَلِكٍ مَالِكٌ، وَلَيْسَ كُلُّ مَالِكٍ مَلِكًا» [5]

''ملک والی قراءت میں تعریف زیادہ واضح ہے کیونکہ ہر بادشاہ مالک ہوتا ہے لیکن ہر مالک بادشاہ نہیں ہوتا۔''

1 الدرة المضية: شعر نمبر: 10
2 حجة القراءات لابی زرعہ: ص76
3 الجمعہ: 1
4 حجة القراءات لابی زرعہ: ص77
5 النشر فی القراءات العشر: 1/ 31

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ان لوگوں کے دلائل میں سے جو «مَالِكِ» کو الف مدہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ﴾ [1]

یہاں لفظ «مَالِكِ» «مَلِكِ» کو گھیرے ہوئے ہے اور اسے اپنے اندر لیے ہوئے ہے لہٰذا ہر طرح کی ملکیت وہ مالک کی ہے تو معلوم ہوا کہ لفظ «مَالِكِ» میں «مَلِكِ» سے زیادہ تعریف اور مدح ہے۔

«مَالِكِ» پڑھنے والوں کا استدلال اس بات سے بھی ہے کہ 'الف' سے پڑھنے والی قراءت میں ایک حرف زائد ہے۔

اور حروف کی زیادتی معنیٰ کی زیادتی کی دلیل ہوتی ہے۔ اسی طرح اس سے یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ «مَالِكِ» پڑھنے والے کے لیے زیادہ نیکیاں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایک حرف پڑھنے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔

جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ الٓمٓ حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ» [2]

''جس کسی نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے، میں نہیں کہتا کہ «الٓمٓ» ایک حرف ہے، بلکہ الف الگ حرف ہے، لام الگ حرف ہے اور میم الگ حرف ہے۔''

تو چونکہ یہ آیت سورت الفاتحہ میں ہے اور اسے نماز کی ہر رکعت میں اور مختلف حالات میں بار بار تکرار سے پڑھا جاتا ہے لہٰذا ایک حرف زیادہ پڑھنے والے کے لئے نیکیاں بھی زیادہ ہوں گی۔

اختلاف قراءت سے اسمائے حسنیٰ کا اثبات:

1۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دونوں نام «مَالِكِ» اور «مَلِكِ» اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں۔

2۔ لفظ «مَالِكِ» اور «مَلِكِ» دونوں ہی اس کے صفاتی نام ہیں۔

---

1 آل عمران:26

2 جامع الترمذي:2910، صحيح الجامع:6471

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3۔ اللہ تعالیٰ کے ان دونوں ناموں کی اضافت قیامت کے دن کے متعلق درست ہے۔

4۔ مَلِكُ الْقِيَامَةِ (قیامت کا بادشاہ) مَالِكُ الْقِيَامَةِ (قیامت کا مالک) کہنا اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے درست قرار پاتا ہے۔

2۔ «حَافِظًا» اور «حِفْظًا» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ [1]

''سو اللہ بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

قراء کا اختلاف:

امام حمزہ، کسائی، حفص اور خلف العاشر نے «حَافِظًا» کو الف سے پڑھا ہے جبکہ باقی تمام قراء نے «حِفْظًا» کو بغیر الف کے پڑھا ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَحِفْظاً حَافِظاً شَاعَ عُقَّلَا» [2]

حمزہ، کسائی اور حفص کے لیے ''حِفْظًا'' میں «حَافِظًا» ہے۔

اختلاف قراءت سے اسم باری تعالیٰ «اَلْحَافِظُ» کا اثبات:

① امام حمزہ اور امام کسائی وغیرہ کی قراءت سے ایک اضافی حکم نکلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں «اَلْحَافِظُ» بھی ہے۔

② «اَلْحَافِظُ» سورۃ الانبیاء میں جمع کے صیغے سے وارد ہوا ہے۔

﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝﴾ [3]

''اور کئی شیطان جو اس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کے نگہبان تھے۔''

③ مفرد کے صیغے سے یہ نام اسی آیت کریمہ سے اختلاف قراءت کی روشنی میں سامنے آتا ہے۔

1 یوسف:64 2 الشاطبیۃ: شعر نمبر 780 3 الانبیاء:82

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

صفات باری تعالیٰ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تمام صفات چاہے وہ ذاتی ہوں یا فعلی، اسماء کی طرح کتاب وسنت کی نصوص کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں۔

جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«لَا يُوْصَفُ اللهُ إِلَّا بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ أَوْ وَصَفَهُ بِهِ رَسُوْلُهُ ﷺ لَا يُتَجَاوَزُ الْقُرْآنُ وَالْحَدِيْثُ»

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وہی صفت بیان کی جاسکتی ہے جو اس نے خود اپنے لیے (قرآن مجید میں) یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث میں) بیان کر دی ہے، قرآن و حدیث سے تجاوز کرنا درست نہیں۔''[1]

لہٰذا وہ آیات جن میں صفات باری تعالیٰ کے حوالے سے اختلاف ہے اور اس اختلاف کے معانی پر اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں انہیں اس فصل میں ذکر کیا جائے گا۔

① «لِيَهَبَ لَكِ» اور «لِأَهَبَ لَكِ» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۝١٩﴾[2]

''اس نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔''

1 القواعد المثلى في صفات الله وأسمائه الحسنى: ص68 2 مریم:19

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قراء کا اختلاف:

امام ورش، ابوعمرو بصری، یعقوب اور قالون کی ایک وجہ «لِيَهَبَ لَكِ» یاء کے ساتھ ہے جبکہ باقی قراء نے «لِأَهَبَ لَكِ» ہمزہ سے پڑھا ہے۔

امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«هَمْزُ أَهَبُ بِالْيَاءِ بِهِ خُلْفٌ جَلَا حَمَا....»[1]

''أَهَبَ کے ہمزہ کو یاء سے پڑھا ہے ورش ابوعمرو بصری اور یعقوب نے بغیر اختلاف کے جبکہ قالون نے اختلاف کے ساتھ أَهَبَ کو یاء سے پڑھا ہے۔''

دونوں قراءتوں کا معنی:

دونوں قراءتیں متواتر ہیں پہلی قراءت میں یہ تصریح ہے کہ بیٹا عطا کرنے والی وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے۔ جبکہ دوسری قراءت میں صیغہ متکلم سے مراد فرشتہ ہے اور اس کی بنیاد اس پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے آیا ہے۔

اختلاف قراءات سے صفت باری تعالیٰ (اولاد دینا) پر استدلال:

① غیب والی قراءت اس معنی میں صریح ہے کہ بیٹا دینے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

② دوسری متکلم کی قراءت میں فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علاوہ سیدنا جبریل امین علیہ السلام کی طرف مجازاً ہے۔

③ نسبت مجازی کی وضاحت پہلی قراءت سے ہوگئی کہ حقیقت میں اولاد دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

④ دونوں قراءات سے اس غلط نظریے کی تردید ہوتی ہے کہ اولاد دینا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے اختیار میں بھی ہے۔

② «عَجِبْتَ» اور «عَجِبْتُ» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

[1] النشر فی القراءات العشر: 1/139

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴾ [1]

''بلکہ تو نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔''

قراء کا اختلاف:

امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر نے «عَجِبْتُ» کو تاء کے ضمہ کے ساتھ جبکہ باقی تمام قراء نے «عَجِبْتَ» کو تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَاضْمُمْ تَا عَجِبْتَ شَذًا» [2]

«عَجِبْتُ» کی تا، کو حمزہ اور کسائی کے لیے ضمہ دو۔

یہاں صفت تعجب کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے یہ تعدد قراءات کا اثر ہے۔

اگرچہ اس صفت کے اثبات میں بہت ساری احادیث صحیحہ بھی موجود ہیں جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«عَجِبَ اللهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ» [3]

''ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کو تعجب ہوگا، جو جنت میں داخل ہوں گے حالانکہ دنیا میں اپنے کفر کی وجہ سے وہ بیڑیوں میں تھے۔''

لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اس صفت کی نسبت بغیر تمثیل، تکییف اور تعطیل کے مانی جائے گی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے «وَيَمْكُرُ اللهُ» صفت مکر «سَخِرَ اللهُ مِنْهُمْ» سے سخر اور «وَهُوَ خَادِعُهُمْ» سے خداع کو اللہ تعالیٰ کے لیے انسانوں کے برعکس اس کی شان کے مطابق مانا جاتا ہے اسی طرح ہی صفت تعجب ہے۔

1 الصافات:12

2 الشاطبية: شعر نمبر 996

3 صحيح البخاري:3010

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءات سے صفت تعجب کا ثبوت:

① ضمہ والی قراءت سے ذات باری تعالیٰ کے لیے صفت تعجب کا اثبات ہوتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ کے لیے یہ صفت جیسے اس کی شان کے لائق ہے ویسے ہی مانی جائے گی اور اس میں تشبیہ، تمثیل اور تعطیل نہیں ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت

① «أَنْ يَّغُلَّ» اور «أَنْ يُّغَلَّ» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۚ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾[1]

''اور کسی نبی کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

قراء کا اختلاف:

امام ابن کثیر مکی، امام عاصم اور امام ابوعمرو بصری نے «أَنْ يَّغُلَّ» یاء کے فتحہ کے ساتھ اور غین کے ضمہ سے پڑھا ہے اور باقی قراء نے «أَنْ يُّغَلَّ» یاء کے ضمہ کے ساتھ اور غین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَضُمَّ فِي يُغَلَّ وَفَتْحُ الضَّمِّ إِذْ شَاعَ كُفِّلَا»[2]

«أَنْ يُّغَلَّ» میں نافع، حمزہ، کسائی اور شامی کے لیے یاء کو ضمہ اور غین کو فتحہ دو، باقی تمام قراء کے لیے

1 آل عمران:161 2 الشاطبية:شعر نمبر:575

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یاء کو فتحہ اور غین کو ضمہ دے کر پڑھو۔

دونوں قراءتوں کا معنی:

پہلی معروف والی قراءت کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ: نبی ﷺ کے لئے یہ لائق نہیں کہ وہ اپنے صحابہ سے اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت کی صورت میں عطا فرمایا ہے، خیانت کریں۔

ان کی دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

«نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ فِي قَطِيفَةٍ حَمْرَاءَ أُفْتُقِدَتْ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَعَلَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَخَذَهَا فَأَنْزَلَ اللهُ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ» [1]

''جنگ بدر میں ایک سرخ رنگ کی چادر مال غنیمت سے مفقود پائی گئی تو بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا شاید کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خود ہی رکھ لی ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۚ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ نازل فرمائی۔''

رہی جمہور قراء کی قراءت تو اس کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ: کسی نبی کے لئے یہ درست نہیں کہ اس کے ساتھی اس کے ساتھ خیانت کریں پھر فاعل «الاَصحَاب» کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو مجہول مالم یسم فاعلہ بنا دیا گیا تو تعبیر یہ ہوگی «مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يُّخَانَ» کسی نبی سے خیانت کرنا درست نہیں۔ [2]

اس قراءت کا یہ معنی بھی ہے کہ: «وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يُّتَّهَمَ بِالْغُلُوْلِ» نبی پر خیانت کی تہمت لگانا درست نہیں۔ امام فراء رحمہ اللہ کہتے ہیں: «يَغُلَّ اَنْ يَسْرِقَ وَ يَخُوْنَ اَىْ يُنْسَبُ اِلَى الْغُلُوْلِ يُقَالُ اَغْلَلْتُهُ أَىْ نَسَبْتُهُ اِلَى الْغُلُوْلِ».

(يَغُلَّ) کا معنی چوری کرنا اور خیانت کرنا یعنی خیانت کی طرف منسوب کرنا، کہا جاتا ہے «اَغْلَلْتُهُ» میں نے اسے خیانت کی طرف منسوب کیا۔ [3]

---

1 جامع الترمذي:3009 2 الدر المنثور:2/9

3 حجة القراءات لابی زرعه:ص:179

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گویا اس قراءت کا یہ دوسرا معنی سامنے آتا ہے کہ خیانت کی طرف منسوب کرنا بھی درست نہیں۔

اختلاف قراءات سے عصمتِ مصطفیٰ ﷺ کی صراحت:

① پہلی قراءت نے نبی ﷺ سے خیانت کی نفی کر دی اور یہ بات دین کے بنیادی، ضروری عقائد میں سے ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی صداقت اور امانت مسلمہ ہے۔

② دوسری قراءت نے انبیاء علیہم السلام کے اصحاب کو اپنے انبیاء علیہم السلام سے خیانت کرنے سے منع کر دیا۔

③ اور اس سے تیسرا معنی یہ اخذ ہوا کہ نبی کی طرف خیانت کی نسبت کرنا بھی درست نہیں۔

④ ان معانی کو جمع کرنا بھی ممکن ہے کہ نبی نہ تو خیانت کرتا ہے اور نہ اس کی طرف خیانت کی نسبت کی جائے اور نہ ہی نبی کے اصحاب کو خیانت کرنی چاہیے۔

② «بِضَنِينٍ» اور «بِظَنِينٍ» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝﴾ [1]

''اور وہ غیب کی باتوں پر ہرگز بخل کرنے والا نہیں۔''

قراء کا اختلاف:

امام ابن کثیر مکی، امام ابوعمرو بصری، امام کسائی اور رویس نے «بِظَنِينٍ» ظا کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ باقی تمام قراء نے «بِضَنِينٍ» ضاد کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَظَا بِضَنِينٍ حَقَّ رَاوٍ وَخَفَّ فِي» [2]

امام ابن کثیر مکی، امام ابوعمرو بصری اور امام کسائی نے «بِضَنِينٍ» میں بجائے ضاد کے ظاء پڑھا ہے۔

دونوں قراءات کا معنی:

پہلی ظا والی قراءت جو کہ امام ابن کثیر مکی وغیرہ کی ہے اس میں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ

1 التکویر: 24 2 الشاطبیة: شعر نمبر: 1104

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کسی قسم کے ظَنّ (گمان) وَهَن (کمزوری) کی تہمت کی نفی کی ہے کہ جو وہ امور غیب اور وحی میں سے لوگوں تک پہنچاتے ہیں پورے یقین کامل کے ساتھ ہوتا ہے اس میں اپنی طرف سے اندازے نہیں ہوتے۔

اور دوسری قراءت جو باقی تمام قراء کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے وحی الٰہی میں سے کسی چیز کو چھپانے کی تہمت کی نفی کی ہے اور فرمایا کہ وہ غیب کی باتیں آگے پہنچانے میں بخل نہیں کرتے اور اس پر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھانجے سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے کہا تھا: تین باتوں میں اگر کوئی ایک بھی تجھے کہے تو اس نے جھوٹ بولا ان میں یہ بھی تھا:

«مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ شَيْئًا مِنَ الْوَحْيِ فَقَدْ كَذَبَ»[1]

''جو تجھے یہ کہے کہ آپ ﷺ نے وحی میں سے کچھ چھپا لیا تھا تو اس نے جھوٹ بولا۔''

اور یہ سب کچھ عقیدہ کے بنیادی اصولوں میں سے ہے جس پر عقل اور نقل واضح طور پر دلالت کرتے ہیں اور یہ آیت اس میں مزید تاکید در تاکید پیدا کرتی ہے۔

اختلاف قراءات سے عصمتِ نبوی ﷺ کا اثبات:

نبی ﷺ کے متعلق دو چیزوں کا عقیدہ رکھنا واجب اور ضروری ہے:

① «مِنَ الضَّنِّ بِالْغَيْبِ» کہ آپ ﷺ نے وحی الٰہی میں سے کچھ بھی نہیں چھپایا جو اترا اسے اسی طرح لوگوں تک پہنچا دیا۔

② «مِنَ الظَّنِّ بِالْغَيْبِ» کہ آپ ﷺ نے جو کچھ وحی کے ذریعے حاصل کیا اس میں کسی قسم کے وہم وگمان کی گنجائش نہیں بلکہ آپ نے اسے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ حاصل کیا۔

اب یہ دونوں معنی صرف اسی صورت میں حاصل ہوئے جب آیت میں دو الگ الگ متواتر قراءات ہیں۔

اور یہ دونوں معنی اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہیں جس پر عقل اور نقل سے واضح دلائل موجود ہیں۔

اور پھر نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی اس نازل کردہ وحی کو لوگوں تک پہنچاتے اور اس میں کسی چیز کو بھی آپ چھپاتے یا تبدیل نہ کیا کرتے تھے حالانکہ بعض قرآنی مقامات وہ تھے جن کی وجہ سے آپ ﷺ پر خوب اعتراضات کیے گئے اور آپ کو شدید مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا اگر آپ ﷺ اپنی طرف سے اس میں

1 صحيح البخاري: 4855

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ تبدیلی کرنے والے ہوتے تو ان مقامات کو لوگوں سے چھپا لیتے۔

جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی میں سے کچھ چھپانے والے ہوتے تو یہ آیت چھپاتے:

﴿ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ﴾[1]

''اور جب تو اس شخص سے جس پر اللہ نے انعام کیا اور جس پر تو نے انعام کیا کہہ رہا تھا کہ اپنی بیوی اپنے پاس رو کے رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا، حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤى ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۚ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤى ۙ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ وَ مَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰى ؕ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰى ۙ وَ هُوَ یَخْشٰى ۙ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ؕ ﴾[2]

''اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ اس لیے کہ اس کے پاس نابینا آیا۔ اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے شاید وہ پاکیزگی حاصل کرلے۔ یا نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔ لیکن جو بے پروا ہوگیا۔ سو تو اس کے پیچھے پڑتا ہے۔ حالانکہ تجھ پر (کوئی ذمہ داری) نہیں کہ وہ پاک نہیں ہوتا۔ اور لیکن جو کوشش کرتا ہوا تیرے پاس آیا۔ اور وہ ڈر رہا ہے۔ تو تو اس سے بے توجہی کرتا ہے۔''

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی میں سے کچھ بھی چھپانے والے ہوتے تو یہ اور ان جیسی دیگر آیات کو چھپا لیتے۔

رہی دوسری قراءت «ظَنِیْنٌ» والی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے جو یقین کامل عطا فرمایا تھا وہ کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

وحی الٰہی پر یقین کامل دیکھیں جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی جامع ترمذی میں'' کتاب التفسیر، سورہ المائدہ'' کی تفسیر میں حدیث لائے ہیں:

1 الاحزاب:37 2 عبس:1-10

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحْرَسُ حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ فَأَخْرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَأْسَهُ مِنَ الْقُبَّةِ فَقَالَ لَهُمْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ انْصَرِفُوا فَقَدْ عَصَمَنِي اللّٰهُ» [1]

''نبی اکرم ﷺ کی حفاظت ونگرانی کی جاتی تھی، یہاں تک کہ جب یہ آیت ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [2] نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر خیمہ سے باہر نکالا اور پہرہ داروں سے کہا: تم (اپنے گھروں کو) لوٹ جاؤ کیونکہ میری حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالی نے لے لی ہے۔''

آپ ﷺ نے ضرورت کے باوجود پہرے داروں کو واپس بھجوا دیا صرف اس بنیاد پر کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی کی طرف سے حفاظت کا وعدہ دیا گیا ہے اور آپ ﷺ کا اللہ تعالی کی طرف سے دیئے گئے وعدے پر زیادہ یقین تھا لوگوں کی حفاظت کے مقابلے میں، اسی لئے تو فوراً پہرے داروں کو واپس بھجوا دیا۔

اور یہ تمام معانی جیسا کہ واضح ہوا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں جمع ہیں۔

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ [3]

1 جامع الترمذي:3046

2 ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[المائدہ:67]

3 التكوير:24

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل پنجم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت، عدالت اور صداقت

① «وَمَا كُنْتُ» اور «وَمَا كُنْتَ» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴾[1]

''میں نے انھیں نہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں حاضر کیا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے میں اور نہ ہی میں گمراہ کرنے والوں کو بازو (مددگار) بنانے والا تھا۔''

قراء کا اختلاف:

امام ابوجعفر کے علاوہ تمام قراء نے «وَمَا كُنْتُ» متکلم سے پڑھا ہے جبکہ ابوجعفر نے «وَمَا كُنْتَ» خطاب سے پڑھا ہے۔

طیبۃ النشر میں ہے:

«اَشْهَدْتُّ اَشْهَدْنَا وَ كُنْتُ التَّاءُ ضَمَّ سِوَاهُ»[2]

اَشْهَدْتُّ کو اَشْهَدْنَا اور كُنْتُ کو تاء کے ضمہ کے ساتھ یعنی متکلم (ابوجعفر) کے علاوہ نے پڑھا ہے۔ جبکہ ابوجعفر نے خطاب سے پڑھا ہے۔

1 الکھف:51 2 طیبۃ النشر:137

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دونوں قراءتوں کا معنی:

جب اسے تاء متکلم سے پڑھیں تو ضمیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف پلٹے گی اور معنی ہوگا کہ: اللہ تعالیٰ نے گمراہوں میں سے کسی کو مددگار نہیں بنایا۔

اور فتحہ کی صورت میں یہ ضمیر مخاطب کی ہوگی اور اس سے نبی ﷺ کی ذات مطہرہ مراد ہوگی کہ آپ گمراہوں میں سے کسی کو اپنا مددگار بنانے والے نہیں۔

اس اختلاف قراءات سے عظیم فائدہ سامنے آتا ہے کہ جمہور کی قراءت اس بات پر دلالت کرتی ہے: بیشک اللہ تعالیٰ کسی گمراہ کو مددگار نہیں بناتا۔ اور یہ معنی تمام کے ہاں متفق ہے لیکن امام ابوجعفر کی قراءت سے دوسرا معنی اخذ ہوتا ہے کہ بے شک نبی ﷺ گمراہوں کو اپنا مددگار نہیں بناتے اور گویا یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور آپ ﷺ کو اس کا پابند بنایا گیا۔ لہٰذا اس آیت کے بعد یہ کہنا ممکن نہیں رہتا کہ آپ ﷺ نے کسی گمراہ شخص سے مدد لی ہو یا اسے اپنا مددگار بنایا ہو۔ جبکہ یہ قراءت متواترہ ہے جیسا کہ امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے وضاحت کردی ہے۔

اس مقدمہ کے بعد ایک سوال جو گستاخانِ صحابہ کی طرف آتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی ﷺ، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد بڑے بڑے عظیم کام اور اہم ترین منصوبے کردیں اور پھر وہ اس کے بعد گمراہ ہو جائیں؟

کیا یہ نبی ﷺ کی امانت و دیانت پر بہت بڑا طعن نہیں ہوگا اور یہ آپ کی ذات پر تہمت نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو گمراہ لوگوں کو اپنا مددگار اور حمایتی بنانے سے منع کیا اور آپ نے ان کو مددگار اور حمایتی بنالیا؟۔

اس طرح تو ان کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فسق و فجور اور خیانت کا الزام حقیقت میں محمد مصطفی ﷺ پر بہت بڑا بہتان بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو منع فرمایا تھا کہ گمراہ لوگوں کو اپنا مددگار نہ بنانا اور آپ نعوذ باللہ باز نہیں آئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی۔

یہ قراءت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت و دیانت اور استقامت دین اور ان کے تزکیہ وطہارت کی روشن دلیل ہے کیوں کہ گستاخانِ صحابہ بھی اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ نبی ﷺ کے نکاح میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دونوں کی بیٹیاں تھیں اور آپ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں اپنی دو بیٹیاں دیں اور سفر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہجرت میں آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مدد لی، اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بدر کے قیدیوں اور دیگر بہت سے امور میں مشورہ کیا، صلح حدیبیہ کے موقع پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر مذاکرات کے لیے قریش کے پاس روانہ کیا۔ اور پھر ان کی شہادت کی افواہ پر 1400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کے بدلے کے لیے بیعت لی جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم کی یہ آیت اتاری اور بیعت کرنے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اپنی طرف سے رضا مندی کا سرٹیفکیٹ جاری فرمایا۔

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ [1]

''بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کردی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔''

یہ اتنی بڑی بڑی ذمہ داریاں ان لوگوں کے سپرد کیسے کردی گئیں اور ان سے ان اہم امور میں مدد لی گئی پھر اس کے باوجود یہ کہنا کہ نعوذ باللہ یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تو گمراہ ہو گئے تھے۔ العیاذ باللہ.

اپنے اس نظریے کے ساتھ قرآن کریم کی اس آیت متواترہ کا کیا جواب دیں گے۔

﴿ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴾ [2]

اور نہ ہی میں گمراہ کرنے والوں کو بازو بنانے والا تھا۔

حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت وصداقت، امانت و دیانت اور استقامت دین کی قرآن وسنت میں وافر ادلہ موجود ہیں اور اہل السنہ والجماعہ کا اس بات پر اتفاق ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن حقیقت میں ان روافض کی طرف سے امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اطہر پر طعن ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

«اِنَّمَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ الرَّافِضَةُ الطَّعْنَ فِي الرَّسُوْلِ ﷺ لِيَقُوْلَ الْقَائِلُ رَجُلٌ سُوْءٌ كَانَ لَهُ أَصْحَابُ سُوْءٍ وَلَوْ كَانَ رَجُلًا صَالِحًا لَكَانَ أَصْحَابُهُ صَالِحِيْنَ». [3]

1 الفتح:18 2 الكهف:51

3 منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية:7/465

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ان روافض کا اصل ہدف نبی ﷺ کی ذات پر طعن ہے تاکہ کہنے والا یہ کہے کہ: برے آدمی کے اصحاب بھی برے ہوتے ہیں اور اگر آدمی نیک ہوتا تو اس کے اصحاب بھی نیک ہوتے۔''

اختلاف قراءت سے صداقت صحابہ رضی اللہ عنہم کا ثبوت:

① اللہ تعالیٰ کسی گمراہ کو اپنا مددگار نہیں بناتا اس پر جمہور کی ضمہ والی قراءت دلالت کرتی ہے۔

② رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پابند بنایا گیا ہے کہ آپ کسی گمراہ کو اپنا مددگار نہ بنائیں اس پر امام ابوجعفر کی فتحہ والی قراءت دلالت کرتی ہے۔

③ یہ قراءات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت، دیانت، صداقت اور تزکیہ نفس کی روشن دلیل ہیں کہ آپ ﷺ نے بڑے بڑے کام اور اہم منصوبے ان کے سپرد کیے۔

②«وَالْأَنْصَارُ» اور «وَالْأَنْصَارِ» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (التوبۃ: 100)

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔''

قراء کا اختلاف:

امام یعقوب نے «وَالْأَنْصَارِ» کو رفع کے ساتھ «وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ» پر عطف کرتے ہوئے پڑھا ہے جبکہ باقی تمام قراء نے «الْمُهَاجِرِينَ» پر عطف کرتے ہوئے مجرور پڑھا ہے۔

امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

«وَالْأَنْصَارِ فَارْفَعْ حُزْ» [1]

اور انصار کو یعقوب نے رفع سے پڑھا ہے۔

1 الدرة المضية: شعر نمبر:125

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءات کا معنی:

جمہور قراء کی قراءت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انصار میں سے جو اَلسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ میں شامل ہیں، ان کی باقی انصار کے مقابلے میں خاص شان اور عظمت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو اپنے ہاں جگہ دی اور آپ کی اور آپ کے مہاجرین صحابہ کی مدد کی اور ان میں خصوصاً وہ لوگ جو بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔

جبکہ امام یعقوب کی قراءت سے تمام انصار کے لیے عموماً فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس قراءت کے مطابق «مِنْ» تبعیضیہ کا یہاں عمل دخل نہیں لہٰذا تمام انصار کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضامندی کا یہ اعزاز ہے، چاہے وہ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے ہوں یا نہیں۔

لہٰذا جمہور کی قراءت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رضامندی درج ذیل تین اصناف کے لیے لکھ دی گئی۔

① السَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ: مہاجرین میں سے السَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ

② السَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْأَنْصَارِ: انصار میں سے السَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ

③ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ: اور جو ان کے اخلاص کے ساتھ پیروکار ہوئے۔

جبکہ امام یعقوب کی قراءت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رضامندی درج ذیل تین اصناف کے لیے لکھ دی گئی ہے۔

① السَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ: مہاجرین میں سے اَلسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ

② الْأَنْصَارِ: انصار تمام کے لیے وہ پہلے ہوں یا بعد والے

③ اَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ: اور جو ان کے اخلاص کے ساتھ پیروکار ہوئے

تو گویا کہ امام یعقوب کی قراءت میں انصار کے لیے زیادہ شان وشوکت کا تذکرہ ہے کہ تمام کے تمام انصار اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضامندی اور جنت کے حقدار ہیں۔

امام یعقوب والی قراءت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ انہوں نے «الْأَنْصَارِ» کو رفع کے ساتھ «السَّابِقُوْنَ» پر عطف کرتے ہوئے پڑھا۔[1]

1 فتح القدیر: 2/298

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءات کی روشنی میں تمام انصار کے لیے جنت اور رضامندی کے وعدے کا ثبوت:

① جمہور کی قراءت سے بعض انصار جو کہ السَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ میں سے تھے صرف ان کے لیے یہاں جنت اور رضائے الٰہی کا ثبوت ملتا ہے۔

② لیکن امام یعقوب کی قراءت کے اندر عموم ہے یعنی جنت اور رضائے الٰہی کے وعدے میں بلا تفریق تمام انصار شامل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل ششم

غیبی امور

① «عِبَادُ الرَّحْمٰنِ» اور «عِنْدَ الرَّحْمٰنِ» کی قراءات:

﴿وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْـَٔلُوْنَ ۝﴾ [1]

''اور انھوں نے فرشتوں کو، وہ جو رحمان کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا، کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ ان کی گواہی ضرور لکھی جائے گی اور وہ پوچھے جائیں گے۔''

قراء کا اختلاف:

امام نافع، امام ابن کثیر مکی، امام ابن عامر شامی، امام ابوجعفر اور امام یعقوب نے «عِنْدَ الرَّحْمٰنِ» نون کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝﴾ [2]

''بے شک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔''

جبکہ باقی قراء نے «عِبَادُ الرَّحْمٰنِ» عَبْدٌ کی جمع پڑھا ہے، اور ان کی دلیل ﴿وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝﴾ [3]

1 الزخرف:19 2 الاعراف:206 3 الانبیاء:26

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، بلکہ وہ بندے ہیں جنھیں عزت دی گئی ہے۔''

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«عِبَادُ بِرَفْعِ الدَّالِ فِي عِنْدَ غَلْغَلَا» [1]

امام ابوعمرو بصری اور کوفیون نے «عِنْدَ» کی جگہ «عِبادُ» دال کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔

اختلاف قراءت سے فرشتوں کے متعلق عقیدہ کی وضاحت

① امام نافع، مکی، شامی، ابوجعفر اور یعقوب کی قراءت اس بات پر واضح نص ہے کہ فرشتوں کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ اللہ رب العزت کے پاس ہیں۔

② جبکہ جمہور قراء کی قراءت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ فرشتے اللہ رب العزت کے بندے ہیں نہ کہ اس کی بیٹیاں جیسا کہ مشرکین مکہ کا نظریہ تھا۔

③ «ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ» اور «ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدِ» کی قراءات:

﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝﴾ (البروج: 14، 15)

''اور وہی ہے جو بے حد بخشنے والا، نہایت محبت کرنے والا ہے، عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا ہے۔''

قراء کا اختلاف:

امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر نے «ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدِ» دال کے کسرہ کے ساتھ جبکہ باقی تمام قراء نے «ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ» دال کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَمَحْفُوظٌ اخْفِضْ رَفْعَهُ خُصَّ وَهْوَ فِي الْمَجِيدِ شَفَا» [2]

1 الشاطبية: شعر نمبر 1021

2 الشاطبية: شعر نمبر 1107

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور «فِي لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ» میں ظاء کے رفع کو نافع کے علاوہ باقی تمام قراء کے لیے مجرور اور نافع کے لیے مرفوع پڑھو اور «الْمَجِيدِ» کی دال میں حمزہ، کسائی کے لیے جر اور باقی کے لیے رفع پڑھو۔

دونوں قراءات کا معنی ومفہوم:

کوفیون کی قراءت کے مطابق «الْمَجِيدِ» العرش کی صفت ہے جبکہ جمہور قراء کی قراءت کے مطابق «الْمَجِيدُ» اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت ہے۔اختلاف قراءت سے ہمیں یہ سمجھ آتی ہے کہ «الْمَجِيد» بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ہے۔

دوسری جر والی قراءت نے یہ فائدہ دیا کہ عرش کو بھی مجید کہا گیا ہے اور یہ بات غیبیات میں سے ہے جس کا علم اجتہاد سے ممکن نہیں اسے صرف اور صرف نقل سے ہی پہچانا جا سکتا ہے اس لیے کہ عرش کے جتنے بھی اوصاف ہیں ان کی پہچان کا راستہ قرآن اور احادیث صحیحہ ہی ہیں۔

جیسا کہ درج ذیل حدیث میں عرش کا ایک وصف «الْكَرِيم» اور «الْعَظِيم» بھی ذکر ہوا ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ»[1]

رسول اللہ ﷺ حالت پریشانی میں یہ دعا کیا کرتے تھے:

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ».

''اللہ صاحب عظمت اور بردبار کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔''

[1] صحیح البخاری:6346

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرش الٰہی کی صفت «الْمَجِيْدُ» کا اثبات:

① جمہور قراء کی قراءت میں «الْمَجِيْدِ» اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔

② دوسری قراءت سے معلوم ہوتا ہے کہ «الْعَرْشِ» کی صفت بھی «الْمَجِيْدِ» ہے جس طرح عرش کی دیگر صفات «الکریم» اور «العظیم» ثابت ہیں۔

② «فِي لَوْحٍ مَحْفُوْظٍ» اور «فِي لَوْحٍ مَحْفُوْظٌ» کی قراءات:

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴾[1]

''بلکہ وہ ایک بڑی شان والا قرآن ہے۔ اس تختی میں (لکھا ہوا) ہے جس کی حفاظت کی گئی ہے۔''

قراء کا اختلاف:

امام نافع «فِي لَوْحٍ مَحْفُوْظٌ» رفع کے ساتھ جبکہ باقی تمام قراء «فِي لَوْحٍ مَحْفُوْظٍ» جَر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَمَحْفُوْظٌ اخْفِضْ رَفْعَهُ خُصَّ وَهْوَ فِي الْمَجِيدِ شَفَا»[2]

اور «فِي لَوْحٍ مَحْفُوْظٌ» میں ظاء کے رفع کو نافع کے علاوہ باقی تمام کے لیے مجرور اور نافع کے لیے مرفوع پڑھو اور «الْمَجِيدِ» کی دال میں حمزہ، کسائی کے لیے جر اور باقی کے لیے رفع پڑھو۔

دونوں قراءت کا معنی:

امام نافع مدنی کی قراءت کے مطابق «مَحْفُوْظٌ» کو قرآن مجید کی صفت بنایا گیا ہے گویا کہ کہا گیا: «بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَحْفُوْظٌ فِي اللَّوْحِ» تو یہاں معنی یہ ہوگا کہ ہر قسم کی تحریف، تبدیلی اور تغیر سے محفوظ ہے۔

اور جمہور کی قراءت کے مطابق «مَحْفُوْظٌ» اللَّوْحُ کی صفت ہے تو مراد یہ ہوگی کہ «اللَّوْحُ» شیاطین کے اس تک پہنچنے سے محفوظ ہے۔

لوح کے متعلق عقیدہ رکھنا یہ غیبیات میں سے ہے کہ لوح محفوظ وہ چیز ہے جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے

1 البروج:22-21 2 الشاطبية: شعر نمبر 1107

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام مخلوقات کے اعمال، ان کا رزق، عمریں اور قیامت تک ہونے والا سب کچھ، ایک پتے کا زمین پر گرنا، زمین کی تاریکیوں میں موجود دانے حتی کہ ہر رطب و یابس اس میں موجود ہے۔

اختلاف قراءات کے سبب قرآن مجید کے محفوظ ہونے کا ثبوت:

① جمہور قراء کی قراءت کے مطابق مَحْفُوظ «اللَّوْحُ» کی صفت ہے کہ جسے شیاطین کے اس تک پہنچنے سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

② امام نافع کی قراءت کے مطابق «مَحْفُوظ» قرآن کی صفت ہے یعنی ہر قسم کے تغیر و تبدل اور تحریف سے محفوظ ہے۔

③ لہٰذا قرآن مجید اور لوح دونوں ہی محفوظ ہیں۔

③ «سَوَاءً مَحْيَاهُمْ» اور «سَوَاءٌ مَحْيَاهُمْ» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾[1]

''کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کردیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''

قراء کا اختلاف:

امام حمزہ، کسائی، خلف العاشر اور حفص نے «سَوَاءً مَحْيَاهُمْ» کو منصوب پڑھا ہے اور اسے «نَجْعَلَهُمْ» کا مفعول ثانی بنایا ہے۔

اور باقی قراء نے «سَوَاءٌ» رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور اسے مبتدا بنایا ہے اور اس کے بعد کو خبر بنایا ہے۔

1 الجاثية:21

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَرَفْعَ سَوَاءً غَيْرُ حَفْصٍ تَنَخَّلَا وَغَيْرُ صِحَابٍ فِي الشَّرِيعَةِ» [1]

«سَوَاءً» سورۃ الحج میں حفص کے علاوہ سبھی کے لیے رفع ہے اور سورۃ الجاثیۃ میں حفص، حمزہ، کسائی کے علاوہ نے رفع پڑھا ہے۔

دونوں قراءات کا معنی:

پہلی (نصب والی) قراءت کا مطلب یہ ہوگا کہ: کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں زندگی اور موت کے بعد برابر کر دیں گے یعنی انہیں ویسے ہی عطا کیا جائیگا جیسے دنیا میں عطا کیا گیا۔

اور دوسری (رفع والی) قراءت کا مطلب ہوگا کہ: مومن اپنے ایمان پر فوت ہوگا اور اسے اسی ایمان پر اٹھایا جائے گا جبکہ کافر اپنے کفر پر مرے گا اور اس کفر پر ہی اسے اٹھایا جائے گا۔

جیسا کہ امام مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا:

«قَوْلُهُ (سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ) أَيْ يَمُوتُ الْمُؤْمِنُ عَلَى إِيمَانِهِ وَيُبْعَثُ عَلَيْهِ وَيَمُوتُ الْكَافِرُ عَلَى كُفْرِهِ وَيُبْعَثُ عَلَيْهِ» [2]

''کہ مومن اپنے ایمان پر فوت ہوگا اور اسے اسی ایمان پر اٹھایا جائے گا جبکہ کافر اپنے کفر پر مرے گا اور اس کفر پر ہی اسے اٹھایا جائے گا۔''

دونوں معنوں کی صورت میں یہ آیت شدید قسم کی وعید پر مشتمل ہے جو اہل ایمان کے دلوں کو بھی ہلا دینے والی ہے یہی وجہ ہے کہ سلف اس آیت کی تلاوت میں بڑے فکر مند ہوا کرتے تھے۔

جیسا کہ ابراہیم بن اشعث رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں اکثر فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کو دیکھا کرتا تھا کہ ساری رات یہ آیت بار بار دہراتے رہتے اور پھر کہتے «لَيْتَ شِعْرِيْ مِنْ أَيِّ الْفَرِيْقَيْنِ أَنْتَ» [3]

ہائے افسوس تجھے کیا خبر کے تو ان دو گروہوں میں سے کس میں شامل ہے۔

بشیر کہتے ہیں کہ: ایک رات میں نے ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کے ساتھ گذاری تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، جب اس آیت پر پہنچے تو رونے لگے ساری رات ہچکیاں لے کر روتے رہے لیکن اس آیت

1 الشاطبية: شعر نمبر 896-895 2 تفسير القرطبي: 16/166 3 الدر المنثور: 6/34

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾

''کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کردیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''

سے گزر نہ سکے۔ [1]

گویا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے فاسق لوگوں کا رد کیا ہے جن کا گمان یہ ہے جیسے انہیں دنیا میں نوازا گیا ہے اسی طرح آخرت سے بھی وہ حصہ پائیں گے اور یہ معنی نصب والی قراءت سے اخذ ہو رہا ہے۔

اور اسی طرح اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ انسان کو اسی پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت واقع ہوئی ہوگی۔ اور یہ معنی رفع والی قراءت سے اخذ ہو رہا ہے کے پہلے مومنوں اور فاسقوں میں مساوات کی نفی کے ساتھ کلام مکمل ہوگئی پھر نئے جملے میں اگلے معنی کو واضح کیا۔

اس معنی کی تائید امام مجاہد رحمہ اللہ کا یہ قول بھی کرتا ہے کہ:

«الْمُؤْمِنُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مُؤْمِنٌ، وَالْكَافِرُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ كَافِرٌ» [2]

''مومن دنیا اور آخرت میں مومن ہی ہے اور کافر دنیا اور آخرت میں کافر ہی ہے۔''

اختلافِ قراءات سے مومن اور کافر میں مساوات کی نفی:

① نصب والی قراءت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کافروں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ انہیں موت کے بعد بھی اسی طرح عطا کیا جائیگا جس طرح دنیا میں عطا کیا گیا گویا کہ ہم انہیں زندگی اور موت کے بعد برابر کردیں گے۔

② رفع والی قراءت سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن اپنے ایمان پر فوت ہوگا اور اسے اسی ایمان پر ہی اٹھایا جائے گا جبکہ کافر اپنے کفر پر مرے گا اور اسے اس کفر پر ہی اٹھایا جائے گا۔

1 تفسير القرطبي:16/166
2 تفسير الطبري:25/90

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

④ «إِنْ تَوَلَّيْتُمْ» اور «إِنْ تُوُلِّيْتُمْ» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾﴾ [1]

''پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔''

قراء کا اختلاف:

امام رویس نے (إِنْ تُوُلِّيْتُمْ) کو تاء اور واؤ کے ضمہ کے ساتھ اور لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ باقی تمام قراء نے (إِنْ تَوَلَّيْتُمْ) تاء، واؤ اور لام کے فتحہ سے پڑھا ہے۔

امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«إِنْ تَوَلَّيْتُمْ، فَرَوَى رُوَيْسٌ بِضَمِّ التَّاءِ وَكَسْرِ اللَّامِ، وَقَرَأَ الْبَاقُونَ بِفَتْحِهِنَّ» [2]

«إِنْ تَوَلَّيْتُمْ» کو رویس نے تاء کے ضمہ اور لام کے کسرہ سے جبکہ باقی تمام قراء نے تاء اور لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

دونوں قراءات کا معنی:

یہ عظیم آیت زمین میں فساد کرنے والے اور قطع رحمی کرنے والوں کے لئے شدید وعید پر مشتمل ہے اور اس نے اشارہ کیا ہے کہ عموماً یہ مفاسد دو سبب سے جنم لیتے ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اعراض کرنا اور منہ موڑ لینا یہ سبب ہوتا ہے اور اس پر فتحہ والی جمہور کی قراءت دلالت کرتی ہے اس کی توجیہ امام قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

«فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ عَنْ كِتَابِ اللهِ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بِسَفْكِ الدَّمِ الْحَرَامِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ» [3]

''پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم اعراض کرو اللہ کی کتاب سے یہ کہ زمین میں فساد کرو ناجائز

---

1 محمد: 22 2 النشر في القراءات العشر: 2/374

3 الدر المنثور: 6/64

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خونریزی کر کے اور قطع رحمی کر کے۔''

② جب کوئی شخص لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار بنتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو مدنظر نہیں رکھتا تو یہ مفاسد سامنے آتے ہیں۔ اور اس پر ضمہ والی قراءت دلالت کرتی ہے۔

اختلاف قراءات سے فساد فی الارض کے دو بنیادی اسباب کا ثبوت:

① زمین میں فساد کرنا، خونریزی کرنا اور قطع رحمی کرنا اس کا سبب کتاب اللہ سے اعراض کرنا ہے اس پر فتحہ والی جمہور کی قراءت دلالت کرتی ہے۔

② زمین میں فساد کا دوسرا سبب عہدہ ملنے کے بعد شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلہ نہ کرنا ہلاکت کا باعث ہے اور اس پر رویس کی قراءت دلالت کرتی ہے۔

⑤ «هُنَالِكَ تَبْلُوْا» اور «هُنَالِكَ تَتْلُوْا» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۝﴾ [1]

''اس موقع پر ہر شخص جانچ لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے اور ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔''

قراء کا اختلاف:

امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر «هُنَالِكَ تَتْلُوْا» تاء کے ساتھ جبکہ باقی تمام قراء نے «هُنَالِكَ تَبْلُوْا» باء کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَفِي بَاءِ تَبْلُو التَّاءُ شَاعَ تَنَزُّلاَ» [2]

لفظ «تَبْلُوْا» کی باء کی جگہ امام حمزہ، کسائی نے تاء کے ساتھ «تَتْلُوْا» پڑھا ہے۔

1 یونس:30

2 الشاطبية: شعر نمبر 747

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دونوں قراءات کا معنی:

امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر کی قراءت تاء کے ساتھ «تَتْلُوْا» بندوں کی وہ حالت ذکر ہو رہی ہے جو قیامت کے دن اس وقت ہوگی جب صحیفے ان کے سامنے پھیلا دیے جائیں گے اور جو کچھ اس میں لکھا ہوگا وہ اسے پڑھیں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کی وضاحت کرتا ہے:

﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝﴾ [1]

''اپنی کتاب پڑھ، آج تو خود اپنے آپ پر بطور محاسب کافی ہے۔''

اس کا معنی یہ بھی ہے کہ ہر نفس اپنے اس عمل کے پیچھے جائیگا جو اس نے دنیا میں آگے بھیجا ہوگا اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے:

اِنَّ الْمُرِيْبَ يَتْبَعُ الْمُرِيْبَا كَمَا رَأَيْتَ الذِّيْبَ يَتْلُوْ الذِّيْبَا [2]

''ماہی گیر، ماہی گیری کی پیروی کرتا ہے، جیسا کہ آپ نے بھیڑیے کو بھیڑیے کے پیچھے پیچھے دیکھا ہے۔''

رہی جمہور کی باء والی قراءت جس کا معنی آزمائش اور امتحان ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ: ہر نفس کا اس کے عمل صالح کی روشنی میں امتحان ہوگا اور نتیجے کا تعین ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝﴾ [3]

''یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔''

یعنی ہم نے ان کا امتحان لیا جس طرح باغ والوں کا امتحان لیا۔

اختلاف قراءات سے قیامت کے دن کی آزمائش اور نامۂ اعمال کو پڑھنے کا ثبوت:

① انسان قیامت کے دن جو اس نے آگے بھیجا ہوگا اسے پڑھے گا بھی تاکہ یہ وہم دور ہو جائے کہ اس کا کوئی عمل ضائع تو نہیں ہوا۔

1. الاسراء: 14 2. الجواهر الحسان في تفسير القرآن: 2/96 3. القلم: 17

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

② جو انسان نے آگے بھیجا ہے اس کے مطابق اس کی آزمائش بھی کی جائے گی تاکہ یہ وہم بھی دور ہو جائے کہ اس نے جو عمل کیا اس کا اسے بدلہ نہیں دیا گیا۔

③ قیامت کے دن یہ دونوں کام ہوں گے ان پر ایمان رکھنا اور اس کی تصدیق کرنا لازم ہے۔

⑥ «لَا يَسَّمَّعُونَ» اور «لَا يَسْمَعُونَ» کی قراءات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ۝﴾ [1]

''وہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ہر طرف سے ان پر (شہاب) پھینکے جاتے ہیں۔''

قراء کا اختلاف:

امام حمزہ، کسائی، حفص اور خلف العاشر «لَا يَسَّمَّعُونَ» تشدید سے اور باقی تمام قراء «لَا يَسْمَعُونَ» تخفیف سے پڑھتے ہیں۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«يَسَّمَّعُونَ شَذًا عَلَا بِثِقْلَيْهِ». [2]

«لَا يَسَّمَّعُونَ» سین اور میم کی تشدید کے ساتھ حفص، حمزہ اور کسائی نے پڑھا ہے۔

اختلاف قراءت کے سبب جنات سے علمِ غیب کی نفی کا ثبوت:

① جنات کا وجود ہے لیکن جنات غیب کا علم نہیں رکھتے، وہ ملاء اعلیٰ کی خبر میں سے کچھ بھی نہیں سن پاتے۔ جیسا کہ جمہور کی قراءت اس پر دلالت کرتی ہے۔

② امام حمزہ، کسائی اور حفص کی قراءت سے کان لگا کر سننے کی بھی نفی کر دی گئی۔

③ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جنات کے متعلق بھی علمِ غیب کی نفی کا اسی طرح عقیدہ رکھیں جس طرح انسانوں کے متعلق ان کا عقیدہ ہے۔

1 الصافات:8 2 الشاطبية: شعر نمبر 996-995

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیز جنات کے متعلق علمِ غیب کی نفی پر سورہ سبا کی آیت صریح نص ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝﴾ [1]

''پس جب (سلیمان علیہ السلام) گر پڑے اس وقت جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب دان ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔''

جنات کے معاملے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے فرشتوں کی مانند اللہ رب العزت کی ایک مخلوق ہے اور ان کی حقیقت کے متعلق ہم صرف وہ جانتے ہیں جو خبر صادق یعنی اللہ رب العزت کی کتاب قرآن حکیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح احادیث کے ذریعے ہمیں معلوم ہوا ہے۔

1 السبا:14

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشق

سوال 1 علم القراءات اور العقیدۃ کا باہمی تعلق واضح کریں۔

سوال 2 عقیدۃ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں اور عقیدے میں قراءت کی اہمیت کو مثالوں سے واضح کریں۔

سوال 3 اسماء حسنیٰ میں اختلاف قراءت اور اس کے اثرات کو بالتفصیل ذکر کریں۔

سوال 4 صفات باری تعالیٰ میں اختلاف قراءت کے اثرات کو مثالوں سے واضح کریں۔

سوال 5 صفت تعجب کے ثبوت پر قرآن مجید کی آیت مع اختلاف قراءت اور احادیث صحیحہ ذکر کریں۔

سوال 6 اختلاف قراءت سے عصمت مصطفیٰ ﷺ کو واضح کریں۔

سوال 7 اختلاف قراءات سے ''انصار'' صحابہ کی عظمت اور فضیلت کو نمایاں کریں۔

سوال 8 «عِبَادُ الرَّحْمٰنِ» اور «عِنْدَ الرَّحْمٰنِ» کی دونوں قراءات سے فرشتوں کے متعلق کیا عقیدہ ثابت ہوتا ہے؟ وضاحت کریں۔

سوال 9 ''عرش الٰہی'' کے متعلق آیت کریمہ میں اختلاف قراءت سے ''عرش'' کی کون سی صفت کا اثبات ہوتا ہے؟

سوال 10 «مَحْفُوْظٍ» اور «مَحْفُوْظٌ» کی دونوں قراءات سے عقیدے کا کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے؟

سوال 11 «سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ» اور «سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ» دونوں قراءات سے عقیدہ پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟

سوال 12 جنات سے علم غیب کی نفی کے مسئلہ کو اختلاف قراءات کی روشنی میں قلمبند کریں۔

سوال 13 «هُنَالِكَ تَبْلُوْا» اور «هُنَالِكَ تَتْلُوْا» کی دونوں قراءات سے عقیدے کا کون سا مسئلہ ثابت ہوتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

اختلاف قراءات کے تفسیر پر اثرات

﴿1﴾ فصل اول: تمہید

﴿2﴾ فصل دوم: قراءات کی وجہ سے آیت کا معنی واضح ہونے، معنی میں وسعت پیدا ہونے اور اشکال کے رفع ہونے کا بیان

﴿3﴾ فصل سوم: اختلاف قراءت کے سبب آیت کے معنی کی مختلف جہتوں اور کئی معانی سامنے آنے کا بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

قرآن مجید کے معنی ومفہوم کو سیکھنا از حد ضروری ہے، جیسا کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے:

«مَا أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةً إِلَّا وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يُعْلَمَ فِيمَ أُنْزِلَتْ، وَمَا أَرَادَ بِهَا»

اللہ تعالی نے جو آیت بھی نازل فرمائی ہے، اس کے متعلق وہ پسند کرتا ہے کہ جانا جائے کہ وہ آیت کس کے بارے میں نازل کی گئی ہے، اور اس سے اللہ رب العزت کا مقصود کیا ہے؟۔ [1] قرآن مجید کی تفسیر قراءات قرآنیہ کی صورت میں دراصل یہ ''تفسیر القرآن بالقرآن'' ہے، اور یہ تفسیر بالماثور کی پہلی قسم ہے۔ اس فصل میں تفسیر قرآن میں قراءات کے اثرات کو ذکر کیا جائے گا۔

تفسیر کا مفہوم:

تفسیر یہ «فَسَّرَ يُفَسِّرُ تَفْسِيرًا» باب تفعیل سے مصدر ہے جس کا مطلب ہے کہ کسی چیز یا بات کی وضاحت کرنا، اسے کھول کر بیان کرنا، ابہام اور اخفاء کو رفع کرنا وغیرہ۔

اصطلاحی طور پر تفسیر کی اہل علم نے مختلف تعریفیں کی ہیں۔ ان میں سے انتہائی مختصر اور جامع تعریف علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے یوں بیان کی ہے:

«التَّفْسِيرُ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ مِنْ حَيْثُ دَلَالَتِهِ عَلَى مُرَادِ اللهِ تَعَالَى بِقَدْرِ الطَّاقَةِ الْبَشَرِيَّةِ» [2]

1 فضائل القرآن لابی عبید: ص42 2 مناهل العرفان فی علوم القرآن، 1/334

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''انسانی طاقت کے مطابق قرآن حکیم کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مراد معلوم کرنے کی کوشش کرنے کو علم تفسیر کہا جاتا ہے۔''

علم قراءات اور تفسیر قرآن:

قراءات قرآنیہ تفسیر قرآن کا سب سے بہترین ذریعہ ہیں کیونکہ تفسیر القرآن بالقرآن تفسیر کی تمام اقسام میں سے سب سے معتبر اور اعلیٰ شمار کی جاتی ہے اس لیے کہ اس میں قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی وضاحت کر رہی ہوتی ہے، ایک کلمہ دوسرے کلمہ کی وضاحت کر رہا ہوتا ہے اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہوتی ہیں:

«إِنَّ الْقِرَاءَتَيْنِ كَالْآيَتَيْنِ، فَزِيَادَةُ الْقِرَاءَاتِ كَزِيَادَةِ الْآيَاتِ»

''بلا شبہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں جتنی قراءات زیادہ ہوں گی اتنی ہی زیادہ آیات شمار ہونگی۔'' [1]

قرآن مجید کی تفسیر قراءات قرآنیہ کے ساتھ اس کے متعلق شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«أَنَّ تَفْسِيرَ الْقُرْآنِ بِالْقِرَاءَاتِ الْقُرْآنِيَّةِ هُوَ مِنْ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ بِالْقُرْآنِ وَالَّذِي يُعْتَبَرُ مِنْ أَشْرَفِ أَنْوَاعِ التَّفْسِيرِ وَأَجَلِّهَا» [2]

''قرآن حکیم کی تفسیر قراءات قرآنیہ کے ذریعے جو کہ تفسیر القرآن بالقرآن ہے، انواع تفاسیر میں مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بلند ترین اور اعلیٰ واشرف قسم ہے۔''

امام ذہبی رحمہ اللہ، امام مجاہد رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

«لَوْ كُنْتُ قَرَأْتُ قِرَاءَةَ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَبْلَ أَنْ أَسْأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، مَا احْتَجْتُ أَنْ أَسْأَلَهُ عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ».

اگر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت سے مسائل سے متعلق سوال کرنے سے پہلے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھ لیتا تو بہت سے مسائل میرے لیے واضح ہو جاتے جو میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیے تھے۔ [3]

1 مجموع الفتاوی: 21/131 2 أضواء البيان: 1/26 3 جامع الترمذي: 2952

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتب تفسیر اور قراءات قرآنیہ:

اکثر کتب تفسیر کو آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے قراءات کو ذکر کرنے اور اس کی توضیح اور توجیہ پیش کرنے کا خصوصاً اہتمام کیا ہے جیسا کہ: جامع البیان: امام طبری رحمہ اللہ (310ھ) کی، بحر العلوم: ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ (375ھ) کی، الکشف و البیان: احمد بن محمد الثعالبی (428ھ) کی، النکت والعیون: امام ماوردی (450ھ) کی، الوسیط: امام واحدی (468ھ) کی، الکشاف: امام زمخشری (538ھ) کی، المحرر الوجیز: ابن عطیہ (546ھ) کی، الجامع لاحکام القرآن: امام قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) کی، البحر المحیط: ابوحیان (745ھ) کی، التحریر والتنویر: امام ابن عاشور (1393ھ) کی، وغیرہ۔

ان تمام کتب تفسیر میں ان ائمہ نے جہاں قراءات کو ذکر کیا وہاں ان قراءات کی روشنی میں تفسیر وتشریح اور توجیہ کو بھی پیش کیا ہے۔

تفسیری پہلو سے قراءت کی اقسام:

اس پہلو سے قراءت کی دو اقسام ہیں:

① تفسیر القرآن سے جس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا: قراءات کی یہ وہ قسم ہے جس میں قراء کا اختلاف حروف کی ادائیگی، مدات کی مقدار، امالہ، تقلیل، تخفیف وتسہیل، تحقیق، غنہ، اخفاء وغیرہ کے متعلق ہوتا ہے ان اختلافات کا آیات کے معانی پر اگرچہ کوئی اثر نہیں پڑتا ہاں البتہ امت پر قراءات میں آسانی اور لغت عرب کی وسعت کا پہلو اس میں ضرور موجود ہوتا ہے۔

② تفسیر القرآن سے جس کا تعلق ہوتا ہے اس قسم کی پھر مزید دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت وہ ہوتی ہے: جس میں قراءت کا لفظی اور معنوی دونوں طرح کے اختلافات ہوتے ہیں لیکن دونوں معانی ایک چیز میں جمع ہو جاتے ہیں کیونکہ دونوں کے اجتماع سے کوئی تضاد نہیں ہوتا۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ: لفظی اور معنوی دونوں اختلاف ہوتے ہیں اور دونوں معنوں کا ایک چیز میں اجتماع اور اکٹھ ممکن نہیں ہوتا بلکہ ایک دوسرے پہلو سے دونوں معنوں میں اتفاق ہوتا ہے جو کہ تضاد کا تقاضا نہیں کر رہا ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا یہ دوسری قسم کی دونوں صورتوں کا تفسیر میں اثر ہوتا ہے کیونکہ ایک لفظ جو ایک قراءت سے ثابت ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ دوسری قراءت سے ثابت ہونے والے لفظ کی مراد واضح کر رہا ہوتا ہے یا مزید کسی معنی کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے اس لیے کہ الفاظ قرآنی میں قراءت کا اختلاف ایک ہی آیت میں کثیر معانی پر دلالت کرتا ہے۔

تفسیر القرآن میں قراءت کے اثرات کا سلف کے ہاں اہتمام:

قرآن مجید کی تفسیر میں منقول آثار و اقوال کو دیکھا جائے تو سمجھ آتی ہے کہ سلف کے ہاں اختلاف قراءات کو تفسیر القرآن میں کس قدر اہمیت دی جاتی تھی اور وہ اس کا کس قدر اہتمام کیا کرتے تھے بطور نمونہ اور مثال سلف کے چند اقوال پیش خدمت ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [1]

''تو فرشتوں نے اسے آواز دی، جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ بے شک اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے، جو اللہ کے ایک کلمے (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے آپ پر بہت ضبط رکھنے والا اور نبی ہوگا نیک لوگوں میں سے۔''

معاذ کوفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

«مَنْ قَرَأَ «يُبَشِّرُهُمْ» مُثَقَّلَةً، فَإِنَّهُ مِنَ الْبِشَارَةِ، وَمَنْ قَرَأَ «يَبْشُرُهُمْ» مُخَفَّفَةً بِنَصْبِ الْيَاءِ، فَإِنَّهُ مِنَ السُّرُورِ، يَسُرُّهُمْ» [2]

«يُبَشِّرُ» مشدد پڑھنے والوں کے ہاں یہ بشارت دینا، خوش خبری دینے کے معنی میں ہوگا، اور جنہوں نے «يَبْشُرُ» مخفف پڑھا ہے ان کے ہاں یہ خوش ہونے کے معنی میں ہوگا۔

② فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ

1 آل عمران:39 2 تفسير طبري:6/369

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْهُنَّ سِكِّينًا﴾

''تو جب اس عورت نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو ان کی طرف پیغام بھیجا اور ان کے لیے ایک تکیہ دار مجلس تیار کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری دے دی۔''[1]

امام مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

«مَنْ قَرَأَ «مُتَّكَأً» فَهُوَ الطَّعَامُ، وَمَنْ قَرَأَهَا «مُتْكًا» فَخَفَّفَهَا، فَهُوَ الْأُتْرُجُّ»[2]

«مُتَّكَأً» کو مشدد پڑھنے والی قراءت کے مطابق اس کا معنی کھانا ہے اور جس قراءت میں اسے مخفف پڑھا گیا ہے تو اس کا معنی سنگترہ ہوگا۔''

③ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ﴾[3]

''یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر ہو''

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

«كُنَّا لَا نَدْرِي مَا الزُّخْرُفُ حَتَّى رَأَيْنَاهُ فِي قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ ذَهَبٍ».[4]

ہم «الزُّخْرُفُ» کیا چیز ہے یہ نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ ہم نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں دیکھا جہاں «زخرف» کی جگہ «ذهب» (سونا) کا لفظ تھا تو ہم سمجھ گئے کہ زخرف سے مراد سونا ہے۔

④ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝﴾[5]

''تو اس نے اسے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کر، بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی (جاری) کر دی ہے۔''

ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

1 یوسف:31 2 تفسیر طبري:16/72 3 الاسراء:93
4 تفسیر عبدالرزاق2/390 5 مریم:24

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

«قَرَأَ عَاصِمُ بْنُ أَبِي النَّجُوْدِ «فَنَادَاهَا مَنْ تَحْتَهَا» بِالنَّصْبِ قَالَ: وَقَالَ عَاصِمٌ: مَنْ قَرَأَ بِالنَّصْبِ فَهُوَ عِيْسَى وَمَنْ قَرَأَهَا بِالْخَفْضِ فَهُوَ جِبْرِيْلُ»[1]

''امام عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ نے «فَنَادَاهَا مَنْ تَحْتَهَا» میں «مَنْ» کو میم کے نصب سے پڑھا ہے پھر کہتے ہیں کہ امام عاصم نے کہا جس نے نصب سے پڑھا ہے اس کے ہاں یہاں مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور جس نے جر سے «مِن» پڑھا ہے اس کے ہاں یہاں مراد سیدنا جبریل علیہ السلام ہیں۔''

⑤ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۡ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ﴾[2]

''پھر جب ان کے پاس ہمارے ہاں سے حق آ گیا تو انھوں نے کہا اسے اس جیسی چیزیں کیوں نہ دی گئیں جو موسیٰ کو دی گئیں؟ تو کیا انھوں نے اس سے پہلے ان چیزوں کا انکار نہیں کیا جو موسیٰ کو دی گئی تھیں۔ انھوں نے کہا یہ دونوں (مجسم) جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور کہنے لگے ہم تو ان سب سے منکر ہیں۔''

قتادہ رحمہ اللہ «سِحْرَانِ» والی قراءت کے متعلق کہتے ہیں کہ:

«ذٰلِكَ أَعْدَاءُ اللهِ الْيَهُوْدُ لِلإِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ قَالَ: وَمَنْ قَرَأَهَا سَاحِرَانِ يَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ وَعِيْسٰى»[3]

''اللہ کے دشمن یہودیوں نے یہ انجیل اور قرآن کے متعلق کہا اور جنہوں نے «سَاحِرَانِ» پڑھا ہے ان کی قراءت کے مطابق یہودیوں نے یہ بات سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہی۔

⑥ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝﴾[4]

اور وہ غیب کی باتوں پر ہرگز بخل کرنے والا نہیں۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

1 الدر المنثور:5/502 2 القصص:48 3 الدر المنثور:6/421 4 التکویر:24

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

«الظَّنِيْنُ: الْمُتَّهَمُ، وَالضَّنِيْنُ: الْبَخِيْلُ».[1]

«الظَّنِيْنُ» ظاء کے ساتھ ہو تو معنی ہوگا «الْمُتَّهَمُ» تہمت زدہ، اور «الضَّنِيْنُ» ضاد کے ساتھ ہو تو معنی «الْبَخِيْلُ» بخل کرنے والا ہوگا۔''

یہ تمام نصوص دلالت کرتی ہیں کہ سلف آیت کی تفسیر میں اور اس کی مراد کو واضح کرنے میں قراءات قرآنیہ سے مدد لیتے اور اس کا اہتمام کیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ صرف صحابہ اور تابعین تک محدود نہیں تھا بلکہ ائمہ: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (161ھ)، الفراء رحمہ اللہ (207ھ)، الاخفش رحمہ اللہ (215ھ)، ابن قتیبہ رحمہ اللہ (276ھ)، الطبری رحمہ اللہ (310ھ)، الزجاج رحمہ اللہ (311ھ)، ابوجعفر النحاس رحمہ اللہ (338ھ) وغیرہ کے ہاں بھی تفسیر میں قراءات کا اثر واضح دکھائی دیتا ہے۔

تفسیر القرآن میں قراءت کے اثرات کے متعلق چند اہم قواعد:

تفسیر القرآن میں قراءت کے اثرات کے متعلق غور وخوض کرنے والے کو ان قواعد کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

① تمام قراءات صحیحہ میں واقع ہونے والا اختلاف یہ اختلاف تنوع ہے اختلاف تضاد یا تناقض نہیں ہے۔

② کسی بھی قراءت کی ائمہ قراءت میں سے کسی امام یا راوی کی طرف نسبت ان کا اس قراءت کو اختیار کر لینا اور اپنے آپ کو اسی کے پڑھنے پڑھانے پر لگا دینا اس اعتبار سے ہے نہ کہ اس اعتبار سے یہ قراءت ان کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے خود اسے گھڑ لیا یا ایجاد کیا ہے۔

③ قراءت صحیحہ مقبولہ کے درمیان کوئی تفریق نہیں بلکہ تمام کی تمام منزل من اللہ اور کلام اللہ ہیں اور سبھی قرآن حکیم ہیں اور یہ تمام قراءات جن جن معانی پر دلالت کرتی ہیں وہ تمام معانی درحقیقت قرآن کے معانی ہیں ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت یا ترجیح دینا درست نہیں۔

④ قراءات شاذہ سے بھی تفسیر القرآن میں استفادہ درست ہے مگر انہیں نماز میں پڑھنا جائز نہیں اور قراءات شاذہ وہ قراءت ہوتی ہیں جو سند کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے معین کیے گئے رسم مصحف کے خلاف ہوتی ہیں۔

⑤ آیات بینات کی تفسیر میں وارد سلف کے اقوال پر اختلاف کا حکم لگانے سے پہلے یہ غور کرنا ضروری ہے

1 الدر المنثور: 8/435

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ ایک آیت کی مختلف تفاسیر مختلف قراءات کی وجہ سے تو نہیں ہیں۔

جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

«مِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ التَّفَاسِيْرِ الْوَارِدَةِ عَنِ الصَّحَابَةِ بِحَسَبِ قِرَاءَةٍ مَخْصُوْصَةٍ، وَذَالِكَ أَنَّهُ قَدْ يَرِدُ عَنْهُمْ تَفْسِيْرَانِ فِي الْآيَةِ الْوَاحِدَةِ مُخْتَلِفَانِ فَيُظَنُّ اِخْتِلَافاً وَلَيْسَ بِاخْتِلَافٍ وَاِنَّمَا كُلُّ تَفْسِيْرٍ عَلٰى قِرَاءَةٍ».

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخصوص قراءات کے اعتبار سے کی گئی تفاسیر کی معرفت انتہائی اہم ہے کیونکہ بسا اوقات ان سے ایک ہی آیت کی دو تفسیریں وارد ہوتی ہیں جسے اختلاف سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ وہ اختلاف نہیں ہوتا بلکہ ہر تفسیر الگ قراءت کی ہوتی ہے۔''

⑥ کتب احادیث میں متصل اسانید سے بعض قراءات ذکر کی جاتی ہیں لیکن قراءات کے ائمہ میں سے وہ کسی کی طرف بھی منسوب نہیں ہوتیں انہیں کتب تفسیر میں «قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ» کی اصطلاح سے ذکر کیا جاتا ہے۔ ایسی قراءات بسا اوقات سند کے اعتبار سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہوتی ہیں لیکن جس نے رسول اکرم ﷺ سے براہ راست اسے سنا اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لیے اسے بطور قرآن پڑھنا درست نہیں کیونکہ یہ نقلاً متواتر نہیں ہیں لہٰذا اگر کوئی ایسی قراءت جو تواتر سے منقول ہو اور ان اخبار آحاد سے مروی قراءات کے خلاف ہو تو ضروری ہے کہ اسے بھی پڑھا جائے جو تواتر سے منقول ہے۔

مفسرین ایسی قراءت کو «قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ» اس وجہ سے کہتے ہیں کہ قراءات کے ائمہ اور رواۃ میں سے وہ کسی کی طرف منسوب نہیں اس سے ان کا یہ مقصد قطعاً نہیں ہوتا کہ صرف یہی قراءت نبی ﷺ سے منقول ہے اور دوسری قراءات منقول نہیں ہیں اور نہ ہی «قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ» کی اصطلاح سے ان کا مقصود اسے قراءات مشہورہ متواترہ پر ترجیح دینا ہوتا ہے بلکہ قراءات مشہورہ بھی رسول اللہ ﷺ سے ہی مروی ہوتی ہیں اور ساتھ مجموعی اعتبار سے وہ متواتر بھی ہوتی ہیں۔

بلکہ ایسی قراءات پر «قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ» کی اصطلاح استعمال ہی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے صحیح فہم نہ رکھنے والے لوگوں کو وہم ہو سکتا ہے کہ اس کے علاوہ دیگر کو نبی ﷺ نے نہیں پڑھا اور نہ ہی آپ کی قراءت تھی حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ہے۔[1]

[1] التحرير والتنوير: 1/ 54-55

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

قراءات کی وجہ سے آیت کا معنی واضح ہونے، معنی میں وسعت پیدا ہونے اور اشکال کے رفع ہونے کا بیان

① فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نماز کے قریب نہ جاؤ، اس حال میں کہ تم نشے میں ہو، یہاں تک کہ تم جانو جو کچھ کہتے ہو اور نہ اس حال میں کہ جنبی ہو، مگر راستہ عبور کرنے والے، یہاں تک کہ غسل کرلو۔ اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر پر، یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر ملو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔'' [النساء:43]

اختلاف قراءات:

امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر نے بغیر الف کے «لَمَسْتُمْ» پڑھا ہے اور باقی تمام قراء نے «لَامَسْتُمْ» الف کے ساتھ پڑھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں قراءات کا معنی:

حذف الف والی قراءت کے مطابق معنی میں دو احتمال ہیں کہ اس کا معنی ہاتھ سے چھونا ہو یا پھر اس کا معنی جماع کرنا ہو۔

جبکہ اثبات الف والی قراءت کی روشنی میں اس کا معنی صرف جماع کرنا ہی ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے لوگوں کا آیت میں موجود «مُلَامَسَةٌ» کی مراد میں اختلاف ہے۔ سیدنا علی، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری، مجاہد اور قتادہ رحمہم اللہ نے اس سے مراد جماع لیا ہے جبکہ سیدنا ابن مسعود، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عطاء، ابن سیرین، شعبی رحمہم اللہ، وغیرہ نے اس سے ہاتھ سے چھونا مراد لیا ہے۔

«مُلَامَسَةٌ» کے معنی میں اختلاف کی وجہ سے فقہاء میں عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں اس میں بھی اختلاف ہوا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے ہاں عورت کو شہوت سے چھوا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ ہر حالت میں عورت کو جب بغیر کسی رکاوٹ کے براہ راست چھوا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ «لَامَسْتُمْ» والی قراءت جماع کے معنی پر واضح دلالت کرتی ہے جبکہ «لَمَسْتُمْ» والی قراءت میں دونوں معنوں کا احتمال ہے، جماع کرنا اور ہاتھ سے چھونا، لیکن درج ذیل قرائن سے اس کے دونوں معنوں میں سے پہلے معنی کا متعین ہونا ہی قرار پاتا ہے۔

① «مُلَامَسَةٌ» حقیقت میں دو بدنوں کے کچھ اجزاء کے مل جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن جب اس کی نسبت عورتوں کی طرف ہو تو مراد جماع کرنا لیا جاتا ہے جیسا کہ اہل لغت نے وضاحت کی ہے۔

② سنت مطہرہ جو کہ دراصل قرآن حکیم کا بیان ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ»[1]

''بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کو بوسہ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

1 جامع الترمذی:86

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز کے لیے نکلے اور دوبارہ وضو نہیں کیا۔''

③ دونوں قراءات سے مراد جماع ہونے کے قرائن میں سے یہ بھی ہے کہ امام صنعانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: آیت کا اسلوب اور ترکیب بھی بتاتی ہے کہ یہاں «مُلَامَسَةٌ» سے مراد جماع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تیمم کے اسباب میں فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے قضائے حاجت کے لیے آئے اور یہ حدث اصغر پر تنبیہ اور پھر «مُلَامَسَةٌ» کا ذکر فرما کر حدث اکبر پر تنبیہ فرمائی اور یہ حکم ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾ کہ اگر تم جنبی ہو تو طہارت حاصل کرلو، گویا کہ اگر غسل کرنے کے لیے پانی نہیں تو فرمایا کہ جس طرح وضو کی جگہ تیمم کرلو اسی طرح غسل کی جگہ تیمم کرلو۔

اور اگر «مُلَامَسَةٌ» سے ہاتھ سے چھونا مراد لیا جائے تو آیت سے یہ فائدہ اخذ نہیں ہوتا کہ مٹی پانی کی جگہ حدث اکبر میں بھی کفایت کرے گی اور آیت کے اول حصے کی مخالفت ہوگی۔ [1]

گویا کہ جماع والی تفسیر سے آیت حدث اکبر اور حدث اصغر دونوں کو شامل ہوگی اور اگر ہاتھ سے چھونا مراد لیا جائے تو جنبی کے لیے تیمم اس آیت سے اخذ نہیں کیا جا سکے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ عورت کو شہوت یا بدون شہوت کسی طرح بھی چھونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا، اور «لَمَسْتُمُ» والی قراءت سے بھی جماع کرنا ہی مراد ہے جیسا کہ دوسری قراءت «لَامَسْتُمُ» نے معنی کو متعین کر دیا ہے۔

② فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ﴾ [2]

''اور تم پہاڑوں سے تراش کر گھر بناتے ہو، اس حال میں کہ خوب ماہر ہو۔''

اختلاف قراءات:

امام ابن عامر شامی، امام عاصم، امام حمزہ، امام کسائی اور خلف العاشر نے فاء کے بعد الف سے «فٰرِهِيْنَ» پڑھا ہے، جبکہ باقی تمام قراء نے بغیر الف کے «فَرِهِيْنَ» پڑھا ہے۔

1 سبل السلام 1/66
2 الشعراء:149

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں قراءات کا معنی:

الف والی قراءت میں «فٰرِهِيْنَ» ہوگا جس کا معنی ہے: اپنے کام میں ماہر ہونا، قوم عاد پہاڑوں کو تراش کر اونچے اونچے محل بناتے اور اس کام میں وہ خوب ماہر تھے۔

جبکہ دوسری قراءت نے اس معنی کو واضح کیا کہ: وہ یہ کام کرتے ہوئے تکبر اور گھمنڈ کا شکار ہوتے، کیونکہ «فَرِهِيْنَ» بغیر الف کے غرور اور تکبر کے معنی میں ہے۔

دونوں قراءت کا تفسیری اثر:

ایک قراءت سے ان کا اپنے کام میں ماہر ہونا واضح ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری قراءت نے اس معنی کو واضح کیا کہ وہ یہ کام (عمارتیں بنانے والا) اپنی ضرورت اور حاجت پورا کرنے کے لیے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس سے ان کی غرض اپنی شان وشوکت، مہارت اور کمال فن کی نمائش تھی اور اس کے ساتھ وہ عجب اور کبر کی بیماری میں مبتلا تھے، اور ان کے اس کبر اور عجب کا نتیجہ تھا کہ سیدنا صالح علیہ السلام پر ایمان لانے کی بجائے اور اللہ رب العزت کی اونٹنی کو بطور نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے بلکہ انکار کیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، جس کے نتیجے میں عذاب الٰہی کا مستحق قرار پائے، آج بھی وہ مقامات عبرت کا سامان ہیں۔

③ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ﴾ [1]

''تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے۔''

اختلاف قراءات:

امام حمزہ اور کسائی نے «اِثْمٌ كَثِيْرٌ» اور باقی تمام قراء نے «اِثْمٌ كَبِيْرٌ» پڑھا ہے۔

دونوں قراءات کا معنی:

امام حمزہ اور امام کسائی کی قراءت «كَثِيْرٌ» ہے جو کثرت سے ہے، مطلب یہ ہوگا کہ شراب پینے سے بہت سے گناہ وجود میں آتے ہیں، بیہودہ گوئی، فحش گوئی، گالی گلوچ، جھوٹی قسمیں، خیانت، عداوت،

1 البقرة:219

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرائض اور ذکر الٰہی میں کوتاہی وغیرہ۔

امام ابوحیان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

کہ شراب کے متعلق جو یہ فرمایا گیا ہے کہ اس میں «إِثْمٌ كَثِيرٌ» بہت زیادہ گناہ ہیں یا تو اس اعتبار سے کثرت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ شرابی اور بھی بہت سے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے، یا اس اعتبار سے کہ شراب پی لینے کے بعد بہت سے ایسے زبان سے کلمات نکالتا ہے جو گناہ ہوتے ہیں اور حرام ہوتے ہیں، یا کئی ایسے کام کر جاتا ہے جو کام کرنا حرام ہوتا ہے، یا اس اعتبار سے کہ شراب بنائے جانے سے لے کر بیچنے اور خریدنے اور پینے تک سبھی کو گناہ گار قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

«لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْخَمْرَ وَلَعَنَ مَعَهَا عَشَرَةً بَائِعَهَا، مُبْتَاعَهَا وَالْمُشْتَرَاةَ وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَالْمَعْصُوْرَةَ لَهُ وَسَاقِيَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ لَهُ وَآكِلَ ثَمَنِهَا»[1]

''رسول اللہ ﷺ نے شراب پر لعنت کی اور اس کے ساتھ دس افراد پر لعنت کی، شراب بیچنے والا، جس کیلئے بیچا جا رہا ہے، جس کے لیے خریدا جا رہا ہے، نچوڑنے والا، نچڑوانے والا، جس کیلئے نچوڑا جا رہا ہے، پلانے والا، پینے والا، اٹھا کر لانے والا، اور جس کے لیے اٹھا کر لایا جا رہا ہے، اور اس کی قیمت کھانے والا۔''[2]

اور دوسری قراءت میں ہے: «إِثْمٌ كَبِيرٌ» یعنی شراب پینے میں بہت بڑا گناہ ہے۔

امام مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس پر امت کا اجماع ہے کہ شراب پینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے لہٰذا اسے پینے پر ضرور بڑا گناہ ہی ہوگا۔

اور یہ گناہ کتنا بڑا ہے اس کا اندازہ رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ، يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا، يُعْزَفُ عَلَى رُءُوْسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ، وَالْمُغَنِّيَاتِ، يَخْسِفُ اللهُ بِهِمُ الْأَرْضَ، وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ

1 البحر المحیط: 2/157
2 سنن ابو داؤد: 2374

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْخَنَازِيرَ» [1]

''میری امت کے کچھ لوگ ضرور بالضرور شراب نوشی کریں گے اور شراب کا نام کوئی اور رکھ لیں گے، ان کے سروں کے پاس آلات موسیقی بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی، اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور انہی میں سے کئی لوگوں کو خنزیر اور بندر بنا دے گا۔''

دونوں قراءات کا تفسیری اثر:

دونوں قراءات نے شراب نوشی کی سنگینی کے دونوں پہلوؤں کو واضح کر دیا، پہلی قراءت نے یہ بتایا کہ یہ صرف ایک گناہ نہیں ہے بلکہ یہ کئی گناہوں کا باعث ہے اور اس سے کثرت گناہ میں مبتلا ہونے کی وضاحت ہوئی، جبکہ دوسری قراءت نے اس گناہ کے کبیرہ گناہوں میں ایک بہت بڑا گناہ ہونا واضح کیا۔ گویا شراب کی حرمت کی تاکید ثابت ہوئی اور ایک قراءت نے دوسری کے معنی میں مزید وسعت پیدا کر دی۔

اور دونوں قراءتیں متواتر ہیں اور بالاجماع دونوں قرآن ہیں اور رسم مصحف میں دونوں کا احتمال موجود ہے۔

امام ابو حیان رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ کچھ لوگوں نے ان دونوں قراءتوں کو ایک دوسرے پر ترجیح دی ہے اور یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ دونوں قراءتیں ہی کلام الٰہی ہیں، لہٰذا ہمارے لیے یہ جائز ہی نہیں کہ ہم ایک قراءت کو دوسری پر فضیلت دیں، بلکہ دونوں ہی کلام اللہ ہیں۔ [2]

④ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [3]

''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں،

1 سنن ابن ماجہ: 4020
2 البحر المحیط: 2/158
3 لاعراف: 57

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴾ [1]

''اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔'' ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [2]

''یا وہ جو تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے کے لیے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

قراء کا اختلاف:

تینوں مقامات پر لفظ «بُشْرًا» میں چار قراءات ہیں:

① امام عاصم باء کے ساتھ اور شین کے سکون کے ساتھ «بُشْرًا» پڑھتے ہیں۔

② امام ابن عامر شامی نون کے ضمہ اور شین کے سکون ساتھ «نُشْرًا» پڑھتے ہیں۔

③ امام حمزہ، امام کسائی اور خلف العاشر نون کے فتحہ اور شین کے سکون کے ساتھ «نَشْرًا» پڑھتے ہیں۔

④ امام نافع، ابن کثیر مکی، ابو عمرو بصری، ابو جعفر اور یعقوب یہ تمام قراء نون اور شین دونوں کے ضمہ کے ساتھ «نُشُرًا» پڑھتے ہیں۔

قراءات کا معنی:

«بُشْرًا» والی قراءت میں گویا یہ لفظ بشارت اور خوش خبری دینے کے معنی میں ہے یعنی ہوا بارش کی خوش خبری لاتی ہے۔

دوسری قراءت: «نُشْرًا» ہے، یہ «نُشُوْرٌ» کی جمع ہو گی اور «نُشُوْرٌ» بمعنی «نَاشِرٌ» یعنی زندہ

1 الفرقان: 48 2 النمل 63

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے والا، جس طرح «طُهُوْرٌ» بمعنی «طَاهِرٌ» استعمال ہوتا ہے تو یہاں «نُشُوْرٌ» بمعنی «نَاشِرٌ» ہو گا، جس کا مفہوم یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہوا کو زمین کو زندہ کرنے والی بناتے ہیں، کیونکہ ہوا بارش لاتی ہے جس سے زمین سے نباتات اگتی ہیں اور یہ ہی زمین کی زندگی ہے۔ یا پھر «نُشُوْرٌ» بمعنی «مَنْشُوْرٌ»، یعنی زندہ کی ہوئی ہوا، مفہوم یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہوا کو زندہ کرتے ہیں اور اسے اپنی رحمت سے قبل بھیجتے ہیں۔

دوسری اور چوتھی قراءت «نُشُرًا» اور «نُشْرًا» دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ تیسری قراءت «نَشْرًا» جس کا مطلب پھیلنا ہوتا ہے۔ گویا کہ ہوا جب بند ہوتی ہے تو وہ لپٹی ہوئی ہوتی ہے، پھر اسے بھیجا جاتا ہے تو یہ پہلی حالت لپٹے ہونے سے کھل جاتی ہے۔ اور یہ بھی امکان ہے کہ یہاں بکھرنے کے معنی میں ہو کہ ہوا دائیں بائیں جہاں میرا رب چاہتا ہے وہ بکھر جاتی ہیں۔

اختلاف قراءت کا تفسیری اثر:

ان تمام قراءات سے یہاں معنی میں ایسی وسعت پیدا ہوئی جو ایک قراءت سے ممکن نہیں تھی، گویا اللہ سبحانہ وتعالیٰ بارش سے قبل ہوا کے ذریعے اپنے بندوں کو خوشخبری دیتے ہیں۔ اسی طرح اس بات کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان ہواؤں کو بھجواتے ہیں جو بارش اٹھا کر لاتی ہیں جو زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کر دیتی ہیں، یہ معنی بھی واضح ہوا کہ ہوائیں پہلے لپٹی ہوئی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ انھیں پھیلا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان ہواؤں کے نتیجے میں زمین کو زندہ کرتے ہیں اس حالت میں کہ وہ بادلوں کو اٹھائے ہوئے ہوتی ہیں۔

معنی کے اندر اس قدر وسعت تعدد قراءت کا ثمرہ ہے۔

⑤ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى﴾ [النجم:12]

پھر کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو وہ دیکھتا ہے۔

اختلاف قراءت:

امام حمزہ، امام کسائی، امام یعقوب اور خلف العاشر نے تاء کے فتحہ، میم کے سکون اور بغیر الف کے «أَفَتَمْرُوْنَهٗ» پڑھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جبکہ باقی تمام قراء نے تاء کے ضمہ، میم کے فتحہ اور اس کے بعد الف کے ساتھ «أَفَتُمَارُوْنَهٗ» پڑھا ہے۔

دونوں قراءات کا معنی:

پہلی قراءت میں یہ لفظ «اِمْتَرٰی یَمْتَرِیْ» سے «أَفَتَمْرُوْنَهٗ» ہے جس کا مطلب ہے: انکار کرنا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ [1]

''پس آپ ہرگز انکار کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔''

چونکہ کفار ان کا کام بھی محمد ﷺ جو ان کے پاس لاتے اس کا انکار کرنا تھا لہٰذا انھیں کہا جا رہا ہے کہ: کیا پس تم انکار کرتے ہو اس کا جو اس نے دیکھا۔

اور دوسری قراءت میں یہ «مَارٰی یُمَارِیْ مِرَاءً» مُمَارَاةً سے «أَفَتُمَارُوْنَهٗ» ہے جس کا مطلب: جھگڑا کرنا، مناظرہ کرنا، بحث مباحثہ کرنا، ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا﴾ [2]

''سو تو ان کے بارے میں سرسری بحث کے سوا بحث نہ کر''۔

تو گویا کہ کفار کو کہا جا رہا ہے یہاں سورۃ النجم کی آیت: ﴿اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى﴾ میں: کیا پس تم جھگڑتے ہو اس پر جو وہ دیکھتا ہے، اور کفار اللہ کے رسول سے جھگڑا کرتے تھے حق دیکھ کر بھی جیسا کہ اس آیت کریمہ میں بھی ہے:

﴿يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ﴾ [3]

وہ تجھ سے حق میں جھگڑتے تھے، اس کے بعد کہ وہ صاف ظاہر ہو چکا تھا۔

اور امام مکی بن طالب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ بِمُجَادَلَةِ قُرَيْشٍ النَّبِيَّ ﷺ أَمْرَ الْإِسْرَاءِ» [4]

معراج کے موقع پر کفار قریش کا رسول اکرم ﷺ سے جھگڑا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

1 البقرۃ:147 2 الکہف: 22 3 الانفال: 6 4 الکشاف:2/295

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں قراءات کا تفسیری اثر:

دونوں قراءات ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور پھر ایک قراءت نے دوسری قراءت کے ساتھ ایک معنی کا اضافہ کیا ہے، کیونکہ کفار قریش نبی ﷺ کا جبریل علیہ السلام کو دیکھنا اور آپ کا معراج کرنا اس کا صرف انکار نہیں کرتے تھے بلکہ رسول اکرم ﷺ کو غلط ثابت کرنے کے لیے پوری کوشش کرتے اور اس پر آپ ﷺ سے مباحثہ اور جھگڑا کرتے۔ گویا دونوں قراءات نے مل کر معنی کو مکمل کیا اور واضح کیا ان کا انکار کرنا اور جھگڑنا۔

⑥ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ (الطور:21)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے، ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔

اختلاف قراءت:

امام ابوعمرو بصری نے ہمزہ قطعی مفتوح، تاء اور عین کے سکون، نون مفتوح اور اس کے بعد الف سے جمع متکلم کے ساتھ پڑھا ہے۔ «وَأَتْبَعْنَاهُمْ»

جبکہ باقی تمام قراء نے ہمزہ وصلی، تاء کی تشدید، عین کے فتحہ، اور اس کے بعد تاء ساکنہ کے ساتھ واحد مونث کا صیغہ «وَاتَّبَعَتْهُمْ» پڑھا ہے۔

دونوں قراءات کا معنی:

جمہور قراء کی قراءت کے مطابق اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے خبر دی جا رہی ہے کہ مومنوں کی اولاد بھی ایمان میں اپنے والدین کے پیچھے چلتی ہے، جبکہ ابوعمرو بصری کی قراءت میں معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ خود اپنے متعلق یہ بتا رہے ہیں کہ مومنوں کی اولاد میں سے جسے وہ چاہتا ہے والدین جیسے ایمان کی توفیق عطا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے رسوا کرتا ہے اور والدین جیسے ایمان کی توفیق سے نہیں نوازتا۔

تفسیری اثر:

پہلی قراءت جمہور قراء والی میں یہ اجمال باقی رہتا ہے کہ: مومنوں کی پیروی ان کی ساری اولاد کرتی ہے چاہے ایمان لائے ہوں یا نہ لائے ہوں، جبکہ امام عمرو بصری والی قراءت نے اس اجمال کو رفع کر دیا، کیونکہ سارے لوگ تو ایمان نہیں لاتے، بلکہ ایمان وہی لاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں سے ایمان کی توفیق سے نوازتا ہے۔ اسی لیے مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ نے تو یہاں تک کہہ دیا:

«لَوْلَا الْجَمَاعَةُ لَكَانَتِ الْقِرَاءَةُ الْأُوْلَىٰ (يَعْنِي قِرَاءَةَ أَبِي عَمْرٍو) أَحَبَّ إِلَيَّ لِصِحَّةِ مَعْنَاهَا».

اگر دوسری طرف قراء کی ایک جماعت نہ ہوتی تو ہمیں معنوی صحت اور زیادہ وضاحت کے سبب ابوعمرو کی قراءت زیادہ پسند ہوتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

اختلاف قراءت کے سبب آیت کے معنی کی مختلف جہتوں اور کئی معانی سامنے آنے کا بیان

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ۝﴾ (البقرۃ:165)

اور کاش! وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا اس وقت کو دیکھ لیں جب وہ عذاب کو دیکھیں گے (تو جان لیں) کہ بے شک قوت سب کی سب اللہ کے لیے ہے اور یہ کہ بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔

اختلاف قراءات:

امام نافع، امام ابن عامر، امام یعقوب نے «وَلَوْ تَرىٰ» کو (تاء) کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ باقی تمام قراء نے «وَلَوْ یَرىٰ» کو (یا) سے پڑھا ہے۔

اسی طرح اس آیت میں دوسرا اختلاف «أَنَّ الْقُوَّةَ» ہمزہ کے فتحہ اور کسرہ کا ہے۔

دونوں قراءات کا معنی:

رؤیت دراصل مرئی (دیکھی گئی چیز) کے ادراک کو کہتے ہیں اور اس کی مختلف اقسام ہوتی ہیں جن کا تعلق دیکھنے والے کی ذاتی طاقت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور «رَأٰی» کا مادہ جب اسے دو مفعولوں کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعدی کیا جائے تو علم کے معنی کا تقاضا کرتا ہے اور «الرَّأْیُ» غلبہ ظن کے ذریعے دو متضاد چیزوں میں سے ایک کا اعتقاد رکھنا ہوتا ہے، اور جب لفظ «رَأَیْتُ» کو «اِلٰی» کے ساتھ متعدی کیا جائے تو ایسا غور وخوض کرنے کا تقاضا کرتا ہے جو اعتبار اور یقین تک پہنچا دے۔

لہٰذا آیت کا معنی اور مفہوم یہ ہوگا «تَرٰی» تاء والی قراءت کی صورت میں مخاطب رسول اکرم ﷺ ہوں گے جو «تَرٰی» کے فاعل ہوں گے، اور «اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا» یہ مفعول ہوگا، یعنی:

«وَلَوْ تَرٰی یَا مُحَمَّدُ ﷺ هٰؤُلَاءِ الْمُشْرِكِیْنَ عِنْدَ رُؤْیَتِهِمُ الْعَذَابَ لَرَأَیْتَ أَمْرًا عَظِیْمًا یَنْزِلُ بِهِمْ «وَأَنَّ» بِمَعْنٰی لِأَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا وَلِأَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ»

''اے محمد ﷺ کاش آپ ان مشرکوں کو اس وقت دیکھیں جب یہ اللہ کے عذاب کو دیکھیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ ان پر کتنا بڑا عذاب اترا ہوا ہے کیونکہ ساری قوت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں۔''

اور «یَرَی» والی قراءت کی صورت میں خطاب مشرکوں کو ہوگا اور وہی فاعل بنیں گے تو قراءت کی توجیہ یہ ہوگی:

«وَلَوْ یَرٰی فِی الدُّنْیَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا حَالَهُمْ فِی الْآخِرَةِ إِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ لَعَلِمُوْا أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا».

''اگر ظالم لوگ آخرت کے عذاب کو دنیا میں دیکھ لیں تو وہ جان لیں گے کہ ساری کی ساری قوت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔''

قراءات کا تفسیری اثر:

دونوں قراءات سے دو الگ الگ معانی سامنے آتے ہیں کہ کافروں کو آپ ﷺ قیامت کو دیکھ لیں جب وہ عذاب کو دیکھ کر جزع وفزع اور واویلا کر رہے ہوں، یا وہ کافر لوگ دنیا میں اس آخرت کے عذاب کو دیکھ لیں تو دونوں صورتوں میں وہ جان لیں گے کہ ساری کی ساری قوت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔

لیکن دونوں معانی میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

② فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ﴾ [1]

''یہ تو میں نے لڑکی جنی ہے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو اس نے جنا۔''

اختلاف قراءات:

امام ابن عامر شامی، امام یعقوب اور شعبہ نے صیغہ واحد متکلم کے ساتھ «وضَعْتُ» جبکہ باقی تمام قراء نے صیغہ واحد مونث غائب کے ساتھ «وضَعَتْ» پڑھا ہے۔

دونوں قراءات کا معنی:

جن لوگوں نے تاء کو ساکن کیا ہے ان کی قراءت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ ام مریم کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہے اور جنھوں نے ''تاء'' کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے مطلب یہ ہوگا کہ یہ جملہ حکایت ہے اس سے جو ام مریم نے اپنے متعلق خبر دی ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«مَنْ قَرَأَ بِجَزْمِ التَّاءِ وَ فَتْحِ الْعَيْنِ فَيَكُوْنُ فِي الْكَلَامِ تَقْدِيْمٌ وَتَاخِيْرٌ، وَتَقْدِيْرُهُ: إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَى وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى وَاللهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتُ، وَمَنْ قَرَأَ بِضَمِّ التَّاءِ فَهُوَ كَلَامٌ مُتَّصِلٌ مِنْ كَلَامِ أُمِّ مَرْيَمَ» [2]

''جس نے تاء کے جزم اور عین کے فتحہ سے پڑھا ہے تو ان کے ہاں کلام میں تقدیم وتاخیر سے اصل کلام یوں ہوگی: کہ بے شک میں نے لڑکی کو جنا ہے اور مذکر مؤنث کی مانند نہیں ہوتا اور اللہ خوب جانتا ہے جو میں نے جنا ہے، اور جس نے اسے تاء کے ضمے کے ساتھ پڑھا ہے تو ان کے ہاں یہ کلام متصل ہے اور یہ اُم مریم کا مقولہ ہے۔''

خلاصہ یہ ہوا کہ غائب والی قراءت میں ان کے لیے تسلی ہے اور صیغہ متکلم والی قراءت سے سمجھ آتا ہے کہ ان کو یقین تھا کہ لڑکی کے پیدا ہونے میں میرے اللہ کی حکمت ہے جس کو وہی جانتا ہے۔

1 آل عمران:36 2 زاد المسیر:1/276

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

③ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً﴾ [1]

''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے۔''

اختلاف قراءات:

«فَیُضَاعِفَهٗ» میں قراء کی چار قراءتیں ہیں۔

① فَیُضَاعِفُهٗ: نافع، ابوعمرو بصری، حمزہ، کسائی

② فَیُضَاعِفَهٗ: امام عاصم

③ فَیُضَعِّفُهٗ: ابن کثیر مکی، ابوجعفر

④ فَیُضَعِّفَهٗ: ابن عامر شامی، یعقوب، بصری

قراءات کا معنی:

«ضَاعَفَ» اور «ضَعَّفَ» دونوں ہی تکثیر اور زیادتی پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ «ضَاعَفَ» میں کئی گنا اضافہ کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔

جیسا کہ امام قیسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«أَنْ ضَاعَفْتُ أَكْثَرُ مِنْ ضَعَّفْتُ، لِأَنْ ضَعَّفْتُ مَعْنَاهَا مَرَّتَانِ، وَحُكِيَ أَنَّ الْعَرَبَ تَقُوْلُ ضَعَّفْتُ دِرْهَمَكَ أَيْ جَعَلْتُهٗ دِرْهَمَيْنِ وَتَقُوْلُ ضَاعَفْتُهٗ أَيْ جَعَلْتُهٗ أَكْثَرَ مِنْ دِرْهَمَيْنِ» [2]

''مفاعلہ کا صیغہ، تفعیل کے صیغہ سے بڑھ کر ہے، اس لیے کہ تفعیل والے صیغہ کا معنی ہوتا ہے، دو مرتبہ، جیسا کہ عربوں کے ہاں کہا جاتا ہے «ضَعَّفْتُ دِرْهَمَكَ» میں نے تیرے درہم کو دوگنا کر دیا، اور جب «ضَاعَفْتُهٗ» کہتے ہیں تو معنی ہوتا ہے کہ: میں نے تیرے درہم کو دوگنا سے بھی زیادہ کر دیا۔''

1 البقرۃ:245 2 الکشف عن وجوہ القراءات السبع:1/300

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءات کا تفسیری اثر:

دونوں قراءات کو سامنے رکھتے ہوئے سمجھ آتی ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور اس کی نیت میں اخلاص ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اجر اور بدلہ کسی اعتبار سے کم نہیں کرے گا اس میں کثرت بھی ہوگی اور برکت بھی ہوگی، اور یہ کثرت دوگنا بھی اور اسے کئی گنا بھی وہ بڑھا دے گا۔

جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی معروف روایت میں بھی ہے کہ ہر نیکی کا بدلہ اللہ تعالیٰ دس گنا تو عطا فرماتے ہیں اور بھی اسے چاہیں تو سات سو گنا تک حتی کہ «إِلَىٰ أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ» اسے کئی گنا بھی بڑھا دیتے ہیں۔[1]

④ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا ۖ وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤١﴾﴾[2]

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور وہ انھیں نفرت کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔''

قراء کا اختلاف:

«لِيَذَّكَّرُوا» میں دو قراءتیں ہیں:

① لِيَذْكُرُوا امام حمزہ، امام کسائی اور خلف العاشر کی قراءت تخفیف سے ہے

② لِيَذَّكَّرُوا جبکہ باقی تمام قراء نے تشدید سے پڑھا ہے

دونوں قراءات کا معنی:

«لِيَذْكُرُوا» تخفیف والی قراءت میں یہ «ذِكْر» سے ہے۔ جس کا مطلب ہے ''یاد کرنا'' جو کہ نسیان ''بھول جانے'' کی ضد ہے، جبکہ «لِيَذَّكَّرُوا» تشدید والی قراءت میں یہ «تَذَكُّر» سے ہے جس کا مطلب غور وفکر کرنا اور نصیحت حاصل کرنا ہوتا ہے۔

امام قیسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«فَالتَّشْدِيدُ لِلتَّدَبُّرِ وَالتَّخْفِيفُ لِلذِّكْرِ بَعْدَ النِّسْيَانِ»[3]

تشدید تدبر وغور وفکر کرنے کے معنی میں ہے جبکہ تخفیف بھول جانے کے بعد یاد کرنے کے معنی میں ہے۔

1 صحیح البخاری: 6491، صحیح مسلم: 131 2 الاسراء: 41 3 الکشاف: 2/47

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح علامہ آلوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

«وَقَرَأَ حَمْزَةُ وَالْكِسَائِيُّ هُنَا وَفِي الْفُرْقَانِ لِيَذَّكَّرُوا مِنَ الذِّكْرِ الَّذِي بِمَعْنَى التَّذَكُّرِ ضِدُّ النِّسْيَانِ وَالْغَفْلَةِ، وَالتَّذَكُّرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ الْأُولَى بِمَعْنَى الِاتِّعَاظِ» [1]

امام حمزہ اور کسائی نے اس کلمہ کو یہاں اور سورۃ فرقان میں مادہ ذکر سے پڑھا ہے جو کہ یاد کرنے کے معنی میں ہے اور نسیان اور غفلت کی ضد ہے، جبکہ تذکر پہلی قراءت کے مطابق نصیحت حاصل کرنے کے معنی میں ہے۔

اختلاف قراءات کا تفسیری اثر:

اس آیت کریمہ میں دو قراءات ہونے کی وجہ سے حکم کے دو پہلو سامنے آتے ہیں۔

① قرآن کا ذکر یعنی اسے یاد کرنا اور اس کی تلاوت کرنا

② قرآن پر تدبر کرنا اور اس سے نصیحت حاصل کرنا

یہ دونوں معانی ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں اور دونوں میں کسی ایک کا دوسرے کے بغیر پایا جانا ممکن نہیں، یعنی ذکر کرنا، تلاوت کرنا اس کے بغیر نصیحت حاصل نہیں ہو سکتی اور اسی طرح نصیحت حاصل کیے بغیر ذکر ناقص ہے، ان معانی کی تائید ایک اور مقام پر موجود فرمان باری تعالیٰ سے بھی ہو جاتی ہے۔

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝﴾ [2]

''ہم نے قرآن مجید کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔''

اس آیت کریمہ میں دونوں معانی کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ذکر جو کہ نسیان کی ضد ہے، اور تذکر بمعنی نصیحت، لیکن مذکورہ آیت میں دونوں معانی ایک ہی کلمہ میں دو قراءتوں کی بنا پر حاصل ہوتے ہیں۔

⑤ فرمان باری تعالیٰ:

﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ۝﴾ [3]

''بے شک وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں سے تھا۔''

1 روح المعانی: 15/82 2 القمر: 17 3. یوسف: 24

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءات:

«اَلْمُخْلَصِيْنَ» کلمہ میں دو قراءات ہیں:

① «اَلْمُخْلَصِيْنَ» لام کے فتحہ کے ساتھ صیغہ اسم مفعول ہے: امام نافع، ابو جعفر، عاصم، حمزہ کی قراءت ہے۔

② «اَلْمُخْلِصِيْنَ» یہ دیگر تمام قراء کی قراءت ہے، یعنی صیغہ اسم فاعل کے ساتھ۔

دونوں قراءات کا معنی:

لام کے فتحہ والی قراءت «اَلْمُخْلَصِيْنَ» کا معنی ہوگا کہ بے شک سیدنا یوسف علیہ السلام ہمارے ان بندوں میں سے ہیں جن کو ہم نے اپنے لیے خالص کر لیا اور انھیں اپنی نبوت اور رسالت کے لیے چن لیا، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کے متعلق فرمایا:

﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝﴾ [1]

''بے شک ہم نے ان کو ایک صفت کے ساتھ چن لیا جو اصل گھر کی یاد ہے۔''

جبکہ دوسری قراءت لام کے کسرہ والی «اَلْمُخْلِصِيْنَ» کا معنی ہوگا کہ بے شک سیدنا یوسف علیہ السلام ہمارے ان بندوں میں سے تھے، جنھوں نے ہماری توحید اور عبادت کو خالص کیا اور اس میں ہمارے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں بنایا اور نہ ہمارے علاوہ کسی غیر کی عبادت کی۔[2]

اور اس معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ [3]

''مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑے رہے اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کیا تو یہ بھی مومنین کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔''

1 ص: 46 2 تفسیر طبری: 12/191 3 النساء: 146

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءات کا تفسیری اثر:

دونوں قراءات سے یہ واضح ہوا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے چن لیا اور انھیں خالص کر دیا، اور دوسری قراءت نے یہ معنی دیا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی اپنی عبادت اور توحید کو صرف اللہ کے لیے خالص کیا۔ گویا دونوں قراءات ایک دوسرے کے معنی کی تکمیل کرتی ہیں کہ جن لوگوں نے اپنے اعمال اور دین کو اللہ کے لیے خالص رکھا درحقیقت یہ اخلاص کی توفیق اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہوتی ہے اس میں خود ان کا کمال نہیں ہوتا، اور دوسری طرف یہ اشارہ ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی دولت سے نوازا ہے تو اسے بھی چاہیے کہ اپنے آپ کو خالص رکھے اور شرک کی آلائشوں سے پاک رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشق

سوال 1 تفسیر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف ذکر کریں۔

سوال 2 علم قراءات اور تفسیر قرآن پر روشنی ڈالیں۔

سوال 3 کتب تفسیر میں سے دس معروف کتب اور ان کے مؤلفین کے نام لکھیں جنھوں نے قراءات قرآنیہ کو ذکر کیا ہے۔

سوال 4 تفسیری پہلو سے قراءات کی کتنی اور کون سی اقسام ہیں؟ وضاحت کریں۔

سوال 5 تفسیر القرآن میں قراءات کے اثرات کو علماء سلف کے اقوال کی روشنی میں تحریر کریں۔

سوال 6 تفسیر القرآن میں قراءت کے اثرات کے متعلق قواعد قلمبند کریں۔

سوال 7 اختلاف قراءات کے سبب آیت کا معنی واضح ہونے کو مثالوں سے ذکر کریں۔

سوال 8 اختلاف قراءات سے معنی میں وسعت پیدا ہونے کو مثال سے واضح کریں۔

سوال 9 اختلاف قراءات سے اشکال کے رفع ہونے کو مثال سے ذکر کریں۔

سوال 10 «إِثْمٌ كَبِيرٌ» اور «إِثْمٌ كَثِيرٌ» دونوں قراءات کا تفسیری پہلو واضح کریں نیز مسئلہ کی وضاحت میں احادیث بھی قلمبند کریں۔

سوال 11 لفظ «بُشْرًا» کی قراءات اور اس کا تفسیری اثر ذکر کریں۔

سوال 12 اختلاف قراءات کے سبب آیت کے کئی معانی سامنے آنے کی صورت کو مثال سے تحریر کریں۔

سوال 13 «فَيُضَاعِفُهُ» میں کتنی اور کون سی قراءات ہیں اور اس کے تفسیر پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟۔

سوال 14 «اَلْمُخْلَصِينَ» اور «اَلْمُخْلِصِينَ» کی دونوں قراءات سے تفسیر پر کیا اثر پڑتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

اختلاف قراءت کے فقہی احکام پر اثرات

﴿1﴾ فصل اول: تمہید

﴿2﴾ فصل دوم: قراءت کے عبادات میں اثرات

﴿3﴾ فصل سوم: قراءات کے معاملات میں اثرات

﴿4﴾ فصل چہارم: قراءات کے جہاد اور حدود میں اثرات

﴿5﴾ فصل پنجم: قراءات کے قضایا، قسموں اور فرائض میں اثرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

تمہید

علم فقہ ان اساسی علوم میں سے ہے جسے سیکھنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ انسان اپنے دینی امور عبادات وغیرہ کی اصلاح کر سکے، اور اپنے دنیوی امور کو صحیح منہج پر چلا سکے، امام ابو عمرو دانی رحمہ اللہ قراءات قرآنیہ کے مدرس کی شروط میں فرماتے ہیں:

« وَجَمْعَ التَّفْسِيْرَ وَالْأَحْكَامَ » [1]

کہ وہ تفسیر اور احکام کا عالم اور ماہر ہو۔ اسی لیے قراءات اور فقہ کا بہت گہرا تعلق ہے۔

فقہ کا معنی و مفہوم:

عربی لغت میں فقہ یہ « فَقُهَ يَفْقُهُ » (كَرُمَ، سَمِعَ) سے مصدر ہے جس کا مطلب: فہم یا کسی چیز کی سمجھ حاصل کرنا وغیرہ ہے۔

جیسا کہ قوم شعیب نے کہا تھا:

﴿قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ﴾ [2]

''انہوں نے کہا کہ: اے شعیب تیری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔''

دوسری جگہ سورہ طٰہٰ میں ہے:

﴿يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ﴾ [3]

1 الارجوزة المنبهة:168 2 هود:91 3 طٰهٰ: 28

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''وہ میری بات کو سمجھ سکیں۔''

اور تیسری جگہ فرمایا:

﴿فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝﴾ [1]

''انہیں کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں''۔

اسی طرح حدیث نبوی میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

«مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ» [2]

''اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔''

''فقیہ'' علم فقہ جاننے والا، بہت سمجھدار شخص اور اس کی جمع فقہاء استعمال ہوتی ہے۔

ابتدائی ادوار میں فقہ کا لفظ مطلق کتاب وسنت کے علم میں مہارت اور دین میں بصیرت حاصل کرنے پر بولا جاتا تھا اس سے مراد دین کی کوئی خاص ایک جہت مراد نہیں ہوتی تھی۔ [3]

لیکن متاخرین کے ہاں علوم اسلامیہ میں سے ایک معین علم اس سے مراد ہوتا ہے اور اس کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

«اَلْعِلْمُ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ الْمُكْتَسَبِ مِنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيلِيَّةِ» [4]

''اس سے مراد ایسا علم ہے جس میں ان شرعی احکام کے متعلق بحث کی جاتی ہے جن کا تعلق عمل سے ہو اور انہیں تفصیلی دلائل سے حاصل کیا گیا ہو۔''

گویا کہ علم فقہ میں بندوں کے افعال سے تعلق رکھنے والے مسائل زیر بحث لائے جاتے ہیں جیسے نماز، روزہ، نکاح، طلاق، خرید وفروخت وغیرہ یعنی صرف عبادات اور معاملات اس میں شامل ہوتے ہیں عقائد و ایمانیات کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔

قراءات اور فقہ کا باہمی تعلق

قراءات کے فقہ پر اثرات کے متعلق مباحث سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ فقہ اور قراءت کا اور فقہاء اور قراء کا باہمی تعلق کیا ہے۔

1 النساء:78 2 صحيح البخاري:71

3 تاريخ الفقه الاسلامي:11-20

4 الأحكام للآجري1/50، ارشاد الفحول1/7، التعريفات:14

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہ کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کے بعد اب ہم قراءات اور فقہی احکام کے تعلق کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک قراءت دوسری قراءت کے ساتھ ایسے ہی ہوتی ہے جیسے ایک آیت کے ساتھ دوسری آیت۔ اسی لئے سلف کہا کرتے تھے:

«اَلْقِرَاءَتَانِ كَالْآيَتَيْنِ يَجِبُ أَنْ يُعْمَلَ بِهِمَا» [1]

''دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہوا کرتی ہیں اور ان دونوں پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔''

جس طرح قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت کے مجمل کی تفسیر، عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید اور بسا اوقات ایک آیت دوسری کو منسوخ بھی کرتی ہے اسی طرح ہی ایک قراءت کا تعلق دوسری قراءت کے ساتھ ہوتا ہے جس سے فقہی احکام کے استنباط پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے اور پھر ائمہ مجتہدین کا جس طرح دو آیتوں کو جمع کرنے میں اپنا اپنا فہم ہوتا ہے جس میں بسا اوقات اختلاف بھی ہوتا ہے اسی طرح دو قراءات کو جمع کرنے میں بھی ان کا فہم مختلف ہوتا ہے گویا کہ قاری اور فقیہ ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں کہ قاری قراءت ذکر کرتا ہے اور فقیہ اس کی توجیہ پیش کرتا ہے اور اس اختلاف قراءات کے نتیجے میں جو احکام مستنبط ہوتے ہیں انہیں واضح کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء نے علم فقہ کے ساتھ قراءات کا بھی خاص اہتمام کیا ہے۔

جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا:

«لَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُولَ إِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِلُغَةِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ لَقُلْتُ لِفَصَاحَتِهِ» [2]

''اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید تو حسن بصری رحمہ اللہ کی لغت میں نازل ہوا ہے ان کی فصاحت کی وجہ سے۔''

اور علامہ نویری رحمہ اللہ نے علماء قراءت اور علماء فقہ کے تعلق کو یوں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

«إِنَّ الرُّجُوعَ فِي الْجَوَازِ وَ عَدَمِ الْجَوَازِ أَيْ فِي قَبُولِ الْقِرَاءَاتِ وَرَدِّهَا، إِنَّمَا هُوَ لِأَئِمَّةِ الْفِقْهِ الَّذِينَ يُفْتُونَ فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ» [3]

1 احكام القرآن لابن العربي 1/ 169
2 احسن الأثر ص99، أثر القراءات للدكتور الصبري. ص176 3 النويري علي الطيبة:23

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''قراءات کے جواز اور عدم جواز یعنی قبول اور رد میں رجوع ان ائمہ فقہ کی طرف ہوگا جو حلال و حرام کا فتویٰ دینے والے ہیں۔''

اس سے مراد یہی ہے کہ فقیہ اور قاری دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور دونوں کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے اس کی مزید وضاحت ائمہ اربعہ کے اقوال اور طرز عمل سے بھی ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قراء عشرہ میں سے امام حمزہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

«شَيْئَانِ غَلَبَتْنَا عَلَيْهِمَا لَسْنَا نُنَازِعُكَ فِيهِمَا الْقُرْآنَ وَالْفَرَائِضَ» [1]

''دو چیزوں میں تم ہم پر غلبہ لے گئے ہو قرآن اور فرائض، میں ہم ان دونوں چیزوں میں آپ سے جھگڑیں گے نہیں۔''

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قراءت چونکہ امام اعمش اور امام عاصم سے پڑھی ہے۔ [2]

اور امام اعمش کی قراءت کا اثر ہے کہ احناف نے شاذ قراءت سے بھی حجت لی ہے کیونکہ اعمش رحمہ اللہ کی قراءت شاذ قراءت میں شمار ہوتی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ جنہوں نے امام نافع رحمہ اللہ سے قراءت پڑھی اور ان کی قرات کے متعلق فرمایا:

«إِنَّهَا سُنَّةٌ» بیشک یہ تو سنت ہے۔ [3]

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ سے قراءت کے متعلق سوال ہوا تو فرمانے لگے:

«سَلُوْا نَافِعًا فَكُلُّ عِلْمٍ يُسْأَلُ عَنْهُ أَهْلُهُ» [4]

''کہ امام نافع سے سوال کرو کیوں کے ہر علم کے متعلق اس علم کے اصل ماہر لوگوں سے ہی پوچھا جاتا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ مالکیہ نے امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت کو اختیار کیا ہے اور دیگر پر وہ اسے مقدم کیا کرتے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے امام ابوجعفر رحمہ اللہ کی بھی مدح کی ہے وہ فرماتے ہیں:

«كَانَ رَجُلًا صَالِحًا يُقْرِئُ النَّاسَ بِالْمَدِيْنَةِ» [5]

1 سير أعلام النبلاء: 7/9 2 غاية النهاية: 2/342 3 غاية النهاية: 2/230
4 لطائف الإشارات: 1/94 5 غاية النهاية: 2/382

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''امام ابوجعفر نیک آدمی تھے جو لوگوں کو مدینہ میں قرآن پڑھایا کرتے تھے۔''

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ جو امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قراءت پڑھا کرتے تھے۔ [1]

اسی کا اثر تھا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نماز میں سورہ فاتحہ کی جہری قراءت کے ساتھ بسم اللہ کو جہراً پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں کیونکہ مکی شمار میں بسم اللہ کو سورۃ الفاتحہ کی آیت شمار کیا گیا ہے جیسا کہ امام بن عاشر نے کہا:

«وَالْكُوفِ مَعَ مَلِكٍ يَعُدُّ الْبَسْمَلَةَ * سِوَاهُمَا أُولَى عَلَيْهِمْ عُدَّلَهْ»

''کوفی اور مکی بسم اللہ کو سورۃ الفاتحہ کی آیت شمار کرتے ہیں جبکہ باقی تمام علماء نے پہلے (عَلَيْهِمْ) پر آیت شمار کی ہے۔''

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ نے سورۃ الضحیٰ سے لے کر سورہ الناس تک تکبیرات کو مستحب قرار دیا ہے۔ امام ابن کثیر مکی کی قراءت پر عمل کرتے ہوئے اور یہ تکبیرات ابن کثیر مکی کے شاگرد امام بزی کی طریق سے ثابت ہیں جو قراء کے ہاں تکبیرات بزی کے نام سے معروف ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام ابوعمرو بصری، امام عاصم اور اہل مدینہ کی قراءت کو فضیلت دیا کرتے تھے کیونکہ انہوں نے انہی قراءات کو پڑھا تھا۔ [2]

اسی طرح امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے امام حمزہ کی قراءت کے متعلق فرمایا:

«مَا قَرَأَ حَمْزَةُ حَرْفاً إِلَّا بِأَثَرٍ» [3]

امام حمزہ رحمہ اللہ نے بغیر نقل اور ثبوت کے ایک حرف بھی نہیں پڑھا۔

ان تمام چیزوں سے فقہ کا قراءت اور فقہاء کا قراء سے تعلق واضح ہوتا ہے فقہائے عظام نے متعدد قراءات کو پڑھا اور اس کا خاص اہتمام کیا ہے آنے والی مثالوں سے یہ چیز نمایاں ہوگی کہ قراءات کے فقہی اثرات کیا کیا مرتب ہوتے ہیں۔

1 النشر: 2/310 2 غاية النهاية: 1/112 3 النشر: 1/133

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

قراءت کے عبادات میں اثرات

مثال نمبر:① .....فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾ (المائدۃ 6:)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھولو)۔''

قراء کا اختلاف لفظ «اَرْجُلَكُمْ» میں دو قراءات ہیں:

امام نافع، ابن عامر شامی، کسائی، حفص اور یعقوب نے اسے لام کے نصب سے «اَرْجُلَكُمْ» پڑھا ہے جبکہ باقی تمام قراء اسے «اَرْجُلِكُمْ» لام کی جر سے پڑھتے ہیں۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَأَرْجُلِكُمْ بِالنَّصْبِ عَمَّ رِضاً عَلاَ».

''اور «أَرْجُلَكُمْ» کو نافع شامی، کسائی اور حفص نے نصب سے پڑھا ہے۔''

نصب والی قراءت میں «أَرْجُلَكُمْ» کا عطف «وُجُوْهَكُمْ» پر ہوگا اور یہ «اِغْسِلُوْا» کا معمول ہوگا۔ جبکہ «أَرْجُلِكُمْ» جر والی قراءت میں اس کا عطف «رُؤُوْسِكُمْ» پر ہوگا اور یہ «وَامْسَحُوْا» کا معمول ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہاء کا اختلاف:

فقہاء کے درمیان اختلاف اس چیز میں ہے کہ پاؤں کو دھونا واجب ہے یا پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے اور اس اختلاف کا سبب فقہاء میں اس آیت میں دو متواتر قراءات ہیں جمہور فقہاء کا موقف یہی ہے کہ دونوں قراءات سے پاؤں کا دھونا واجب ہوتا ہے اور اس پر اہل سنت کے ہاں اجماع ہے جبکہ روافض نے اس کی مخالفت کی ہے اور ان کے ہاں پاؤں کا مسح واجب ہے اور اپنے فہم فاسد کے لیے دلیل اور حجت جر والی قراءت کو قرار دیا ہے بلکہ اسے نصب والی قراءت پر ترجیح دی ہے۔

اس میں راجح اور حق یہی ہے کہ پاؤں کا دھونا واجب ہے جس کے درج ذیل دلائل ہیں۔

احادیث صحیحہ میں صراحت موجود ہے کہ پاؤں کا دھونا ضروری ہے جیسا کہ صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ کچھ صحابہ نے وضو کیا اور ان کی ایڑھیاں خشک رہ گئی جن تک پانی نہ پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا:

«وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ» [1]

''خشک رہ جانے والی اِن ایڑھیوں کے لیے جہنم کی آگ ہے۔''

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مکمل پاؤں کا دھونا واجب ہے۔

② اجماع صحابہ: تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اتفاق تھا کہ پاؤں کو دھونا واجب ہے جیسا کہ امام ابو عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

«أَجْمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى غَسْلِ الْقَدَمَيْنِ» [2]

''پاؤں کے دھونے پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع تھا۔''

③ نص قرآنی بھی پاؤں کے دھونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہے اور اس میں نصب اور جر والی قراءت دونوں برابر ہیں۔

دلیل:

قرآنی آیت میں موجود لفظ «اِلَى الْكَعْبَيْنِ» ہے کیونکہ جیسے ہاتھوں کو دھونے کا حکم تھا تو اس کو محدود کیا

1 صحيح البخاري: 163، صحيح مسلم: 242 2 رواه سعيد بن منصور، انظر: فتح الباري: 1/ 353

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ «اِلَی الْمَرَافِقِ» کہنیوں سمیت، اسی طرح پاؤں کے متعلق فرمایا «اِلَی الْکَعْبَیْنِ» ٹخنوں سمیت اگر پاؤں کا وظیفہ مسح ہوتا تو پھر «اِلَی الْکَعْبَیْنِ» تک محدود کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

جر والی قراءت کی توجیہات:

① امام سیبویہ اور اخفش کہتے ہیں کہ «اَرْجُلِکُمْ» پر جر «بِرُؤُوْسِکُمْ» کے قرب اور پڑوس کی وجہ سے ہے یہ حکماً منصوب ہی ہے جس کا عطف وُجُوْهَکُمْ پر ہے۔ جیسا کہ عربوں کے ہاں بولا جاتا ہے «جُحْرُ ضَبٍّ خَرِبٍ» «خرب» کو مجرور «ضَبٍّ» کے قرب اور پڑوس کی وجہ سے کیا جاتا ہے حالانکہ یہ مرفوع ہے کیونکہ یہ (جُحر) کی صفت ہے اور یہ استعمال قرآن حکیم میں اور مقامات پر بھی موجود ہے۔

﴿ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴾ [1]

''بیشک میں تم پر بڑے دن کے عذاب سے خوف کھاتا ہوں''۔

«عَظِیْم» کو «یَوْم» کے قرب اور پڑوس کی وجہ سے جر دی گئی ہے حالانکہ یہ منصوب ہے کیونکہ یہ عذاب کی صفت ہے۔

اور اسی طرح «وَحُوْرٌ عِیْنٌ» امام حمزہ اور کسائی کی قراءت میں «وَحُوْرٍ عِیْنٍ» مجرور ہے جو جوار (پڑوس اور قرب) کی وجہ سے ہے حالانکہ اس کا عطف ﴿ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴾ (الواقعة:17) پر ہے جو کہ مرفوع ہے لہٰذا «حُوْرٌ عِیْنٌ» بھی مرفوع ہوگا اور ضمہ مقدر ہوگا جسے ظاہر ہونے سے «اَلْجَوَارْ» نے روک دیا۔

② ابوعلی الفارسی کہتے ہیں کہ جر والی قراءت میں اگر «اَرْجُلِکُمْ» کا عطف «رُؤُوْس» پر بھی مان لیا جائے تو پھر بھی یہاں «مسح» سے مراد ''غسل'' دھونا ہی ہوگا کیونکہ عربوں کے ہاں ''غسل'' کو بھی مسح کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ ازہری نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا ابوزید انصاری سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

«اَلْمَسْحُ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ یَکُوْنُ غَسْلًا وَیَکُوْنُ مَسْحًا وَمِنْهُ یُقَالُ: إِذَا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ أَعْضَاءَهُ قَدْ تَمَسَّحَ» [2]

عربوں کے ہاں مسح کا لفظ دھونے اور مسح کرنے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے

1 الاحقاف:21 2 الاقناع21

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کسی نے وضو کیا اور اپنے اعضاء کو دھویا تو اس پر لفظ بولا جاتا ہے «قَدْ تَمَسَّحَ» اس نے مسح کیا حالانکہ اس نے اعضاء کو دھویا ہوتا ہے۔

③ اگر اس کا عطف «رُؤُوسِكُمْ» پر مان بھی لیا جائے کہ یہاں پاؤں کا جر والی قراءت سے مسح ہی ثابت ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسے پھر پاؤں کی اس حالت پر محمول کیا جائے گا جب موزے پہن رکھے ہوں کہ موزوں کی حالت میں پاؤں پر مسح کرو اور پاؤں کا مسح اس حالت میں نبی ﷺ سے تقریباً 70 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے۔

اس طرح گویا کہ دونوں قراءات سے الگ الگ پاؤں کا حکم ثابت ہو جائے گا نصب والی قراءت سے پاؤں کا دھونا ثابت ہوگا جب پاؤں ننگے ہوں اور جر والی قراءت سے پاؤں کا مسح لیکن اس وقت جب پاؤں پر موزے پہن رکھے ہوں۔ [1]

گزشتہ تینوں صورتوں میں دونوں قراءتوں کو جمع کیا گیا ہے اور یہی اولیٰ ہے لیکن اگر بالفرض جمع ناممکن ہو تو پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''مسح'' منسوخ ہو گیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جس عمل پر ہمیشگی فرمائی ہے وہ پاؤں کا دھونا ہے اور یہاں نسخ والی بات امام طحاوی اور ابن حزم نے کہی ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہاں نسخ کی ضرورت نہیں کیونکہ دونوں قراءتوں کا جمع کیا جانا ممکن ہے۔

اور یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پاؤں کا تذکرہ مَغْسُولَات اور مَمْسُوحَات کے آخر میں کیا ہے جس سے یہ فائدہ اخذ ہوتا ہے کہ وضو میں ترتیب ضروری ہے کہ پہلے چہرہ، دونوں بازو پھر سر کا مسح اور آخر میں پاؤں کے دھونے کا تذکرہ فرمایا اس کی تائید رسول اکرم ﷺ کے زندگی بھر کے عمل مبارک سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ وضو اسی ترتیب سے کیا ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء میں شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وضو میں ترتیب فرض ہے جبکہ حنفیہ اور مالکیہ نے بھی اسے سنت مؤکدہ قرار دیا ہے۔ [2]

یہی حکمت یہاں کارفرما تھی کی «اَرْجُلَكُمْ» کا تذکرہ «رُؤُوسِكُمْ» کے بعد کیا گیا ہے۔

مثال نمبر ②:.....

فرمان باری تعالیٰ ہے:

1 تفسیر ابن کثیر: 2/22، نیل الاوطار: 1/207 2 الفقہ الاسلامی وادلتہ، 1/338

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝﴾ [1]

''اور تم ابراہیم کی جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''

قراء کا اختلاف:

امام ابن عامر شامی اور امام نافع مدنی نے «وَاتَّخِذُوْا» خاء کے فتحہ سے پڑھا ہے اور باقی تمام قراء نے «وَاتَّخَذُوْا» خاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَوَاتَّخِذُوا بِالْفَتْحِ عَمَّ وَأَوْغَلَا».

امام نافع اور ابن عامر شامی نے «وَاتَّخَذُوْا» خاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔

فقہی اثرات:

مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے کا مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جنہیں موافقات عمر رضی اللہ عنہ میں شمار کیا گیا ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

«وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لَوْ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾، وَآيَةُ الْحِجَابِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لَوْ أَمَرْتَ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ» [2]

''میری تین باتوں میں جو میرے منہ سے نکلا میرے رب نے ویسا ہی حکم فرمایا۔ میں نے کہا تھا

1 البقرۃ125 2 صحیح البخاری:402

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا سکتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو''۔ دوسری آیت پردہ کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کاش! آپ اپنی عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے، کیونکہ ان سے اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ بات کرتے ہیں۔ اس پر پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ اور ایک مرتبہ آنحضور ﷺ کی بیویاں جوش وخروش میں آپ کی خدمت میں اتفاق کر کے کچھ مطالبات لے کر حاضر ہوئیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک تمہیں طلاق دلا دیں اور تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں اپنے رسول ﷺ کو عنایت کریں، تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾''۔

اختلاف قراءات کا ثمرہ:

دونوں قراءات کو ملانے سے ایک تو اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں مقام ابراہیم ہمیشہ سے جائے نماز رہا ہے اور اس معنی پر ماضی «وَاتَّخَذُوْا» والی قراءت دلالت کر رہی ہے اور اسے جائے نماز برقرار رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور آپ کی امت کو بھی دیا ہے اور اس معنی پر کسرہ کے ساتھ امر والی قراءت «وَاتَّخِذُوْا» دلالت کر رہی ہے اور ان دونوں معنوں کا ایک قراءت سے سمجھ آنا ممکن نہیں تھا۔

② دوسرا فقہی اعتبار سے اس کے حکم میں بھی دونوں قراءات کی وجہ سے اثر پڑتا ہے۔

جمہور علماء کے ہاں مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنا سنت ہے اور انہوں نے اپنے موقف کے لیے «وَاتَّخَذُوْا» ماضی والی قراءت سے استدلال کیا ہے، اسی طرح ان کی دوسری دلیل وہ روایت ہے جسے امام بخاری ومسلم نے بیان کیا ہے کہ: ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے پانچ نمازوں کا ذکر فرمایا اس نے پھر سوال کیا: «هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا ؟قَالَ لَا، اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ» کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کوئی نماز ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں سوائے اس کے کہ تو نفل ادا کرے۔[1]

یہی موقف امام مالک، احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے کہ یہ سنت ہے۔[2]

1 صحیح البخاری:46، صحیح مسلم:1/166 2 المغنی:3/384، المهذب:1/223

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ مقام ابراہیم پر نماز واجب ہے اور ان کا استدلال «واتَّخِذُوْا» صیغہ امر سے وارد قراءت سے ہے اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

«وَاتَّخِذُوْا فِي الرِّوَايَاتِ بِكَسْرِ الْخَاءِ عَلَى الْأَمْرِ وَهِيَ إِحْدَى الْقِرَاءَتَيْنِ، وَالْأُخْرٰى بِالْفَتْحِ عَلَى الْخَبَرِ، وَالْأَمْرُ دَالٌّ عَلَى الْوُجُوْبِ»

''(وَاتَّخِذُوْا) بعض روایات میں خا کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے اور یہ دو قراءتوں میں سے ایک قراءت ہے جبکہ دوسری قراءت میں صیغہ خبر سے وارد ہوا ہے اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

قراءات کے معاملات میں اثرات

مثال نمبر ①:.....فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [1]

''اور جو کوئی سودی قرض تم اس لیے دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں بڑھ جائے: تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔''

قراء کا اختلاف:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے «وَمَا اٰتَيْتُمْ» بغیر مد کے پڑھا ہے جس کا مطلب ہے: جو بھی تم لاؤ اور دیگر قراء کی قراءت «وَمَا آتَيْتُمْ» مد کے ساتھ ہے۔ یعنی جو بھی تم عطا کرو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا﴾ [2]

''یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا ثواب (بدلہ) عطا کیا۔''

اسی طرح اس آیت میں دوسرا قراء کا اختلاف لفظ «لِيَرْبُوْا» میں ہے اس میں ایک قراءت امام نافع، ابو جعفر اور یعقوب کی ہے «لِتَرْبُوْا» تاء کے ساتھ اور دوسری قراءت باقی تمام قراء کی ہے «لِيَرْبُوْا» پہلی قراءت کے مطابق فاعل سود کھانے والا ہوگا۔

اور دوسری قراءت کے مطابق فاعل «اَلرِّبَا» سود ہوگا۔

1 الروم:39 2 آل عمران:148

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ آیت ان چار کڑیوں میں سے ایک کڑی ہے جس میں سود کی حرمت کو مکمل کیا گیا، سود کی حرمت کا حکم چار مراحل میں بتدریج اترا۔

پہلا مرحلہ:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [1]

''اور جو کوئی سودی قرض تم اس لیے دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں بڑھ جائے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔''

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ سود کا انجام تباہی ہے اور سود خور خود اپنے ہاتھ سے جو بناتا ہے اسے تباہ کرتا ہے اس کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔

دوسرا مرحلہ:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [2]

''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا بیع تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا، پھر جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آئے پس وہ باز آجائے تو جو پہلے ہو چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ ایسا کرے تو وہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اس آیت میں سود سے شدید نفرت دلائی گئی ہے کہ سود خور کو اس شخص کے ساتھ ملا دیا گیا ہے جس

1 الروم:39 2 البقرة:275

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر مرگی کا دورہ ہونے کی وجہ سے اس کی عقل زائل ہوگئی ہو اور وہ دیوانہ ہوگیا ہو۔

تیسرا مرحلہ:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [1]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مت کھاؤ سود کئی گنا، جو دگنے کیے ہوئے ہوں اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اس آیت میں سود کی مخصوص اقسام کی حرمت کا صریح حکم ہے جو سود کی کلی طور پر حرمت کی گویا تمہید تھی۔

چوتھا مرحلہ:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ [2]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔''

یہ آیت سود کی تمام اقسام کی قطعی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔

یہ چاروں آیات محکم ہیں ان میں کسی کو بھی منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جمع ممکن ہے اور تمام آیات ایک دوسرے کی معاون ہیں جس سے ایک مکمل معنی واضح ہوتا ہے۔

اختلاف قراءات کا ثمرہ:

جمہور قراء کی قراءت سود دینے کی مذمت بیان کرتی ہے لیکن سود لینے کے متعلق اس میں خاموشی تھی تو امام ابن کثیر کی قراءت نے سود کی مکمل طور پر مذمت کردی کہ سود دینا اور لینا ہر اعتبار سے قابل مذمت ہے۔

اسی طرح دوسرا اختلاف جو اس آیت میں قراء کے درمیان ہے اس میں بھی پہلی قراءت سے یہ سمجھ آتا ہے کہ سود خور جب مال بڑھانے کے ارادے سے سود لیتا ہے تو یہ حرام ہے جبکہ دوسری قراءت مطلق سود کی

[1] آل عمران:130 [2] البقرة:278

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرمت پر دلالت کرتی ہے خواہ سود خور کا یہ ارادہ ظاہر ہو یا نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سود ایسا جرم ہے کہ شریعت مطہرہ نے اس کی حرمت کو مختلف مقامات پر تکرار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس تک پہنچنے کے تمام راستوں کو گرایا ہے اور اس آیت کی تمام قراءات کی دلالت اس پر واضح ہے نیز احادیث صحیحہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ سود کھانے والا، کھلانے والا سب گناہ میں برابر ہیں۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

«لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَآءٌ»[1]

اللہ کے رسول ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور گواہ بننے والے پر لعنت کی ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔

مثال نمبر ②:.....فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا﴾[2]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے لیے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ''۔

قراء کا اختلاف:

امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر نے «كُرْهًا» کاف کے ضمہ کے ساتھ جبکہ باقی تمام قراء نے «كَرْهًا» کاف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

دونوں قراءات کا معنی:

اہل لغت کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ «اَلْكُرْهُ» جب کاف کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے: جو کام انسان نا چاہتے ہوئے خود کرے۔ یعنی اس میں مشقت کا معنی ہے اور یہ «كَرِهَ، يَكْرَهُ، كَرَاهِيَةً» سے ہے۔

اور «اَلْكَرْهُ» کاف کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے: وہ کام جس پر انسان کو مجبور کیا گیا ہو اور اس سے جبراً زبردستی کروایا گیا ہو گویا یہ «اَكْرَهَ، يُكْرِهُ، اِكْرَاهًا» سے ہے۔

جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرماتے ہیں:

1. صحیح الترغیب: 1847 2. النساء: 19

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

«مَنْ قَرَأَ(كُرْهًا) بِالضَّمِّ أَيْ بِمَشَقَّةٍ، وَمَنْ قَرَأَ (كَرْهًا) بِالْفَتْحِ أَيْ اِجْبَارًا أَيْ أُجْبِرَ عَلَيْهِ»

امام قرطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ دو لغتیں ہیں:

«الْكَرْهُ بِالْفَتْحِ: الْإِكْرَاهُ، وَالْكُرْهُ بِالضَّمِّ: الْمَشَقَّةُ»[1]

اختلاف قراءات کا ثمرہ:

جیسا کہ واضح ہوا کہ دو قراءات دو آیات کے حکم میں ہوتی ہیں یہاں دونوں قراءات نے الگ الگ حکم کا فائدہ دیا ہے۔

امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر کی ضمہ والی قراءت سے یہ حکم واضح ہوتا ہے کہ خاوند کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی بیوی پر اس قدر تنگی پیدا کرے اور معاملات میں اس کو اس قدر تکلیف دے کہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی خاوند سے خلع کا مطالبہ کر دے، اس میں دراصل خاوند طلاق دینا چاہتا ہوتا ہے لیکن چونکہ طلاق کی صورت میں اسے حق مہر واپس نہیں ملتا، لہٰذا وہ عورت پر اس قدر سختی، مشقت اور تنگی پیدا کرتا ہے کہ وہ خود خلع کا مطالبہ کر دیتی ہے لہٰذا اسے خاوند کو حق مہر واپس کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اس آیت میں خاوند کے لیے ایسا کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔

دوسری قراءت جو دیگر تمام قراء کی ہے جس میں «كَرْهًا» کاف کے فتحہ کے ساتھ ہے، اس سے دوسرا حکم یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ عورت کو خاوند کے قریبی رشتے داروں میں سے کسی کے ساتھ نکاح پر مجبور کیا جائے۔ کیونکہ جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص فوت ہو جاتا اور اس کی بیوی زندہ ہوتی تو اس کا بیٹا یا اس کا کوئی قریبی اُٹھ کر اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کرتا تھا کہ اس مرد نے اس عورت کو اپنے لیے منتخب کر لیا ہے لہٰذا اب کوئی دوسرا مرد اس عورت سے شادی نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ عورت اس فیصلے کو رد کر سکتی ہے۔

جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں:

«كَانُوا إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ: إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا، وَإِنْ شَاءُوا زَوَّجَهَا، وَإِنْ شَاءُوا لَمْ يُزَوِّجُوهَا، فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا،

[1] الجامع لاحکام القرآن: 5/15

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي ذَلِكَ »[1]

''جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو مرد کے رشتہ دار اس عورت کے زیادہ حق دار ہوا کرتے تھے اگر وہ چاہتے تو ان میں سے کوئی اس سے خود شادی کر لیتا اور اگر چاہتے تو اس کی اپنی مرضی سے شادی آگے کر دیتے عورت اور اس کے اولیاء کو اس میں کسی قسم کا حق نہیں ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔''

لہٰذا اس دوسری قراءت سے جاہلیت کے اس دستور کو توڑا گیا اور اسے حرام قرار دیا گیا کہ عورت کی مرضی کے بغیر اسے جبراً کسی بھی شخص سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا خواہ وہ خاوند کا کوئی قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو ایسا کرنے کو حرام قرار دیا گیا۔

اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں واضح رہنمائی بھی موجود ہے۔

چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ »[2]

بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ مل جائے۔ صحابہ کرام نے کہا کہ: یا رسول اللہ ﷺ! کنواری کیسے اجازت دے گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خاموش رہ جائے۔ یہ خاموشی اس کی اجازت سمجھی جائے گی۔

بلکہ ایسے زبردستی کیے گئے نکاح کو رسول اللہ ﷺ نے مردود قرار دیا جس میں شوہر دیدہ عورت کا نکاح سابقہ خاوند کے عزیز و اقارب تو دور کی بات ہے باپ نے بھی کیا تو آپ ﷺ نے رد کر دیا۔

جیسا کہ خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

« أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَرَدَّ نِكَاحَهُ »[3]

''ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا تھا، وہ ثیبہ تھیں، انہیں یہ نکاح منظور نہیں تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آنحضرت ﷺ نے اس نکاح کو فسخ کر دیا۔''

1 صحیح البخاری: 6948 2. صحیح البخاری: 5136، صحیح مسلم: 1419 3 صحیح البخاری: 5138

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

قراءات کے جہاد اور حدود میں اثرات

مثال نمبر①:.....فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝﴾ [محمد:4-6]

''اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے تو وہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔ وہ ضرور انھیں راستہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔ اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی اس نے انھیں پہچان کروا دی ہے۔''

قراء کا اختلاف:

امام ابوعمرو بصری، یعقوب بصری اور حفص نے «قُتِلُوْا» مجہول اور بغیر الف کے پڑھا ہے، جبکہ باقی تمام قراء نے «قَاتَلُوْا» الف کے ساتھ معروف پڑھا ہے۔

دونوں قراءات کا معنی:

پہلی قراءت یہ بتاتی ہے کہ یہ عظیم ثواب اور بدلہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اس کی راہ میں شہید کر دیے گئے۔

جبکہ دوسری قراءت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ: اس ثواب کا وعدہ ہر اس شخص سے ہے جس نے بھی اللہ کی راہ میں قتال کیا خواہ وہ کوئی ایک بھی کافر قتل نہ کر سکا اور نہ ہی اسے شہادت کے عظیم رتبے پر فائز کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیات میں مذکور ثواب اور اجر صرف لڑائی کرنے پر ہی مل جائے گا۔

اختلاف قراءات کا ثمرہ:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کتاب وسنت میں جہاد کے فضائل کثرت سے موجود ہیں اور اس مقام پر تعدد قراءات کا جہاد کی فضیلت کی ادلہ میں مزید اثر سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ «قَاتَلُوْا» والی قراءت کے اندر عموم ہے اور زیادہ مدح کا پہلو موجود ہے کہ جس نے بھی اللہ کی راہ میں قتال کیا خواہ اس نے کسی کو قتل کیا یا نہیں اور خواہ وہ خود شہید کیا گیا یا نہیں اس کے لیے بھی اجر اور یہ فضیلت ہے اور یقیناً یہ دوسری قراءت کے مقابلے میں زیادہ عام ہے کیونکہ «قُتِلُوْا» والی قراءت سے یہ عظمت صرف ان لڑائی کرنے والے مجاہدین کے لئے ثابت ہوتی ہے جو راہ جہاد میں شہادت کے مرتبے کو پالیں۔

اور یاد رہے کہ یہاں ہدایت ان لوگوں کے لئے جو راہ جہاد میں شہید کر دیئے گئے جنت کے راستے کی ہدایت ہے اور جو لوگ لڑائی میں شریک ہوئے لیکن شہید نہ کیے گئے ان کے لیے یہاں ہدایت دنیا اور آخرت دونوں کو شامل ہے لہٰذا دونوں قراءات میں کوئی تعارض نہیں بلکہ ہر ایک میں معنی کا اضافہ ہے۔

مثال نمبر:②.....

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴾[البقرۃ:191]

''اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو، یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں، پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو، ایسے ہی کافروں کی جزا ہے۔''

قراء کا اختلاف:

امام حمزہ کسائی اور خلف العاشر نے تینوں افعال: ﴿وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ﴾ میں حذف الف سے پڑھا ہے جبکہ باقی تمام قراء نے تینوں افعال میں اثبات الف سے پڑھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں قراءات کا معنی:

اثبات الف والی قراءت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب دشمنوں کی طرف سے پہل کی جائے اور مسلمانوں پر زیادتی کا آغاز کر دیا جائے اگر چہ کوئی مسلمان اس کے نتیجے میں قتل نہ بھی ہوا ہو تو مسلمانوں کو مسجد حرام کے پاس کافروں سے لڑائی کرنے کی اجازت ہے کیونکہ یہاں یہ مقصود نہیں ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی کے قتل ہونے کا انتظار کیا جائے کہ مشرک کسی مسلمان کو قتل کریں تو پھر ہم لڑائی شروع کریں گے کیونکہ ہر مسلمان کا خون قابل احترام ہے جس کا تحفظ ضروری ہے لہٰذا صرف کفار کی طرف سے لڑائی کا آغاز کر دینا ہی مسجد حرام کے پاس ان کے خون بہانے کی اجازت ہوگا مزید کسی چیز کے انتظار کی کوئی ضرورت نہیں۔

جبکہ دوسری قراءت جس میں الف کو حذف کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہوگا کہ اگر کافر مسلمانوں میں سے کسی بھی ایک مسلمان کو قتل کر دیتے ہیں تو چونکہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں لہٰذا تمہارے کسی مسلمان بھائی کا قتل گویا کہ وہ تمہارا ہی قتل ہے۔

اختلاف قراءات کا ثمرہ اور فقہی اثر:

اس بات میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ مسجد حرام میں قتال حرام ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ مسجد حرام میں لڑائی کرے سوائے اس شخص کے جو دشمن کی طرف سے کی گئی زیادتی کا جواب دے اور دفاع کرے اب اختلاف اس چیز میں ہے کہ حدود اللہ کا نفاذ اور اسی طرح قصاص حرم میں لیا جا سکتا ہے کہ نہیں اس میں فقہاء کے دو گروہ ہیں۔

پہلا گروہ:

امام مالک اور امام شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ قصاص اور حدود کا نفاذ ہر وقت اور ہر جگہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس بارے میں کتاب وسنت کے دلائل عام ہیں جنہیں کسی زمان و مکان کی قید کے بغیر ان کے عموم پر باقی رکھا جائے گا۔ انہوں نے استدلال کیا ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود (لوہے کی ٹوپی) تھا جب آپ نے وہ خود اتارا تو ایک شخص آیا جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے آکر بتایا کہ ابن خطل غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔ [1]

امام حمزہ اور ان کے ساتھ والے قراء کی قراءت اسی پر دلالت کرتی ہے جو موقف امام مالک اور امام شافعی کا ہے کیونکہ یہ قراءت دلالت کرتی ہے کہ قاتل کو حرم میں قتل کرنا جائز ہے نہ کہ صرف لڑائی کرنے والے کو۔

دوسرا گروہ:

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کا موقف یہ ہے کہ بیت اللہ میں حدود کا نفاذ اور کسی کو قتل کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا﴾ [2]

''کہ جو بیت اللہ میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہوا۔''

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ابن خطل کے قتل کے حوالے سے اس کا جواب ان علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ ابن خطل کا قتل اس گھڑی میں تھا جس میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے قتال کو مکہ میں جائز قرار دیا تھا اور وہ گھڑی فتح مکہ والے دن کی صبح سے لے کر عصر تک تھی جبکہ ابن خطل کا قتل چاشت کے وقت زمزم کے کنویں اور مقام ابراہیم کے درمیان ہوا تھا۔ [3]

یہاں یہ ممکن ہے کہ جمہور کی قراءت کو محمول کیا جائے اس بات پر کہ مشرکین سے قتال کی حرم میں اجازت ہے جب وہ مسلمانوں سے لڑائی کریں خواہ مسلمانوں میں سے کسی کو بھی قتل نہ کریں جب کہ امام حمزہ وغیرہ کی قراءت کو محمول کیا جائے گا کہ ان سے لڑائی کی اجازت اس وقت ہے جب وہ مسلمانوں میں سے کسی کو قتل کریں۔

امام طبری رحمہ اللہ نے ان دونوں کی قراءت کو جمع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

«فَمَعْلُومٌ أَنَّهُ تَعَالٰى جَلَّ ذِكْرُهُ أَذِنَ لَهُمْ بِقِتَالِهِمْ إِذَا كَانَ إِبْتِدَاءُ الْقِتَالِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَبْلَ أَنْ يَقْتُلُوْا مِنْهُمْ قَتِيْلًا وَ بَعْدَ أَنْ يَقْتُلُوْا مِنْهُمْ قَتِيْلًا».

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکوں سے لڑائی کی اجازت دی ہے جب

1 صحیح مسلم: 1357 2 آل عمران: 97
3 سبل السلام: 4/72، نیل الاوطار: 4/71

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لڑائی کا آغاز مشرکوں کی طرف سے ہواور یہ اجازت مسلمانوں کو دوصورت میں ہے جب ان مشرکوں نے مسلمانوں کا کوئی فرد قتل کر دیا ہو یا ابھی مسلمانوں میں سے کوئی شخص انہوں نے قتل نہ کیا ہو۔''

حذف الف والی قراءت کا ایک فائدہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت اور مہربانی کی یاد دہانی اور تذکیر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے مسجد حرام میں ہونے والی زیادتی کے دفاع اور رد میں ان پر تنگی کو دور کر دیا کیونکہ اس قراءت سے مسلمانوں کو مشرکوں سے لڑائی سے اس وقت تک منع کیا گیا جب تک بعض مسلمانوں کی جانیں نہ چلی جائیں۔

تعدد قراءات سے یہاں ایک اور فائدہ بھی سامنے آتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں مسلمان کی کیا شان ہے اور مسلمان کے خون کی کس قدر حرمت ہے اس آیت نے ثابت کیا کہ مسلمان کے خون کی حرمت مسجد حرام بیت اللہ الحرام کی حرمت سے بڑھ کر ہے اس کی تائید بہت ساری احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

«قَامَ النَّبِيُّ ﷺ قِبَلَ الْكَعْبَةِ فَقَالَ: مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتِكِ غَيْرَ أَنَّ الْمُؤْمِنَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْكِ» [1]

''رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے تھے کہ فرمایا: تو کس قدر عظمت والا ہے اور کس قدر تیری حرمت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مومن کی حرمت تجھ سے بھی بڑھ کر ہے۔''

1 الصحيحة:3420

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل پنجم

قراءات کے قضایا، قسموں اور فرائض میں اثرات

مثال نمبر ①:.....فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾

''اللہ تم سے تمھاری قسموں میں لغو پر مؤاخذہ نہیں کرتا اور لیکن تم سے اس پر مؤاخذہ کرتا ہے جو تم نے پختہ ارادے سے قسمیں کھائیں۔'' [المائدۃ:89]

قراء کا اختلاف:

امام حمزہ، کسائی، خلف العاشر اور شعبہ نے (عَقَّدْتُّمْ) بغیر تشدید کے اور بغیر الف کے پڑھا ہے۔

ابن ذکوان نے (عَاقَدْتُّمْ) اثبات الف سے پڑھا ہے۔

جبکہ باقی تمام قراء نے (عَقَّدْتُّمْ) حذف الف اور تشدید سے پڑھا ہے۔ گویا کہ اس لفظ میں تین قراءتیں ہیں۔

قراءات کا معنی:

ہر قراءت نے دوسری قراءت سے ایک زائد معنی دیا ہے تشدید والی قراءت اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ قسم جس میں کفارہ ہے یہ وہ قسم ہے جس کی قسم اٹھانے والے نے پوری تاکید کی ہے اور پورے عزم، اعتقاد اور وثوق سے قسم اٹھائی ہو اور یہ لغو نہیں ہے۔ اسی طرح تشدید والی قراءت سے یہ بھی مراد لیا گیا ہے کہ یہاں ایک سے زائد بار قسم اٹھانا مراد ہے کہ اگر کوئی ایک ہی چیز پر کئی مرتبہ قسم اٹھالے تو اسے بھی ایک کفارہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینا ہوگا۔

دوسری قراءت جو کہ تخفیف والی ہے یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے کسی چیز پر ایک دفعہ بھی قسم اٹھالی اور پھر اس قسم کو توڑ دیا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا، قسم کے کفارے کے لیے قسم کا تکرار ضروری نہیں ہے۔

تیسری قراءت جو اثبات الف سے ہے باب مفاعلہ سے، جس میں مشارکت کا معنیٰ پایا جاتا ہے تو یہاں مفہوم یہ ہوگا کہ اس قسم پر کفارہ واجب ہے جو دو افراد کے درمیان ہو ایک قسم اٹھانے والا اور دوسرا جس کے لیے قسم اٹھائی جارہی لہٰذا ایسی قسم کو توڑنے پر کفارہ ہوگا۔

اختلاف قراءات کا ثمرہ:

تینوں قراءات چونکہ متواترہ ہیں اور تینوں پر عمل لازم ہے ان میں سے کسی کو بھی چھوڑنا جائز نہیں ہوگا لہٰذا اس آیت کی تینوں قراءات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں مؤاخذہ پختہ قسم پر ہے لغو پر نہیں وہ پختہ قسم جسے قسم اٹھانے والے نے ایک دفعہ اٹھایا ہو اور تخفیف والی قراءت کا یہی تقاضا ہے، یا اس قسم میں تکرار کے ساتھ تاکید پیدا کی گئی ہو تشدید والی قراءات کا یہی مفہوم ہے اپنے شرکا، اور دیکھنے والے کے سامنے اٹھائی ہو اور دو افراد کے درمیان قسم اٹھا کر کوئی پختہ عقد کیا گیا ہو اثبات الف والی قراءت اسی پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا ہر اس قسم پر کفارہ ہے اور قسم توڑنے والا گنہگار ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی حدیث مبارک سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ قسم کے کفارے کے لیے تکرار کو شرط قرار نہیں دیا جاسکتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَإِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ أَوْ أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي»[1]

''اور میں، واللہ! کوئی بھی قسم اگر کھالوں گا اور اس کے سوا کسی اور چیز میں بھلائی دیکھوں گا تو اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔ جس میں بھلائی ہوگی یا نبی کریم ﷺ نے یوں فرمایا کہ وہی کروں گا جس میں بھلائی ہوگی اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردوں گا۔''

1 صحيح البخاري:6623

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثال نمبر ②:.....فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ ﴾ [1]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کرلو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔''

قراء کا اختلاف:

امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر نے «فَتَثَبَّتُوْا» پڑھا ہے جبکہ باقی تمام قراء نے «فَتَبَيَّنُوْا» پڑھا ہے۔

اس آیت کریمہ کا سبب نزول امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو المصطلق قبیلے کی طرف زکوٰۃ کی وصولی کے لیے ایک شخص کو بھجوایا، لوگوں کو جب علم ہوا تو وہ اس شخص کے استقبال کے لیے نکلے، شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ پیدا کیا کہ لوگ اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں اور شاید اس کو قتل کرنے کے لیے ہی نکل پڑے ہیں تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس پلٹ آیا اور کہا کہ بنو المصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے ادھر لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا علم ہوا تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی سے پناہ چاہتے ہیں آپ نے ہمارے پاس اپنا قاصد بھیجا تھا ہمیں اس پر بے حد خوشی ہوئی اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں پھر وہ راستے سے ہی واپس لوٹ گیا ہمیں ڈر لگا کہ کہیں یہ اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی کی وجہ سے ہی نہ ہو ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے عصر کی اذان دی اور قرآن مجید کی یہ آیت اتر آئی۔

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ ﴾ (الحجرات:6) [2]

1 الحجرات:6 2 جامع بیان للطبری:76

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حقیقت یہ ہے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ خاص سبب کا جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے:

«فَوَاللهِ لَئِنْ كَانَتْ نَزَلَتْ فِي هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ خَاصَّةً إِنَّهَا لَمُرْسَلَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا نَسَخَهَا شَيْءٌ»

اللہ کی قسم اگر چہ یہ آیت خاص طور پر اس قوم کے متعلق نازل ہوئی تھی لیکن اس کا حکم قیامت تک باقی ہے اسے کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔

دونوں قراءات کا معنی:

«اَلتَّثَبُّتُ» اور «اَلتَّبَيُّنُ» لغوی اعتبار سے دونوں الفاظ اگر چہ قریب قریب معنیٰ پر دلالت کرتے ہیں، وضاحت چاہنا، حقیقت معلوم کرنا، غور کرنا، پتہ لگانا وغیرہ ان معنوں میں «اَلتَّبَيُّنُ» کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور «اَلتَّثَبُّتُ» کے معانی ہیں: تحقیق کرنا، غور وفکر سے کام لینا، ثبوت حاصل کرنا، وثوق حاصل کرنا وغیرہ۔

لیکن دونوں کے غالب استعمال میں یہ فرق ہے کہ «اَلتَّثَبُّتُ» کا اطلاق ذوات اور اشخاص کی تحقیق میں ہوتا ہے اور «اَلتَّبَيُّنُ» کا غالب استعمال افعال اور حوادثات کی تحقیق میں ہوتا ہے اور ایک عادل قاضی کے لیے دونوں معنی ہی مہم ہیں۔

اختلاف قراءات کا ثمرہ:

امام حمزہ اور کسائی کی قراءت دلالت کرتی ہے کہ قاضی پر اشخاص اور ذوات کی تحقیق لازم ہے جو کہ فیصلہ کرنے کے لیے انتہائی اہم اصول اور ضابطہ ہے اس لیے کہ باہم جھگڑنے والے افراد کی عقلی، اجتماعی اور ذاتی حیثیت کو اچھی طرح دیکھ کر قاضی کو نتیجے تک پہنچنا چاہیے۔

جبکہ دوسری قراءت دلالت کرتی ہے کہ واقع ہونے والا فعل، حادثہ اس کی اچھی طرح قاضی تحقیق کرے تاکہ ایک کے جرم کی سزا دوسرے کو نہ مل جائے اور یہ معنیٰ «فَتَبَيَّنُوْا» والی قراءت سے ثابت ہو رہا ہے۔

گویا کہ دونوں قراءات سے قاضی کے لیے ایک انتہائی اہم اصول سامنے آتا ہے جس کا عدلیہ کے نظام کی اصلاح میں بڑا اہم اثر ہے اور اسلامی معاشرے کو بہت سے فتنوں اور مصائب سے بچانے میں منصفانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیصلوں کا گہرا اثر ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہونے والے ضابطے اور اصول کی تائید کرتی ہیں کہ قاضی کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاملے کو اچھی طرح سمجھے، تحقیق کرے اور عدل کا فیصلہ کرے۔

سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ». [1]

''قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں ایک جنت میں ہے اور دو آگ میں۔ جنت میں جانے والا وہ ہے جس نے حق پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا، اور جس نے حق پہچانا اور پھر فیصلے میں ظلم کیا تو وہ آگ میں ہے، اور جس نے جاہل ہوتے ہوئے لوگوں کے فیصلے کیے وہ بھی آگ میں ہے۔''

اسی طرح ایک دوسری روایت میں بھی قاضی کی مسئولیت کو آپ ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ» [2]

''جسے لوگوں کا قاضی بنا دیا گیا اسے چھری کے بغیر ہی ذبح کر دیا گیا۔''

آخر میں یہ بات بھی بطور فائدہ یاد رہے کہ دونوں قراءات سند کے اعتبار سے متواتر ہیں اور رسم عثمانی کے موافق ہیں کیونکہ آغاز میں حروف پر نقطے نہیں تھے اسی طرح عربیت کے بھی موافق ہیں اور معنی کے اعتبار سے دونوں قراءات میں کوئی تضاد یا تعارض نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔

[1] سنن ابوداؤد: 3573، جامع الترمذی: 1322

[2] سنن ابوداؤد: 3572

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشق

سوال 1 فقہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں اور قراءات اور فقہ کا باہمی تعلق نمایاں کریں۔

سوال 2 فقہاء اربعہ کے اقوال کی روشنی میں علم قراءات کی اہمیت کو نمایاں کریں۔

سوال 3 اختلاف قراءت کے عبادات پر اثرات مثالوں کی روشنی میں تحریر کریں۔

سوال 4 «أَرْجُلَكُمْ» اور «أَرْجُلِكُمْ» اختلاف قراءات سے پیدا ہونے والا فقہی اثر ذکر کریں۔

سوال 5 ''مقام ابراہیم'' پر نماز کا حکم، اختلاف قراءات کی روشنی میں تحریر کریں۔

سوال 6 اختلاف قراءات کے معاملات میں اثرات کو مثالوں سے نمایاں کریں۔

سوال 7 «كُرْهًا» اور «كُرْهًا» کی قراءات سے فقہی احکام میں مرتب اثرات کو تفصیلاً تحریر کریں۔

سوال 8 اختلاف قراءات کے جہاد میں اثرات کو مثالوں سے ذکر کریں۔

سوال 9 حدود میں اختلاف قراءت سے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

سوال 10 حدود اللہ کا نفاذ اور قصاص کیا حرم میں جائز ہے؟ اختلاف قراءات کی روشنی میں فقہی مسئلہ واضح کریں۔

سوال 11 اختلاف قراءات کے ''قضایا'' میں اثرات کو نمایاں کریں۔

سوال 12 اختلاف قراءات کے قسموں میں اثرات کو فقہی پہلو سے واضح کریں۔

سوال 13 «فَتَبَيَّنُوْا» اور «فَتَثَبَّتُوْا» کی دونوں قراءات سے نمایاں ہونے والا فقہی مسئلہ تفصیل سے تحریر کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

اختلاف قراءات کے وقف میں اثرات

﴿1﴾ فصل اول: تمہید

﴿2﴾ فصل دوم: علم الوقف کا دیگر علوم سے تعلق

﴿3﴾ فصل سوم: اختلاف قراءات کی اقسام جن سے وقف پر اثر پڑتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

سلف نے اس علم کا خصوصی اہتمام فرمایا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کی باقاعدہ تعلیم حاصل کیا کرتے تھے، کیونکہ اس کا قرآن مجید کے معانی اور مفاہیم پر بہت گہرا اثر مرتب ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ متعدد ائمہ قراءات نے اجازہ دینے والے مقری پر یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ علم قراءات میں کسی بھی طالب علم کو اس وقت اجازہ نہ دے جب تک وہ قراءات کے ساتھ ساتھ علم وقف وابتداء کی معرفت حاصل نہ کر لے۔

لغوی و اصلاحی تعریف:

الوقف: لغت میں یہ «وَقَفَ يَقِفُ» سے ہے جس کا معنی ہے: ٹھہرنا، رکنا، کسی کلمہ پر رک جانا، آخری حرف کو ساکن کرنے کے بعد مابعد سے منقطع کرنا، اَلْكَفُّ عَنِ الْفِعْلِ وَالْقَوْلِ، کسی کام کو کرنے اور کسی بات کو کہنے سے رک جانا۔

قراء کی اصلاح میں اس کی جامع ترین تعریف امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے یوں کی ہے:

«قَطْعُ الصَّوْتِ عَلَى الْكَلِمَةِ زَمَنًا يَتَنَفَّسُ فِيْهِ عَادَةً بِنِيَّةِ اِسْتِئْنَافِ الْقِرَاءَةِ لَا بِنِيَّةِ الْاِعْرَاضِ»

کسی کلمہ کے آخر پر اس قدر آواز کاٹنا، جس قدر عموماً انسان سانس لیتا ہے اور یہ انقطاع مزید قراءت کی غرض سے ہو نہ کہ قراءت کو ختم کرنے کی نیت سے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقف کی اہمیت:

قرآن مجید کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔فرمان باری ہے:

﴿وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝﴾ (المزمل: 4)

''اور قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ترتیل کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

«اَلتَّرْتِیْلُ هُوَ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ» [1]

''ترتیل سے مراد حروف کی عمدہ ادائیگی اور وقوف کی معرفت ہے۔''

رسول اکرم ﷺ آیات پر وقف کیا کرتے تھے، جیسا کہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی قراءت کے متعلق بیان کرتیں ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ يَقِفُ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ثُمَّ يَقِفُ وَكَانَ يَقْرَؤُهَا مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ» [2]

''رسول اکرم ﷺ تلاوت میں ہر آیت پر وقف کیا کرتے تھے، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پڑھتے اور ٹھہر جاتے پھر الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھتے ٹھہر جاتے اور پھر آپ ﷺ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ پڑھا کرتے تھے۔''

درست جگہ وقف نہ کرنے سے معنی میں تبدیلی ہو جاتی ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر ایک شخص کو اسی بات پر ناراض ہوتے ہوئے اٹھ جانے کا فرمایا اور برا خطیب قرار دیا۔

جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

«جَاءَ رَجُلَانِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فتشهد أَحَدُهُمَا فَقَالَ: مَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قُمْ، أَوِاذْهَبْ بِئْسَ الْخَطِيْبُ أَنْتَ» [3]

''رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: «مَنْ يُطِعِ

1 النشر فی القراءات العشر: 1/225

2 سنن ابوداود: 4001، جامع الترمذی: 2927

3 صحیح مسلم: 870، مسند احمد: 19382

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا» اور «مَنْ يَّعْصِهِمَا» پر وقف کر دیا، (جس کا مطلب یہ ہوا) جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی (وہ بھی کامیاب ہو گیا) رسول اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: اٹھ جا، یا فرمایا یہاں سے چلا جا، تو بُرا خطیب ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے وقف کو حلال وحرام کے مانند سیکھا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«لَقَدْ عِشْنَا بُرْهَةً مِنْ دَهْرِنَا وَأَحَدُنَا يُؤْتَى الإِيمَانَ قَبْلَ الْقُرْآنِ ، وَتَنْزِلُ السُّورَةُ عَلَى مُحَمَّدٍ -ﷺ- فَيَتَعَلَّمُ حَلَالَهَا وَحَرَامَهَا ، وَآمِرَهَا وَزَاجِرَهَا، وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يَقِفَ عِنْدَهُ مِنْهَا»[1]

''ہم نے اپنے زمانہ کا ایک روشن دور گزارا ہے جس میں ہمیں قرآن مجید سے پہلے ایمان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ جب نبی اکرم ﷺ پر کوئی سورہ نازل ہوتی تو اس کے حلال وحرام، امر ونہی اور مقامات وقف کو سیکھا کرتے تھے۔''

قراء عشرہ کا طرز عمل:

قراء عشرہ بھی دوران تلاوت حسن وقف وابتداء کا خاص اہتمام کیا کرتے تھے۔ امام ابن الجزری رحمہ اللہ اور امام قسطلانی رحمہ اللہ نے ان کے طرز عمل کو بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

① امام نافع مدنی رحمہ اللہ معنی کے مطابق وقف کی رعایت رکھتے تھے۔

② امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں قرآن مجید تین مقامات پر وقف کا خصوصی اہتمام کرتا ہوں۔

① ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهٗٓ إِلَّا اللّٰهُ﴾[2]

② ﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ﴾[3]

③ ﴿إِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ﴾[4]

ان کے علاوہ کسی اور مقام پر وقف کرنے یا نہ کرنے کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

1 مستدرك حاكم:101 ، السنن الكبرى للبيهقي:5496 2 آل عمران:7

3 الانعام:109 4 النحل: 103

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ رؤوس آیات پر مطلقاً وقف کا اہتمام کرتے تھے لیکن سوائے مذکورہ تین مقامات کے درمیان آیت میں وقف پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔

③ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ رؤوس آیات پر وقف کرنے کا اہتمام کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے رؤوس آیات پر وقف کرنا سب سے زیادہ محبوب ہے۔

④ امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ حسن وقف اور حسن ابتداء دونوں حالتوں کی رعایت رکھتے تھے۔

⑤ امام عاصم کوفی رحمہ اللہ ایسی جگہ وقف کیا کرتے تھے جہاں کلام مکمل ہو جاتا۔

⑥ امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ ایسی جگہ وقف کرتے تھے جہاں سانس ٹوٹ جاتا تھا۔

امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ امام حمزہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکمل قرآن مجید ایک سورت کی مانند ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک وقف کی کوئی جگہ متعین نہ تھی، وہ ہر سورت کے درمیان وصل بدون بسم اللہ سے پڑھتے تھے۔

⑦ امام کسائی رحمہ اللہ بھی امام عاصم رحمہ اللہ کی مانند ایسی جگہ وقف کرتے تھے جہاں کلام پورا ہو جاتا تھا۔

⑧ قراء ثلاثہ (امام ابوجعفر رحمہ اللہ، امام یعقوب رحمہ اللہ، امام خلف العاشر رحمہ اللہ) حسن وقف اور ابتدا دونوں حالتوں کی رعایت رکھتے تھے۔[1]

[1] النشر فی القراءات العشر: 1/ 238، لطائف الاشارات: 1/ 262

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

علم الوقف کا دیگر علوم سے تعلق

① علم القراءات سے علم الوقف کا تعلق:

علم القراءات اور علم الوقف کا باہمی تعلق اس بات سے نمایاں ہوتا ہے کہ علم الوقف کی عملی تطبیق کا تعلق ہی علم القراءات کے ساتھ ہے اور قراءت کے اختلاف کے اعتبار سے وقف میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایک مقام ایک قراءات میں وقف کا محل ہوتا ہے جبکہ وہی مقام دوسری قراءت میں وقف کا محل نہیں ہوتا، اسی لیے قراءت کا علم، وقف کے علم کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، جیسا کہ امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« لَا بُدَّ مِنْ مَعْرِفَةِ أُصُولِ مَذَاهِبِ الْأَئِمَّةِ الْقُرَّاءِ فِي الْوَقْفِ وَالِابْتِدَاءِ لِيَعْتَمِدَ فِي قِرَاءَةِ كُلِّ مَذْهَبَهُ » [1]

تمام قراء کے وقف و ابتداء میں مذاہب کے بنیادی اصول کی معرفت انتہائی ضروری ہے تاکہ ہر قاری کی قراءت کرتے ہوئے وقف میں اسی کے مذہب پر اعتماد کیا جائے۔

بلکہ امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے تو اسے قراءات کو جمع کرنے والے کے لیے شرط قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

« فَالْحَاصِلُ أَنَّ الَّذِي يُشْتَرَطُ عَلَى جَامِعِي الْقِرَاءَاتِ أَرْبَعَةُ شُرُوطٍ لَا بُدَّ مِنْهَا، وَهِيَ رِعَايَةُ الْوَقْفِ، وَالِابْتِدَاءِ، وَحُسْنُ الْأَدَاءِ، وَعَدَمُ التَّرْكِيبِ » [2]

1 النشر في القراءات العشر: 1-238 2 النشر في القراءات العشر: 2-204

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ ہے کہ قراءات کے جامع پر جو شرائط ضروری قرار دی گئی ہیں ان میں سے چار یہ ہیں: وقف کی رعایت، ابتداء کی رعایت، حسن اداء کا اہتمام، اور ترکیب (یعنی قراءات کو خلط ملط کرنے) سے بچنا۔ بلکہ ایسا شخص جو عربی لغت، تفسیر اور قراءت کا عالم نہیں ہے وہ کبھی بھی وقف میں ماہر نہیں ہو سکتا کہ صحیح محل اور مقام پر وقف کرے اس کی وضاحت امام ابن مجاہد رحمہ اللہ نے یوں فرمائی:

«لَا يَقُوْمُ بِالتَّمَامِ إِلَّا نَحْوِيٌّ عَالِمٌ بِالْقِرَاءَةِ عَالِمٌ بِالتَّفْسِيْرِ، عَالِمٌ بِالْقِصَصِ وَ تَخْصِيْصِ بَعْضِهَا مِنْ بَعْضٍ، عَالِمٌ بِاللُّغَةِ الَّتِيْ نَزَلَ بِهَا الْقُرْاٰنُ»[1]

امام ابن مجاہد رحمہ اللہ کی اس عبارت میں «عَالِمٌ بِالْقِرَاءَةِ» سے قراءت کا وقف سے تعلق واضح ہو رہا ہے کہ وقف میں صحیح طرح مہارت وہی شخص حاصل کر سکے گا کہ جسے پڑھی گئی قراءت کے مطابق وقف کا علم ہوگا۔

② علم العقیدہ اور علم الوقف کا باہمی تعلق:

علم عقیدہ اور علم الوقف والا ابتداء کا باہمی تعلق ان بعض آیات کی معرفت کے بعد واضح ہوتا ہے جن میں بعض گروہ وقف یا وصل کر کے اس سے اپنے عقیدے اور نظریے کے مطابق استدلال کرتے ہیں اور اپنے نظریے کے مطابق شبہ پیش کرتے ہیں اور اس کی قرآنی آیات میں بہت سی مثالیں موجود ہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾[2]

''اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے، ان کے لیے کبھی بھی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے، اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں وقف کے اعتبار سے علماء کے تین اقوال ہیں۔

پہلا قول: «وَيَخْتَارُ» پر وقف ہے اور دوسرا «ما» یہ نافیہ ہے۔ جمہور ائمہ اور قراء کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا قول: اس آیت میں وقف کا تعلق دوسرے «مَا» کے معنی کے ساتھ ہے لہٰذا جنھوں نے اسے «مَا» نافیہ قرار دیا ہے انھوں نے «يَخْتَارُ» پر وقف کیا ہے اور جنھوں نے اسے «مَا» موصولہ بمعنی «اَلَّذِيْ»

1 القطع والاستئناف:94 2 القصص:68

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا ہے انہوں نے وصل سے پڑھا ہے اور یہ دونوں وجہ برابر ہیں علامہ دانی، ابن الانباری وغیرہ کا یہ مذہب ہے۔

تیسرا قول: آیت میں وقف کے متعلق دونوں وجوہ کا احتمال ہے لیکن «ما» کو نافیہ قرار دینا یہ زیادہ صحیح اور درست ہے۔ اسے امام زجاج نے اختیار کیا ہے۔

ان تینوں اقوال میں سے راجح قول پہلا ہے جو کہ جمہور ائمہ اور قراء کا موقف ہے۔ لیکن دوسرے مذہب والے علماء نے اگرچہ وصل کو درست قرار دیا اور «ما» کو موصولہ قرار دیا لیکن وہ فاسد معنی جو اسے موصولہ قرار دے کر اور وقف نہ کر کے قدریہ نے نکالا ان ائمہ اہل السنۃ کا یہ نظریہ قطعاً نہیں۔ قدریہ نے اسے فاسد اور باطل عقیدے کے مطابق جو تقدیر کے انکار کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر کو لکھا نہیں بندہ جو کرتا ہے وہی تقدیر بنتی ہے۔ اس آیت میں «مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ» سے پہلے وقف نہ کر کے «وَيَخْتَارُ» کے ساتھ وصل کے ذریعے اپنے انکار تقدیر اور خصوصاً افعال العباد بندوں کے اپنے اختیار سے ہوتے ہیں اس کا تقدیر الٰہی سے کوئی تعلق نہیں پر استدلال کیا حالانکہ یہ استدلال سراسر باطل ہے اور قرآن وسنت کی دیگر نصوص صریحہ اس نظریے کی تردید کرتی ہیں۔

دوسری مثال:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ ﴾ [طٰہٰ: 5]

''وہ بے حد رحم والا عرش پر بلند ہوا''

یہ آیت بھی بعض لوگوں کے لیے محل استدلال ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے «اِسْتِوَاءٌ عَلَى الْعَرْشِ» کے منکر ہیں۔ لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ «عَلَى الْعَرْشِ» پر وقف ائمہ وقف میں سے کسی کے ہاں بھی نہیں ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے «عَلَى الْعَرْشِ» پر وقف کی ایک روایت ذکر کی گئی ہے لیکن وہ ثابت نہیں ہے۔

ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَ وَقَفَ جَمَاعَةٌ مِنْ مُنْكِرِي اسْتِوَاءِ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ عَلَى قَوْلِهٖ ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ ﴾ وَابْتِدَاءُهٗ بِقَوْلِهٖ: ﴿ اسْتَوٰى ۝ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾ يُرِيْدُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِذٰلِكَ نَفْيَ الْإِسْتِوَاءِ الَّذِيْ وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ وَهٰذَا خَطَأٌ مِنْهُمْ لِأَنَّ اللهَ تَعَالٰى اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ بِذَاتِهٖ »[1]

کچھ لوگوں نے جو «اِسْتِوَاءٌ عَلَى الْعَرْشِ» کی صفت کے قائل نہیں اس کے منکر ہیں انھوں نے ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ﴾ پر وقف کیا اور «اِسْتَوٰى» کو اگلی آیت سے ملا کر پڑھا، اس سے ان کا ارادہ اللہ کی صفت «اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ» کا انکار کرنا ہے حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے «مُسْتَوِيْ عَلَى الْعَرْشِ» ہے اور اسے خود ذات باری تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

③ علم الفقہ اور علم الوقف کا باہمی تعلق:

علم وقف والابتداء کا فقہ سے گہرا تعلق ہے اسی بنیاد پر بعض مقامات پر وقف کے اعتبار سے احکام میں اختلاف واقع ہوتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾[2]

اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی (80) کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان لوگ ہیں۔

یہ آیت علماء کے مابین محل اختلاف ہے اور اس اختلاف کی بنیاد وقف و ابتداء ہے جیسا کہ علماء وقف نے اس کی صراحت کی ہے، اس آیت میں ﴿وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا﴾ پر بعض نے وقف کیا ہے جنھوں نے اس پر وقف کیا تو انھوں نے گواہی کو قبول نہ کیے جانے کو حد کا حصہ قرار دیا جو قاذف پر لگی ہے کہ اسی (80) کوڑے اور گواہی کا قبول نہ کیا جانا یہ حد ہے، اور حد کبھی بھی توبہ سے ساقط نہیں ہوتی لہٰذا بعد میں ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾ کا تعلق صرف «فِسق» کے ساتھ ہوگا کہ ان سے توبہ کی وجہ سے حکم فسق ساقط ہوگا لیکن گواہی قبول نہیں ہوسکتی، یہ موقف احناف کا ہے۔

جبکہ دوسرے علماء کے ہاں یہ کلام متصل ہے لہٰذا «أَبَداً» پر وقف نہیں ان کے ہاں بعد والی آیت ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾ کا تعلق فسق اور گواہی دونوں سے ہے لہٰذا «قَاذِف» اگر سچی توبہ کرے تو اس کی گواہی

1 ذكره ابن القيم في كتابه اجتماع الجيوش الاسلاميه على غزو المعطلة والجهمية: ص:6 2 النور:4

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبول ہوگی۔ رہا «أَبَدًا» کا لفظ تو وہ اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے کہ کسی صورت میں گواہی قبول نہ ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ «مُحْصَنَاتِ» پر تہمت لگانے والے جرم پر مصر رہیں گواہی قبول نہ کرو، جب توبہ کر لیں تو پھر گواہی قبول ہوگی، جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے۔ اب اس فقہی مسئلے میں اختلاف کا سبب ﴿وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾ پر وقف کرنا یا نہ کرنا ہے۔

دوسری مثال:

﴿وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾ [النور: 33]

''اور وہ لوگ جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) طلب کرتے ہیں، ان میں سے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں تو ان سے مکاتبت کرلو، اگر ان میں کچھ بھلائی معلوم کرو اور انھیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمھیں دیا ہے''۔

اس آیت کریمہ میں بھی وقف کا تعلق فقہی اختلاف سے ہے، آیت میں موجود دو امر کے صیغے ہیں دونوں کا تعلق ''موالی'' غلاموں کے ساتھ ہے۔ «فَكَاتِبُوهُمْ» اور «وَآتُوهُمْ» ان سے مکاتبت کرو، اور انھیں مال دو، یعنی مکاتبت میں کچھ تخفیف کر دو، اب فقہا کا اختلاف یہ ہے کہ دونوں امر کے صیغے جو اس آیت میں وارد ہوئے ہیں وجوب کے لیے ہیں یا پہلا استحباب کے لیے اور دوسرا وجوب کے لیے ہے جن علماء نے «فَكَاتِبُوهُمْ» کو استحباب کے لیے کہا ہے اور «آتُوهُمْ» کو وجوب کے لیے کہا ہے ان کے ہاں ضروری ہے کہ ﴿فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾ پر وقف کیا جائے اور پھر نئے سرے سے کلام شروع کیا جائے اور «وآتُوهُمْ» کو وجوب کے لیے شمار کیا جائے، جمہور فقہا کی یہی رائے ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ انسان پر اپنے غلام کو آزاد کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور شریعت میں اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

جبکہ دوسرے فقہاء جنھوں نے دونوں امر کو وجوب کے لیے شمار کیا ہے ان کے ہاں وقف کافی ﴿وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾ پر جا کر ہوتا ہے، اور یہ رائے اہل ظاہر کی ہے کہ پہلا امر بھی وجوب کے لیے ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ مکاتبت اس وقت تک مستحب ہے جب تک غلام مطالبہ نہ کرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن جب غلام مطالبہ کر دے تو پھر مکاتبت کرنا لازم ہے کیونکہ آیت کریمہ میں اس کا صریح حکم موجود ہے، اور غلاموں کی آزادی شریعت میں محمود اور قابل ستائش ہے، اور یہی دوسری رائے فقہاء کی زیادہ درست ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں یہی آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ﴾ درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ابن جریج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے عطاء رحمہ اللہ سے کہا: کیا مجھ پر واجب ہے کہ اپنے غلام سے مکاتبت کروں، جب مجھے معلوم ہو کہ اس کے پاس مال ہے، تو انھوں نے فرمایا: میں تو اسے واجب ہی سمجھتا ہوں، عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا آپ یہ بات کسی سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا: نہیں۔ پھر انھوں نے مجھے بتایا کہ انھیں موسیٰ بن انس نے بیان کیا کہ (مشہور امام محمد بن سیرین کے والد) سیرین نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کا تقاضا کیا اور وہ بہت مال والا تھا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا تو سیرین، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے، انھوں نے فرمایا کہ اس سے مکاتبت کرو، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھتے ہوئے انھیں درے کے ساتھ مارا ﴿فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا﴾ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس سے مکاتبت کر لی۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مالک غلام کے ساتھ مکاتبت کرنے سے انکار کر دے تو غلام عدالت میں جا سکتا ہے اور حاکم مالک کو مکاتبت پر مجبور کرے گا جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درے کے ساتھ مارنے سے ثابت ہوتا ہے۔

③ علم الوقف اور علم البلاغۃ کا باہمی تعلق:

علم الوقف والابتداء کا علم البلاغۃ سے بڑا مضبوط تعلق ہے یہ تعلق علماء بلاغہ کے وصل اور فصل میں ان قواعد کی رعایت سے واضح ہوتا ہے جو قواعد قراء کے ہاں وقف اور ابتداء میں پائے جاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں علوم کا بنیادی مقصد ایک ہی ہے اور وہ ہے معنی مکمل ہو اور سامع کے لیے کلام واضح ہو جس طرح علم الوقف والابتداء کو اس لیے سیکھا جاتا ہے کہ کلام واضح ہو اور معانی میں ابہام پیدا نہ ہو اور یہی بنیادی مقصد علم البلاغۃ کے فصل، وصل کو جاننے کا ہوتا ہے۔ قراء اور علماء بلاغہ کے ہاں فصل، وصل کے قواعد اور وقف کے قواعد میں مماثلت کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[1] صحیح البخاری: 2560

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [1]

''اور تجھے ان کی بات غمگین نہ کرے، بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے، وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں تمام علماء وقف کا اتفاق ہے کہ اس میں ﴿ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ﴾ پر وقف ہو، اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ وقف کی کونسی قسم ہے، وقف لازم، وقف تام، یا وقف کافی ہے۔

یہاں وقف پر اتفاق کا سبب یہ ہے کہ اگر یہاں وقف نہ کیا جائے اور بعد والی کلام سے ملایا جائے تو سننے والے کو وہم ہوسکتا ہے کہ ﴿ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ بھی مشرکین کی کلام کا حصہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، خاص طور پر جب «اِنَّ الْعِزَّةَ» میں «اِنَّ» مکسور ہے اور عربی زبان کا ضابطہ ہے کہ «قَالَ يَقُوْلُ» کے بعد «اِنَّ» استعمال ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس ابہام کو رفع کرنے کے لیے «اِنَّ» سے پہلے وقف ضروری قرار دیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ آیت کے دونوں جز، ایک دوسرے سے مکمل طور پر جدا ہیں، اور «اِنَّ» مکسورہ کا سبب «قَوْلُ» کے بعد آنا نہیں ہے بلکہ جملہ مستانفہ ہونا ہے اور نیا کلام شروع ہونے کے سبب ابتداء میں «اِنَّ» مکسورہ ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ مشرکین کا یہ کہنا ناممکن ہے ﴿ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ کہ ساری عزتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، کیونکہ مشرکین کے دل تو تنگ پڑ جاتے ہیں جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، اور جب اللہ کے ساتھ بنائے گئے ان کے معبودان باطلہ کا تذکرہ ہوتا ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان واضح کرتا ہے:

﴿ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [2]

''اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔''

اور پھر یہ بھی محال اور ناممکن ہے کہ مشرکوں کا یہ قول ﴿ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ اللہ کے رسول کو غم میں

1 یونس:65 2 الزمر:45

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبتلا کر دے، لہٰذا یہی وجہ ہے کہ تمام قراء کا اتفاق ہے کہ ﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ﴾ پر وقف کیا جائے۔

اور رہا علم بلاغہ تو اس میں بھی بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ کلام کے اندر ایسا وہم نہ رہے کہ سامع کچھ اور سمجھ لے جبکہ متکلم کی یہ مراد نہ ہو، اسی لیے اہل بلاغہ کے ہاں جملوں کے فصل، وصل میں بنیادی ضابطہ یہ ہے کہ دوسرا جملہ پہلے جملہ کے اعراب اور معنی میں شریک نہ ہو، اور یہاں ﴿إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ مکمل طور پر ماقبل جملہ ﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ﴾ سے مستغنی ہے اور دونوں میں کوئی ایسا تعلق نہیں جو لازم کرے کہ پہلے جملے کو دوسرے کے ساتھ ملایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

اختلاف قراءات کی اقسام جن سے وقف پر اثر پڑتا ہے

① افعال سے متعلقہ اختلاف:

قراءات میں افعال کے متعلقہ اختلاف جس کا وقف پر اثر پڑتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: قراءات میں فعل کا اختلاف غائب وخطاب کا ہو جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

مثال اول:

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ﴾[1]

''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

قراء کا اختلاف:

یُفَصِّلُ (یاء کے ساتھ) ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، یعقوب، حفص

نُفَصِّلُ (نون کے ساتھ) باقی تمام قراء[2]

دونوں قراءات میں فعل میں مذکور ضمیر لفظ ''اللہ'' کی طرف پلٹتی ہے، لیکن یاء والی قراءت میں ضمیر

1 یونس:5 2 النشر:288

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ گویا کہ معنی ہوگا: «فَاللّٰهُ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ وَهُوَ الَّذِي يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ». ''اللہ ہی وہ ذات ہے کہ جس نے یہ سب حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور وہی ذات ہے جو آیات کو تفصیل سے بیان کرتی ہے''۔

اسی طرح جن قراء نے نون سے پڑھا ہے تو جمع متکلم کی ضمیر پیچھے مذکور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف پلٹتی ہے۔

﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ﴾ [1]

گویا کہ معنی ہوگا: ہم نے وحی کی اور ہم ہی آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

دونوں قراءات کا وقف پر اثر:

جن قراء نے اسے نون سے پڑھا ہے تو گویا کہ ان کے ہاں آیت میں ضمیر بدلے گی، پیچھے غیب ہے اور آگے «نُفَصِّلُ» متکلم ہے، لہٰذا اس قراءت کے مطابق اس آیت کریمہ میں «اِلَّا بِالْحَقِّ» پر وقف کریں گے اور پھر جملہ مستانفہ بناتے ہوئے «نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ» سے آغاز کر کے آیت مکمل کریں گے۔

جبکہ دوسری قراءت میں سارا کلام متصل ہے اور ضمائر متحد ہیں لہٰذا آیت مکمل کر کے «يَعْلَمُوْنَ» پر وقف کریں گے۔

دوسری مثال:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا﴾ [2]

''سو انھوں نے تو تمھیں اس بات میں جھٹلا دیا جو تم کہتے ہو، پس تم نہ کسی طرح ہٹانے کی طاقت رکھتے ہو اور نہ کسی مدد کی اور تم میں سے جو ظلم کرے گا ہم اسے بہت بڑا عذاب چکھائیں گے۔''

قراء کا اختلاف:

تَسْتَطِيْعُوْنَ (تاء کے ساتھ): حفص

1 یونس:2 2 الفرقان:19

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یَسْتَطِیْعُوْنَ (یاء کے ساتھ): باقی تمام قراء

اس دوسری قراءت کی صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ: مشرکین مومنوں کی تکذیب کرتے ہیں لہٰذا آیت کا پہلا حصہ مشرکوں کے متعلق خبر ہوگی، اور آیت کا دوسرا حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی محمد ﷺ کے لیے خبر ہوگی کہ مشرکین آپ کو اس حق سے پھیرنے کی طاقت نہیں رکھتے جو حق دے کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے اور نہ ہی اپنی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اس آزمائش میں مبتلا ہونے سے بچنے کے لیے جو ان پر ان کی تکذیب کی وجہ سے آنے والی ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر جامع البیان میں امام حفص کے علاوہ دیگر قراء کی غیب والی قراءت کے مطابق یہی تفسیر بیان کی ہے۔[1]

دونوں قراءات کا وقف پر اثر:

غیب اور خطاب کی ان قراءات کے اختلاف کے سبب علماء نے اس آیت کریمہ میں وقف دونوں قراءات کے مطابق مختلف بیان کیا ہے کہ غیب والی قراءت میں «تَقْوٰلُوْنَ» مخاطب ضمیر سے جب کلام میں «یَسْتَطِیْعُوْنَ» غیب کی ضمیر کی طرف جایا جائے گا تو یہ اس بات کو ضروری کرتا ہے کہ «تَقْوٰلُوْنَ» پر وقف کیا جائے کہ یہ آیت کا الگ حصہ ہے جس کا حکم یہاں مکمل ہو جاتا ہے، لہٰذا یہاں پر وقف کیا جائے۔

لیکن دوسری قراءت میں چونکہ ضمائر کا یہ اختلاف نہیں ہے لہٰذا «تَقْوٰلُوْنَ» پر وقف نہیں کرنا، بلکہ «وَلَا نَصْرًا» پر جا کر وقف کیا جائے گا۔

دوسری صورت: قراءات میں فعل معروف یا مجہول کا اختلاف ہو:

پہلی مثال:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ كَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ كَثِیْرٌ ۚ فَمَا وَ هَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ۝﴾[2]

''اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ہمراہ بہت سے رب والوں نے جنگ کی، تو نہ انھوں نے اس مصیبت کی

1 جامع البیان: 18/193 2 آل عمران: 146

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے ہمت ہاری جو انھیں اللہ کی راہ میں پہنچی اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انھوں نے عاجزی دکھائی اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

قراء کا اختلاف:

قُتِلَ (مجہول): نافع، مکی، ابوعمرو بصری، یعقوب

قٰتَلَ (معروف): باقی قراء

قراء کے اس اختلاف کی وجہ سے اہل علم کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ مجہول والی قراءت کے مطابق «قُتِلَ» پر وقف کیا جائے گا، اور اس کے بعد نیا کلام ہوگا اور قاری «مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ» سے آگے پڑھے گا، لیکن معروف والی قراءت کے مطابق «قٰتَلَ» پر وقف نہیں ہوگا، بلکہ کلام کو ملا کر پڑھا جائے گا اور وقف «وَمَا اسْتَكَانُوْا» پر ہوگا۔

دوسری مثال:

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ﴾[النساء:24]

''اور تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں جو ان کے سوا ہیں کہ اپنے مالوں کے بدلے طلب کرو، اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو، نہ کہ بدکاری کرنے والے۔''

قراء کا اختلاف:

وَ أُحِلَّ (ہمزہ کے ضمہ اور حاء کے کسرہ سے): ابوجعفر، حمزہ، کسائی، خلف، حفص

وَ أَحَلَّ (ہمزہ اور حاء کے فتحہ کے ساتھ) باقی تمام قراء

مجہول پڑھنے والوں کے ہاں «أُحِلَّ» کا عطف گزشتہ فعل «حُرِّمَتْ» پر ہے۔

اور جس نے معروف پڑھا ہے «وَأَحَلَّ» تو ان کے ہاں اس کا عطف «حُرِّمَتْ» پر نہیں ہے بلکہ یہ گزشتہ آیت سے جدا ہے، اس کا عطف فعل محذوف پر ہے۔ جس نے «كِتَابَ اللّٰهِ» کو نصب دی ہے گویا کہ یوں کہا گیا ہے:

«كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ تَحْرِيْمَ ذٰلِكَ وَ أَحَلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ»

''اللہ تعالیٰ تم پر اس کی حرمت کو لکھ دیا ہے اور اس کے علاوہ کو تمھارے لیے حلال کر دیا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں قراءات کا وقف پر اثر:

دونوں قراءات کے اعتبار سے اہل علم نے وقف پر فرق کیا ہے لہٰذا «أَحَلَّ لَكُمْ» معروف والی قراءت کے مطابق «كِتَابَ اللهِ عَلَيْكُمْ» پر وقف اچھا نہیں کیونکہ «كِتَابَ اللهِ عَلَيْكُمْ»، «أَحَلَّ لَكُمْ» کا عطف ہے اور وہ معطوف علیہ ہے۔ لیکن مجہول والی قراءت کے مطابق ایسی کوئی صورت نہیں ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے «كِتَابَ اللهِ عَلَيْكُمْ» پر وقف کو دونوں قراءتوں کے مطابق بھی حسن قرار دیا ہے۔[1]

تیسری صورت: قراءات میں اختلاف فعل ماضی اور فعل امر کا ہو:

پہلی مثال:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۝﴾[2]

''اس نے کہا اور کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ سیدھا راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟ انھوں نے کہا بے شک ہم اس سے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔''

قراء کا اختلاف:

قَالَ (فعل ماضی): ابن عامر شامی، حفص

قُلْ (فعل امر): باقی تمام قراء

«قَالَ» والی قراءت کے مطابق گزشتہ آیت میں جو سیاق چل رہا ہے یہ اسی کے ساتھ کلام متصل قرار پائے گا، کہ قوم نے کہا:

﴿اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ۝﴾[3]

''بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے

1 المرشد:1/558 2 الزخرف:24 3 الزخرف:23

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نشانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔''

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والے نے جواب دیا:

﴿ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ﴾ [1]

''اور کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ سیدھا راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟

لیکن امر والی قراءت میں اس کلام میں یہ احتمال ہے کہ یہ خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے لہٰذا اس صورت میں یہ ماقبل سے منقطع ہوگا۔

دونوں قراءات کا وقف پر اثر:

اختلاف قراءت سے معنی پر جو اثر پڑتا ہے اسی وجہ سے وقف میں بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے کہ جمہور کی قراءت میں اس آیت سے پہلے «مُقْتَدُوْنَ» جو رأس الآیۃ ہے اس پر وقف ہوگا، لیکن حفص اور ابن عامر کی قراءت میں کیونکہ گذشتہ کے ساتھ یہ کلام متصل ہے لہٰذا وقف درست نہ ہوگا۔

امام ابن غلبون جمہور کی قراءت میں اس جگہ وقف کی تخصیص کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«لِأَنَّهُ اِسْتِئْنَافُ أَمْرٍ مِنَ اللهِ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ ﷺ بِأَنْ يَقُوْلَ لَهُمْ ذٰلِكَ». [2]

''کیونکہ یہ نیا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ان (کافروں) سے یہ کہیں۔''

دوسری مثال:

فرمان باری تعالیٰ:

﴿ وَ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَ مَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴾ [3]

''اور اس طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر تباہی ہی میں تھی۔''

1 الزخرف:24 2 التذكرة:555/2 3 غافر:37

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراء کا اختلاف:

ضَدَّ (صاد کے ضمہ کے ساتھ) یعقوب، کوفیون

صَدَّ (صاد کے فتحہ کے ساتھ) باقی تمام قراء

«ضَدَّ» پڑھنے والے قراء کے ہاں یہ فعل مجہول ہے اس کا نائب فاعل ضمیر ہے جو «فِرْعَوْنَ» کی طرف پلٹ رہی ہے اور اس کا عطف «زُيِّنَ» پر ہوگا۔

اور دوسری قراءت میں «صَدَّ» فعل معروف ہے فاعل «فِرْعَوْنَ» کی طرف پلٹنے والی معروف کی ضمیر ہے۔

دونوں قراءات کا وقف پر اثر:

دونوں قراءات میں اختلاف فعل کی وجہ سے «سُوْٓءُ عَمَلِهٖ» پر وقف میں یہ اثر پڑتا ہے کہ معروف والی قراءت کے مطابق یہاں وقف زیادہ بہتر ہے، مجہول والی قراءت کے مقابلے میں، کیونکہ «زُيِّنَ» فعل مجہول ہے۔ «صَدَّ» فعل معروف ہے تو لہٰذا درمیان میں «سُوْٓءُ عَمَلِهٖ» پر وقف کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ دونوں میں جدائی ہو جائے، لیکن «صَدَّ» مجہول والی قراءت میں دونوں کا ایک دوسرے پر عطف ہے اور دونوں ہی فعل مجہول ہیں لہٰذا درمیان میں «سُوْٓءُ عَمَلِهٖ» پر وقف نہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

چوتھی صورت:

قراءت میں اختلاف فعل کے عطف اور نئے کلام کی صورت میں ہو

مثال نمبر ①: فرمان باری تعالیٰ:

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ [1]

''آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے بس یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔''

1 البقرة: 117

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراء کا اختلاف:

«یَکُوْنَ» (نون کے نصب کے ساتھ) ابن عامر شامی

«یَکُوْنُ» (نون کے رفع کے ساتھ) باقی تمام قراء

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں «کُنْ» پر وقف کا تعلق «فَیَکُوْنَ» میں فاء کے معنی سے تعلق رکھتا ہے، کیونکہ ''فاء'' یہاں عاطفہ بھی ہوسکتی ہے اور مستانفہ بھی۔ جیسا کہ اہل علم نے وضاحت کی ہے۔

وقف پر دونوں قراءات کا اثر:

جن ائمہ نے اس فاء کو عاطفہ بنایا ہے ان کے ہاں «کُنْ» پر وقف منع ہوگا کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں جدائی ہو جائے گی، لیکن جن ائمہ نے اس فاء کو استنافیہ بنایا ہے ان کے ہاں یہاں وقف کرنا درست ہوگا۔ اہل علم کے اس اختلاف سے یہ بھی واضح ہوا کہ فعل امر کے بعد آنے والی «فاء» ہمیشہ جواب امر کی ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ مستانفہ بھی ہوسکتی ہے۔ اس سے «فَیَکُوْنُ» کے نون میں رفع والی قراءت کی توجیہ بھی سمجھ آجاتی ہے کہ جیسا کہ اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ «یَکُوْنُ» یہاں خبر ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے اور اس کا مبتدا یہاں محذوف ہے گویا اصل یوں ہے: «فَهُوَ یَکُوْنُ»۔

مثال نمبر ②: فرمان باری تعالیٰ:

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ یُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ [البقرۃ:271]

''اگر تم صدقے ظاہر کرو تو یہ اچھی بات ہے اور اگر انھیں چھپاؤ اور انھیں محتاجوں کو دے دو تو یہ تمھارے لیے زیادہ اچھا ہے اور یہ تم سے تمھارے کچھ گناہ دور کرے گا اور اللہ اس سے جو تم کر رہے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔''

قراء کا اختلاف:

«وَیُكَفِّرُ» (یاء اور را کے رفع کے ساتھ) ابن عامر شامی، حفص

«وَنُكَفِّرُ» (نون اور راء کے رفع کے ساتھ) ابن کثیر، ابو عمرو، شعبہ، یعقوب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

«وَنُكَفِّرْ» (نون اور راء کے جزم کے ساتھ) نافع، حمزہ، کسائی، ابوجعفر، خلف العاشر

اسی اختلاف قراءت کی وجہ سے اس آیت کریمہ میں محل وقف میں اختلاف ہے۔ «وَنُكَفِّرْ» راء کے جزم والی قراءت میں اس کا ماقبل پر عطف ہے لہٰذا اس سے پہلے «خَيْرٌ لَّكُمْ» پر وقف کی صورت میں معطوف اور معطوف علیہ میں جدائی لازم آئے گی اس لیے اس قراءت کے مطابق وقف «سَيِّئَاتِكُمْ» پر پہنچ کر ہی ہوگا۔

جبکہ دوسری دونوں قراءات میں فعل سے جملہ مستانفہ ہوگا لہٰذا ماقبل «فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ» پر وقف ہوگا۔

② اسماء سے متعلقہ اختلاف:

قراءات میں بسا اوقات ایسا اختلاف ہوتا ہے جس سے اصل کلمہ میں کمی یا زیادتی یا ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف وغیرہ بدلا نہیں جاتا، بلکہ اختلاف کا تعلق اسم کے آخر میں ظاہر ہونے والے اعراب سے ہوتا ہے۔

مثال نمبر①: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ [النحل:12]

''اور اس نے تمھاری خاطر رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا اور ستارے اس کے حکم کے ساتھ مسخر ہیں۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔''

قراء کا اختلاف:

«وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ» (چاروں اسماء پر رفع) ابن عامر شامی

«وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ» (پہلے دو اسموں پر نصب اور آخری دو پر رفع) حفص

«وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ» (چاروں اسماء پر نصب، اسی میں تاء کا کسرہ) باقی تمام قراء

جن قراء نے ان چاروں اسماء پر رفع پڑھا ہے گویا کہ انھوں نے اس سے پہلے «اَللَّيْلَ وَالنَّهَارَ» پر کلام میں قطع کیا، اور اس کے بعد «وَالشَّمْسُ» کو مبتداء بنایا اور مرفوع پڑھا اور «مُسَخَّرَاتٍ» کو خبر ہونے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے مرفوع پڑھا، اور جن قراء نے چاروں پر نصب پڑھا ہے گویا انھوں نے ماقبل پر عطف کیا اور ان تینوں اسماء کو «سَخَّرَ» کا مفعول بنایا اور آخر میں «مُسَخَّرَاتٍ» کو حال بناتے ہوئے منصوب پڑھا ہے۔

تیسری قراءت جس میں دو اسموں کو منصوب پڑھا گیا ہے گویا اس میں پہلے دو اسموں کو عطف کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے اور ان دو اسموں کے بعد کلام کو گویا ختم کر دیا، اور بعد والے تیسرے اسم «وَالنُّجُوْمُ» سے جملہ مستانفہ بنایا اور اسے مبتداء اور بعد والے «مُسَخَّرَاتٌ» کو خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع پڑھا۔

اختلاف قراءات سے وقف پر اثر:

اختلاف قراءت کی وجہ سے اس آیت کریمہ میں وقف پر بھی اثر پڑتا ہے لہٰذا اس آیت کریمہ میں وقف دو مقامات پر ہوگا۔

① «اَللَّيْلَ وَالنَّهَارَ» یہ وقف صرف امام ابن عامر شامی کی قراءت کے مطابق ہوگا کہ کیونکہ وہ یہاں سے آگے نیا کلام جملہ مستانفہ بناتے ہیں اور ماقبل سے اسے جدا کرتے ہیں لہٰذا ان کے ہاں اس پر وقف ہوگا۔

② «وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ» پر وقف صرف روایت حفص کے مطابق ہوگا کیونکہ وہ اکیلے ہیں جو اس کے بعد والے کلمے کو مرفوع پڑھتے ہیں۔ لہٰذا ان کے ہاں «القمر» پر گذشتہ کلام مکمل ہوئی، اور اس سے آگے نیا کلام شروع ہوا جو جملہ مستانفہ اور مبتدا، خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

رہی تیسری قراءات جس میں چاروں کلمات کو نصب دیا گیا ہے ان کے ہاں وقف کرنا درست نہیں جب تک آپ «بِأَمْرِهِ» تک نہ پہنچ جائیں اس سے پہلے وقف درست نہیں کیونکہ اس سے پہلے ساری کلام متصل ہے۔

مثال نمبر②: فرمان باری تعالیٰ:

﴿اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ [الصافات:126]

اللہ کو، جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراء کا اختلاف:

«اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ» (اسم جلالہ اور بعد والے دونوں اسموں پر نصب) یعقوب، حمزہ، کسائی، حفص، خلف العاشر

«اللّٰهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ» (اسم جلالہ اور بعد والے دونوں اسموں پر رفع) باقی تمام قراء

جن قراء نے اسم جلالہ کو نصب دیا ہے گویا انھوں نے ماقبل «أَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ» سے اسے بدل بنایا ہے اور بعد والے اسم «رَبَّكُمْ» کو اس کی صفت اور تیسرے اسم «وَرَبَّ اٰبَآءِكُمُ» کو اس پر عطف کرتے ہوئے منصوب پڑھا ہے۔ یا پھر دوسری توجیہ یہ ہے کہ اسم جلالہ کو بطور مدح نصب دیا گیا ہے۔

رہی دوسری قراءت جنھوں نے رفع پڑھا ہے تو ان کے ہاں اسم جلالہ مبتداء ہے اور بعد والا «رَبُّكُمْ» اس کی خبر ہے اور اس کے بعد «رَبُّ اٰبَاءِكُمُ» کا اس پر عطف ہے لہٰذا تینوں مرفوع ہیں۔

اختلاف قراءت کا وقف پر اثر:

اسم جلالہ میں رفع پڑھنے والی قراءت کے مطابق ماقبل رَأْسُ الْاٰيَة پر وقف ہوگا، اور اسم جلالہ سے نئے کلام کا آغاز ہوگا، لہٰذا جملہ مستانفہ کے آغاز میں مبتداء کی وجہ سے اس پر رفع ہوگا۔ لیکن نصب پڑھنے والوں کے ہاں اگر نصب بطور مدح ہے تو پھر ماقبل رَأْسُ الْآيَة پر وقف ممنوع نہیں ہوگا لیکن اگر نصب ماقبل سے بدل کی وجہ سے ہے تو پھر رَأْسُ الْاٰيَة: «أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ» پر وقف منع ہوگا، تاکہ مبدل منہ اور بدل میں جدائی نہ ہو۔

③ حروف سے متعلقہ اختلاف:

پہلی صورت یہ ہے: ایک حرف کے متعدد معانی کی وجہ سے اختلاف قراءت اور اس کا وقف پر اثر ہوتا ہے۔

مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [النساء:1]

''اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراء کا اختلاف:

«وَالْأَرْحَامَ» (نصب کے ساتھ) امام حمزہ کے علاوہ باقی تمام قراء

«وَالْأَرْحَامِ» (جر کے ساتھ) امام حمزہ

جمہور قراء کی قراءت کے مطابق «وَالْأَرْحَامَ» کا عطف اسم جلالہ پر ہوگا گویا کہ آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا: اس اللہ تعالیٰ سے بھی ڈر جاؤ جس کے نام کے ساتھ تم سوال کرتے ہو اور قطع رحمی کرنے سے بھی ڈر جاؤ۔

جبکہ امام حمزہ کی قراءت کے مطابق اس میں دو وجہ ہوں گی:

① اس کلمہ کا عطف «بِهِ» میں موجود ضمیر پر ہوگا گویا کہ تقدیری عبارت یوں ہوگی: «وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَبِالْأَرْحَامِ»

② دوسری وجہ یہ ہوگی کہ یہاں واؤ عاطفہ نہ ہو بلکہ قسمیہ ہو، لہٰذا پہلا جملہ «تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ» پر مکمل ہو اور اس کے بعد نیا کلام شروع ہو جس کے ابتداء میں حرف قسم ہو، اور «اَلْأَرْحَامِ» پر جر واؤ قسمیہ کی وجہ سے ہو۔ جس طرح «وَالنَّجْمِ، وَالطُّوْرِ» وغیرہ میں واؤ قسمیہ ہے۔

اختلاف قراءت سے وقف پر اثر:

جن قراء نے «اَلْأَرْحَامَ» کو نصب دیا، اور جنہوں نے «اَلْأَرْحَامِ» کو جر دیا لیکن جر کی وجہ عطف کو بیان کیا ان سب کے ہاں «تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ» پر وقف نہ ہوگا۔

لیکن جنھوں نے «اَلْأَرْحَامِ» میں جر کی وجہ واؤ قسمیہ کو قرار دیا، ان کے ہاں «اَلْأَرْحَامِ» قسم اور اس کا جواب قسم جملہ «اِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا» ہوگا، ان کے ہاں «تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ» پر وقف ہوگا اور «وَالْأَرْحَامِ» سے لے کر پھر آگے «رَقِيْبًا» پر قسم اور جواب قسم کے ساتھ وقف ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے: ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ہو۔

مثال: فرمان باری:

﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا﴾ [الشمس:15]

اور وہ اس (سزا) کے انجام سے نہیں ڈرتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءت:

«فَلَا يَخَافُ» (فاء کے ساتھ) نافع، ابن عامر شامی، ابوجعفر

«وَلَا يَخَافُ» (واؤ کے ساتھ) باقی تمام قراء

فاء پڑھنے والوں کے ہاں اس آیت کا ماقبل فرمان باری تعالیٰ «فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا» پر عطف ہوگا تو معنی ہوگا: «فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَلَا يَخَافُ الْعَاقِرُ عُقْبَاهَا» اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹتی ہے لہٰذا معنی یہ ہوگا: «فَلَا يَخَافُ اللّٰهُ عَاقِبَةَ دَمْدَمَتِهٖ عَلَيْهِمْ»

انہی دونوں وجوہ پر واؤ والی قراءت کو بھی محمول کیا گیا ہے اور مزید اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضمیر سیدنا صالح علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے جنہوں نے قوم کو ڈرایا لیکن قوم باز نہ آئی لہٰذا معنی یہ ہوگا: «فَلَا يَخَافُ عَاقِبَةَ إِنْذَارِهٖ إِيَّاهُمْ وَ حُلُوْلَ الْعُقُوْبَةِ بِهِمْ» [1]

اختلاف قراءت کا وقف پر اثر:

ائمہ وقف کا اس مقام پر ماقبل رَأْسُ الْآيَة «فَسَوّٰهَا» پر وقف میں اختلاف ہے، ایک گروہ نے فاء والی قراءت کے مطابق «فَسَوّٰهَا» کو رَأْسُ الْآيَة قرار دیتے ہوئے وقف کیا ہے۔ لیکن ان کے ہاں واؤ والی قراءت میں «فَسَوّٰهَا» پر وقف نہیں ہوگا کیونکہ واؤ حالیہ ہے جس کا تعلق ماقبل سے ہے لہٰذا «فَسَوّٰهَا» پر وقف کر کے واؤ حالیہ کو ذوالحال سے جدا نہیں کیا جائے گا۔

جبکہ ایک گروہ کی رائے اس کے برعکس ہے کہ «فَسَوّٰهَا» پر ''فاء'' والی قراءت کے مطابق وقف درست نہیں لیکن ''واؤ'' والی قراءت میں وقف کو درست قرار دیا ہے، اور بعض نے یہاں دونوں قراءتوں کے مطابق ہی وقف سے منع کیا ہے ہاں اگر مجبوری ہو یعنی وقف اضطراری کرنا پڑے تو اس کی اجازت ہے۔

اس اختلاف پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا کہ رَأْسُ الْآيَة پر وقف کے جواز اور عدم جواز میں سبب واؤ کا فاء سے بدلنا یا فاء کا واؤ سے بدلنا ہے، اگرچہ کچھ علماء نے معنی پر دلالت کے اعتبار سے دونوں حروف کو برابر قرار دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں معنوی اعتبار سے فرق موجود ہے۔ واللہ اعلم.

1 جامع البیان: 215/30، حجۃ القراءات: 766

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

④ رَأْسُ الْآيَة پر معنی مکمل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اختلاف قراءات اور اس کا اثر:

قرآن مجید کی بہت ساری آیات میں آیت کے اختتام پر معنی مکمل نہیں ہو رہا ہوتا اور یہ چیز تعدد قراءات سے مزید سامنے آتی ہے کہ ایک قراءت کے مطابق رأس الآیة پر معنی پورا ہو جاتا ہے جب کہ دوسری قراءت میں بعد والے کلمے سے بھی تعلق ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وقف اور عدم وقف کا اختلاف بھی سامنے آتا ہے۔

مثال نمبر ①: فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَإِنَّ هٰذِهٖٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾ [1]

''اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔''

قراء کا اختلاف:

«وإِنَّ هٰذِهٖ» (ہمزہ کا کسرہ اور نون کی تشدید) کو فیون

«وأَنْ هٰذِهٖ» (ہمزہ کا فتحہ اور نون کا سکون) ابن عامر شامی

«وأَنَّ هٰذِهٖ» (ہمزہ کا فتحہ اور نون کی تشدید) باقی تمام قراء

ہمزہ کو کسرہ دینے والے قراء کے ہاں نیا کلام ہونے کی وجہ سے آغاز میں ہمزہ مکسور کے ساتھ «إِنَّ» ہوتا ہے، لیکن جن قراء نے فتحہ دیا ہے اس کی تین وجوہ ہیں:

① یہ گزشتہ جملہ «بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ» پر عطف ہے عبارت یوں ہوگی:

«وَبِأَنْ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً»

② حرف علت کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے اصل یوں ہے:

«وَلِأَنَّ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً»

③ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے: اصل گویا یوں ہے:

«وَاعْلَمُوْا أَنَّ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً» [2]

---

[1] المومنون:52 [2] جامع البیان:29/18

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءت سے وقف پر اثر:

اختلاف قراءت کی وجہ سے «اِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ» رَأْسُ الْاٰيَة پر کسرہ والی قراءت کے مطابق چونکہ معنی پورا ہو جاتا ہے اور آگے نیا کلام ہے لہٰذا وقف ہوگا، لیکن ہمزہ کے فتحہ والی دونوں قراءات میں چونکہ گزشتہ کلام کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور ماقبل پر اس کا عطف ہے لہٰذا وقف نہیں ہوگا۔

مثال نمبر ②: فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾ [1]

''اور چاند، ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ وہ دوبارہ پرانی (کھجور کی) ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے۔''

قراء کا اختلاف:

«وَالْقَمَرُ»: (را کے رفع کے ساتھ) نافع، ابن کثیر مکی، ابو عمرو بصری، روح

«وَالْقَمَرَ»: (را کے نصب کے ساتھ) باقی تمام قراء

مرفوع پڑھنے والوں کے نزدیک رفع کی دو وجہیں تھیں۔

① «وَالْقَمَرُ» مرفوع ہے کیونکہ اس کا عطف «وَالشَّمْسُ» پر ہے جو مرفوع ہے اور اس کا عطف پیچھے «وَاٰيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ» پر ہے جو کہ مرفوع ہے۔

② یا پھر «وَالْقَمَرُ» مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

نصب پڑھنے والوں کے نزدیک نصب کی بھی دو وجہیں ہیں۔

① اسے مفعول مقدم بنایا جائے تقدیر عبارت یوں ہوگی:

«وَقَدَّرْنَا الْقَمَرَ مَنَازِلَ»

② اسے مفعول بہ بنایا جائے لیکن اس کے ناصب کو مقدر مانا جائے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی:

«وَقَدَّرْنَا الْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ»، اسے کتب نحو میں «اِضْمَارٌ عَلٰى شَرْطِ التَّفْسِيْر» کہا جاتا ہے۔

[2] يٰسٓ:39

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءت سے وقف پر اثر:

مذکورہ توجیہات سے یہ واضح ہوا کہ ایک قراءت میں اس آیت کا اول حصہ گذشتہ آیت سے جڑا ہوا ہے، جبکہ دوسری قراءت کے مطابق اس کا گذشتہ سے تعلق نہیں بلکہ منقطع اور جدا ہے، اسی لیے رفع سے پڑھنے والوں کے ہاں «رَأْسُ الْآيَةِ» پر وقف تام ہے، لیکن نصب والوں کے ہاں «رَأْسُ الْآيَةِ» پر فعل مضمر ہونے کی وجہ سے وقف تام نہیں ہے۔

⑤ جملہ خبریہ یا جملہ انشائیہ ہونے کے اعتبار سے تعدد قراءت اور اس کے وقف پر اثرات:

بسا اوقات وہ جملہ جس میں قراءات کا اختلاف ہوتا ہے بعض دفعہ جملہ انشائیہ ہوتا ہے یعنی اس کا آغاز امر، نہی سے ہو رہا ہوتا ہے، اور بعض دفعہ جملہ خبریہ ہوتا ہے جس میں کسی چیز کی خبر دی جا رہی ہوتی ہے۔

مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا﴾ [الکھف:26]

''کہہ دے اللہ زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت وہ رہے، اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتیں ہیں، وہ کس قدر دیکھنے والا اور کس قدر سننے والا ہے، نہ اس کے سوا ان کا کوئی مددگار ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔''

قراء کا اختلاف:

«لَا تُشْرِكْ» (تاء خطاب کے ساتھ اور مجزوم) ابن عامر شامی

«لَا يُشْرِكُ» (یاء غیب کے ساتھ) باقی تمام قراء

جن قراء نے یاء غیب کے ساتھ پڑھا ہے اس قراءت کے مطابق یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے خبر ہے کہ وہ غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا اور نہ ہی تقدیر اور فیصلے میں کسی سے مشورہ فرماتا ہے۔

اور جن قراء نے اسے تاء خطاب سے اور مجزوم پڑھا ہے تو اس قراءت کے مطابق یہ جملہ انشائیہ ہے کہ محمد ﷺ اور آپ کی امت کو منع کیا جا رہا ہے کہ علم غیب کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ذات کی طرف نہ کریں، زمین وآسمان کا غیب صرف اس اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو گویا کہ نہی والی قراءت اگلی آیت میں جو امر «وَاتْلُ مَا أُوْحِيَ» آرہا ہے، اس کے موافق اور مناسب ہو جائے گی۔

اختلاف قراءت سے وقف پر اثر:

قراءت میں اختلاف کی وجہ سے بعض اہل علم نے «مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَّالٍ» پر وقف کو صرف امام ابن عامر شامی والی قراءت تک محدود رکھا ہے جبکہ دوسری قراءت کے مطابق اسے محل وقف قرار نہیں دیا، کیونکہ لغت میں خبر پر انشاء یا انشاء پر خبر کا عطف نہیں کیا جاتا۔

اگرچہ بعض نے دونوں قراءات میں ہی وقف کی اجازت دی ہے لیکن انشاء والی قراءت کو خبر والی قراءت کے مقابلے میں زیادہ بہتر قرار دیا ہے کہ اس سے پہلے وقف کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشق

سوال 1 وقف کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں اور وقف کی اہمیت نمایاں کریں۔

سوال 2 وقف میں قراء عشرہ کا طرز عمل تحریر کریں۔

سوال 3 علم القراءات اور علم الوقف کا باہمی تعلق نمایاں کریں۔

سوال 4 علم الوقف اور العقیدۃ کا باہمی تعلق مثال سے واضح کریں۔

سوال 5 علم الوقف کا علم الفقہ سے تعلق دو مثالوں سے نمایاں کریں۔

سوال 6 علم البلاغۃ اور علم الوقف کا باہمی تعلق تحریر کریں۔

سوال 7 اختلاف قراءات کی کتنی اور کون سی اقسام ہیں جن سے وقف پر اثر پڑتا ہے۔

سوال 8 افعال سے متعلقہ وہ کون سی تین صورتیں ہیں جن سے وقف پر اثر مرتب ہوتا ہے۔

سوال 9 قراءات میں غائب، خطاب یا معروف ومجہول کے اختلاف سے وقف پر مرتب ہونے والے اثرات کو مثالوں سے واضح کریں۔

سوال 10 ''فعل ماضی'' اور ''فعل امر'' سے وقف پر مرتب اثر کو مثال کی روشنی میں نمایاں کریں۔

سوال 11 اسماء سے متعلقہ اختلاف قراءات سے وقف پر پڑنے والے اثرات مثالوں سے واضح کریں۔

سوال 12 حروف سے متعلقہ اختلاف اور اس کا وقف پر مرتب ہونے والا اثر تحریر کریں۔

سوال 13 «فَلَا يَخَافُ» اور «وَلَا يَخَافُ» دونوں قراءات سے وقف پر کیا اثر پڑتا ہے؟

سوال 14 «رأس الأية» پر معنی مکمل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اختلاف قراءت اور اس کا اثر قلمبند کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

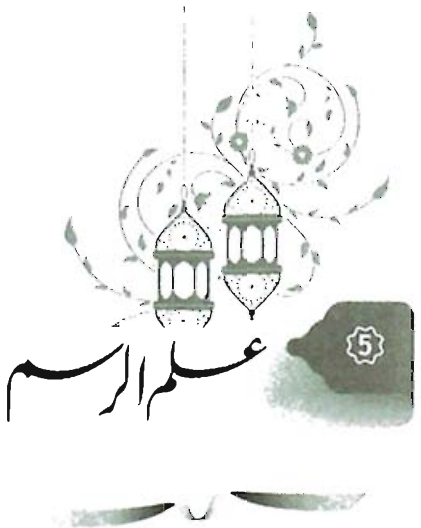

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

علم الرسم اور اختلاف قراءت کے اثرات

﴿1﴾ فصل اول: تمہید

﴿2﴾ فصل دوم: رسم عثمانی اور قراءات کا باہمی تعلق

﴿3﴾ فصل سوم: قراءات قرآنیہ اور رسم عثمانی کا اعجاز

﴿4﴾ فصل چہارم: رسم عثمانی کا معنوی اعجاز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

تمہید

قرآن مجید کو کاتبین وحی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مخصوص رسم الخط میں لکھا، جیسے رواۃ نے آگے نقل کر دیا، پھر ائمہ قراءات نے اس کی ہیئت اور کیفیت کو امانت و دیانت کے ساتھ محفوظ کیا اور اسے اپنی کتب میں مدون کیا، جس سے یہ ایک مستقل علم ''علم رسم القرآن'' کی شکل اختیار کر گیا، رسم قرآنی کے قواعد کی معرفت کو علم قراءات کی معرفت اور پہچان کا اہم ترین ذریعہ شمار کیا جاتا ہے۔

رسم کا لغوی معنی:

اثر یا نشان ہے، اور اس کی جمع رسوم (آثار، نشانات) آتی ہے۔

اصطلاح میں رسم سے مراد:

کلمات قرآنی کو حذف و زیادت اور وصل و قطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنے کا علم، جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

رسم کی قسمیں:

رسم کی دو قسمیں ہیں:

① رسم قیاسی:

رسم قیاسی سے مراد یہ ہے کہ: ایک لفظ میں جتنے حرف بولنے میں آتے ہیں کسی تبدیلی کے بغیر صرف وہی حروف لکھے جائیں۔ یعنی مرسوم ملفوظ کے عین مطابق ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

② رسم عثمانی:

اس سے مراد یہ ہے کہ: قرآنی کلمات کو اس مخصوص ہجاء کے مطابق لکھنا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا تھا۔

جمع قرآن:

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جمع قرآن تین دفعہ ہوئی۔

① عہد نبوی میں ② عہد صدیقی میں ③ عہد عثمانی میں

① عہد نبوی اور کتابت قرآن:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی زبانی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی تحریری حفاظت کا بھی مکمل اہتمام فرمایا، چنانچہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اسی طرح کاتبین وحی، جن کی کل تعداد خلفائے اربعہ سمیت چالیس (40) سے زیادہ ہے، سے لکھواتے اور تفصیل بھی بتلاتے، اس وقت کے حالات کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کو مختلف ٹکڑوں، ہڈیوں، کھجور کی لکڑیوں اور چمڑے وغیرہ پر لکھ لیتے۔ گویا کہ قرآن مجید کا مواد مکمل طور پر ان چیزوں میں لکھا ہوا محفوظ تھا۔

② عہدِ صدیقی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مرتدین کا فتنہ ہوا جو اس دور کا سب سے بڑا فتنہ تھا اسی دوران جنگ یمامہ میں بہت سے قراء شہید ہو گئے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید کے ضائع ہونے کا ڈر پیدا ہوا، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کام پر آمادہ ہوئے کہ قرآن مجید کو مصحف کی شکل میں جمع کیا جائے۔ جس کے لیے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا اور انھیں یہ ذمہ داری سونپی گئی، سیدنا زید رضی اللہ عنہ لوگوں سے لکھا ہوا منگواتے اور اس پر دو گواہ بھی طلب کرتے، اس طرح انھوں نے پورا قرآن مجید کتابی شکل میں جمع کر دیا۔ یہ مصحف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ان کی شہادت کے بعد ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ مصحف ان تمام احرف سبعہ پر مشتمل تھا جو عرضۂ اخیرہ میں باقی رکھے گئے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

③ عہد عثمانی:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا، آرمینیہ اور آذربائیجان جیسے عظیم الشان علاقے سلطنت اسلامیہ کا حصہ بنے، ان مفتوحہ علاقوں میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اختلاف پایا کہ ایک کہہ رہا ہے: میری قراءت بہتر ہے۔ چنانچہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فوراً مدینہ تشریف لائے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

« أَدْرِكْ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الْكِتَابِ اخْتِلَافَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى » [1]

''اے امیر المومنین! اس وقت امت کا تدارک کرو قبل اس کے کہ وہ آپس میں اختلاف کریں جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے اختلاف کیا۔''

چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف منگوایا اور اس کی مزید نقول تیار کروانے کا ارادہ فرمایا، اس کے لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزید تین صحابہ کرام: سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمن بن حارث رضی اللہ عنہ کو شامل کیا۔

چنانچہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصحف صدیقی جو کہ ان تمام قراءات پر مشتمل تھا کو سامنے رکھتے ہوئے مزید نسخے تیار کیے جن میں طریقہ کار یہ رکھا گیا کہ رسم میں اگر تمام قراءات جمع ہوسکیں تو کلمہ قرآنی کا رسم ایسا رکھا گیا اور جہاں قراءات جمع نہیں ہوسکتی تھیں انھیں کسی ایک مصحف میں رکھا گیا تاکہ قرآن مجید جو سبعہ اُحرف پر نازل ہوا اس کا کوئی بھی حصہ جو منسوخ نہیں ہوا وہ ان مصاحف سے رہ نہ جائیں۔ جب یہ تمام مصاحف تیار ہو گئے تو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہر علاقے کی طرف ایک مصحف اور ساتھ پڑھانے والے ایک قاری کو روانہ کیا اور ساتھ حکم نامہ جاری فرمایا کہ اس کے علاوہ جو کسی کے پاس ہے وہ اسے ختم کر دے، اور اس کے مطابق قراءت کرے جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور اتفاق ہوا ہے۔

رسم عثمانی میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھا گیا۔

① قراءات جہاں ایک ہی مصحف میں جمع نہیں ہوسکتی تھیں وہاں رسم کو تقسیم کر دیا گیا۔ مثلاً ایک مصحف میں حذف دوسرے میں اثبات جیسے: « وَسَارِعُوْا » اور « سَارِعُوْا »، « تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ » اور

[1] صحيح البخاري: 4987

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ)).

② یہ مصاحف مختلف شہروں کی طرف روانہ کیے گئے اور ان کے مطابق تلاوت کا حکم جاری کیا گیا۔

③ ہر مصحف کے ساتھ ایک ماہر قاری کو روانہ کیا گیا کہ وہ لوگوں کو اس کے مطابق پڑھائے۔ چنانچہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینہ کے قاری مقرر ہوئے۔ عامر بن قیس کو مصحف بصری کے ساتھ روانہ کیا گیا، مصحف مکی کے ساتھ عبداللہ بن سائب مخزومی اور مصحف کوفی کے ساتھ ابوعبدالرحمن السلمی اور مصحف شامی کے ساتھ مغیرہ بن شہاب کو بھیجا گیا، اور ایک مصحف سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے رکھا جسے «مصحف امام» کہا جاتا تھا۔

④ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کے وقت یہ تاکید فرمائی تھی کہ ہر آیت کے متعلق لکھنے سے قبل تسلی کر لی جائے کہ یہ قرآن ہے، تفسیر تو نہیں۔

⑤ یہ حکم نامہ بھی جاری کیا گیا کہ کوئی آیت اس وقت تک نہ لکھی جائے جب تک کمیٹی کے ماہرین سے تصدیق نہ کروالی جائے۔ [1]

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ وہ عظیم کارنامہ تھا جس نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے قرآن حکیم پر اختلاف کو ختم کر دیا۔ اسی لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو وہی کرتا جو انھوں نے کیا، اس لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق حسن ظن رکھو۔ [2]

[1] السنن الکبریٰ: 2/2 [2] روح المعانی: 7/153

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

رسم عثمانی اور قراءات کا باہمی تعلق

قراءات اور رسم عثمانی کے تعلق کی سات صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:

قراءات ایک سے زائد ہیں لیکن رسم ایک ہی ہے۔

① مثال: ﴿إِثْمٌ كَبِيرٌ﴾ (البقرة: 219)

قراءات: كَثِيرٌ: حمزہ، کسائی

كَبِيرٌ: باقی تمام قراء

اس میں دو قراءات ہیں لیکن رسم ایک ہی ہے کیونکہ مصاحف عثمانیہ نقطوں اور زبر، زیر، پیش سے خالی تھے۔

② مثال: ﴿جِبْرِيلَ﴾ (البقرة: 97)

قراءات: جَبْرِيلَ: امام ابن کثیر مکی

جِبْرَئِيلَ: شعبہ

جِبْرَئِلَ: حمزہ، کسائی

جِبْرِيلَ: باقی تمام قراء

اس میں قراءات چار ہیں لیکن رسم ایک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری صورت:

قراءات ایک سے زائد ہیں اور رسم بھی ایک سے زائد ہے۔

① مثال: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ﴾ (البقرۃ: 116)

قراءات: قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ: (بغیر واؤ کے) ابن عامر شامی

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ: (واؤ کے ساتھ) باقی تمام قراء

مصاحف عثمانیہ میں اسے دونوں طرح لکھا گیا تاکہ دونوں قراءات کو شامل ہو سکے، چنانچہ مصحف شامی میں بغیر واؤ کے اور باقی تمام مصاحف میں واؤ کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

امام شاطبی اپنی کتاب العقیلہ میں فرماتے ہیں:

«شَامٍ وَقَالُوْا بِحَذْفِ الْوَاوِ قَبْلَ يَرٰى»[1]

مصحف شامی میں «وَقَالُوْا» واؤ کے حذف کے ساتھ ہے۔

② مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (آل عمران: 133)

قراءات: سَارِعُوْا: (واؤ کے حذف سے) نافع، ابن عامر شامی، ابوجعفر

وَسَارِعُوْا: (واؤ کے ساتھ) باقی تمام قراء

اس کلمے کا رسم بھی دو طرح ہے تاکہ دونوں قراءات کو شامل ہو سکے۔

امام شاطبی العقیلہ میں فرماتے ہیں:

«وَسَارِعُوْا الْوَاوَ مَكِّيٌّ عَرَاقِيَةٌ»[2]

مصحف مکی وعراقی میں «وَسَارِعُوْا» واؤ کے ساتھ ہے جبکہ باقی تمام مصاحف میں بغیر واؤ کے ہے۔

تیسری صورت:

قراءات دو ہیں: ایک اثبات الف سے، دوسری حذف الف سے لیکن رسم دونوں کا حذف الف سے ہے تاکہ دونوں قراءات کو شامل ہو جائے، ایک صراحتاً اور دوسرا احتمالاً موافق ہو جائے۔

1 شعر نمبر: 55 2 شعر نمبر: 61

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

① مثال: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [1]

قراءات: مَلِكِ: نافع، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، ابن عامر شامی، حمزہ، ابوجعفر

مٰلِكِ: باقی قراء

دونوں قراءات دیگر قرآنی آیات میں الگ الگ موجود ہیں۔ جیسے:

﴿اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ﴾ [2]

﴿مَلِكِ النَّاسِ ۝﴾ [3]

اور اسی طرح «مٰلِكِ» والی قراءت درج ذیل آیت میں ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ [4]

واضح ہوتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ میں اگر «ملك» کا رسم الف سے ہوتا تو حذف الف والی قراءت کو شامل نہیں ہوسکتا تھا، اسی لیے اس کو حذف الف سے لکھا گیا تاکہ حذف اور اثبات والی دونوں قراءات کو شامل ہو سکے، لیکن ایسے مواقع پر الف محذوفہ کے اوپر چھوٹا سا الف ڈالا جاتا ہے تاکہ اثبات الف کی طرف اشارہ ہو جائے جیسا کہ علامہ خراز اپنی کتاب «دَلِيْلُ الْحَيْران شَرْحُ مَوْرِدِ الظَّمْآنِ» میں فرماتے ہیں:

«وَأَلْحِقَنْ أَلِفًا تَوَسَّطَا مِمَّا مِنَ الْخَطِ اخْتِصَارًا أَسْقَطَا»

جس لفظ سے الف کو اختصار کی غرض سے حذف کر دیا گیا ہو اس پر چھوٹا الف لگا دو (جسے کھڑا زبر کہا جاتا ہے۔ جیسے: اَلْعٰلَمِيْنَ)

② مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ﴾ [5]

''اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو، یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں''۔

قراءات:

تَقْتُلُوْهُمْ، يَقْتُلُوْكُمْ، قَتَلُوْكُمْ: (قَتَلَ يَقْتُلُ سے) حمزہ، کسائی، خلف العاشر

تُقٰتِلُوْهم، يُقٰتِلُوكُمْ، قٰتَلُوْكُمْ: (قَاتَلَ يُقَاتِلُ سے) باقی تمام قراء

1 الفاتحہ:4 2 الحشر:23 3 الناس:2 4 ال عمران:26 5 البقرۃ:191

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب ان کلمات کو اگر رسم میں اثبات الف سے لکھا جاتا جو کہ رسم قیاسی کا تقاضا تھا تو حذف الف والی قراءات شامل نہیں ہوسکتی تھیں، لہٰذا ان تینوں کلمات کو حذف الف سے لکھا گیا، تاکہ اثبات الف والی قراءات بھی شامل ہوجائیں۔ چنانچہ امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب العقیلہ میں فرماتے ہیں:

« وَقَتْلُوْهُمْ وَأَفْعَالُ الْقِتَالِ بِهَا ... ثَلَاثَةٌ قَبْلَهُ تَبْدُوْ لِمَنْ نَظَرَا »[1]

« وَقَتْلُوْهُم » اور اس کے ساتھ باقی دو افعال قتال سے الف کا حذف واضح ہے۔

چوتھی صورت:

جس میں دو قراءات ہیں، ایک یاء کے اثبات کے ساتھ اور دوسری یاء کے حذف کے ساتھ، لیکن رسم میں یاء کو حذف کر کے صرف کسرہ پر اکتفاء کیا گیا ہے تاکہ وہ کسرہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے۔

① مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ﴾[2]

قراءات:

الدَّاعِيْ: (اثبات یا وصلاً، وقفاً) امام یعقوب

الدَّاعِ، الدَّاعِيْ: (وصلاً اثبات یاء، وقفاً حذف) ابوجعفر، ورش، ابوعمرو

الدَّاعِ: (وصلاً، وقفاً حذف یاء) باقی تمام قراء

یہ کلمہ اصل میں «الدَّاعِيْ» یاء کے ساتھ ہے کیونکہ یاء فعل کا لام کلمہ ہے، رسم عثمانی میں اسے حذف یاء سے لکھا گیا ہے، حذف کرنے والوں نے رسم عثمانی کو دلیل بنایا ہے، اور اثبات والوں نے اصل کا اعتبار کیا ہے لیکن رسم میں ان کی قراءت کا احتمال موجود ہے۔

② مثال: فرمان باری ہے:

﴿يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ﴾[3]

''وہ حق بیان کرتا ہے اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔''

1 شعر نمبر:48 2 البقرۃ:186 3 الانعام:57

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءات:

يَقُصُّ: (قاف کا ضمہ، صاد پر تشدید اور ضمہ) نافع، مکی، عاصم، ابوجعفر

يَقْضِ: (قاف کا سکون، ضاد پر کسرہ) باقی قراء

مصاحف عثمانیہ میں چونکہ نقطے اور اعراب نہیں تھے تو اس کلمے کو بغیر نقطوں کے یوں «یعص» لکھا گیا، جس میں دونوں قراءات کا احتمال موجود ہے، اس میں قراء عشرہ میں سے امام یعقوب حالت وقف میں اسے اثبات یاء کے ساتھ «يَقْضِيْ» پڑھتے ہیں۔

معنوی اعتبار سے دونوں قراءات کی نظیر قرآن حکیم میں موجود ہے:

«يَقُصُّ» بمعنی بیان کرنا جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾ [1]

''ہم تجھے سب سے اچھا بیان سناتے ہیں''

«يَقْضِ» بمعنی فیصلہ کرنا جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ﴾ [2]

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ایسے کلمات اور بھی موجود ہیں جن کی تعداد اکیس (21) ہے جن میں یاء کو رسماً حذف کیا گیا ہے، اگر ان کلمات میں یاء کو رسماً لکھ دیا جاتا تو حذف یاء والی قراءت کا شامل ہونا مشکل ہو جاتا۔

پانچویں صورت:

جہاں تمام قراء واؤ کو وقفاً، وصلاً حذف کرتے ہیں اور تمام مصاحف عثمانیہ میں واؤ کو حذف کرنے کے بعد صرف ضمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

① مثال: فرمان باری ہے:

﴿وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ﴾ [3]

''اور انسان برائی کی دعا کرتا ہے اپنے بھلائی کی دعا کرنے کی طرح''

1 یوسف:3 2 غافر:20 3 الاسراء:11

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ لفظ اصل میں «يَدْعُوْ» واؤ کے ساتھ ہے لیکن تمام مصاحف عثمانیہ میں بالاتفاق حذف واؤ سے لکھا گیا ہے اور قراء میں سے کوئی بھی اثبات واؤ سے نہیں پڑھتا۔

② مثال: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ﴾ [1]

''اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے۔''

یہاں واؤ حذف ہے حالانکہ اس حذف کی کوئی نحوی، صرفی وجہ نہیں ہے تلفظ بھی بغیر واؤ کے ہے، اصل کلمہ «يَمْحُوْ» ہے۔ اگر اس کلمہ کو واؤ سے لکھا جاتا تو قراءت کی مخالفت ہوتی، اور قراء میں سے کوئی بھی وقفاً، وصلاً اس واؤ کے اثبات کا قائل نہیں ہے۔

چھٹی صورت:

بعض قراء لمبی تاء کے ساتھ وقف کرتے ہیں ان کی قراءت کی موافقت کے سبب باوجودیکہ وہاں گول تاء ہے، رسم عثمانی میں ان کلمات کو لمبی تاء سے لکھا گیا ہے۔

① مثال: ﴿أُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ﴾ [2]

''وہی اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں''۔

«رَحْمَتَ» کا لفظ پورے قرآن مجید سات مقامات پر آیا ہے اور تمام مصاحف میں بالاتفاق تاء تانیث کے ساتھ لکھا گیا ہے، اس کے وقف میں قراء کا اختلاف ہے۔

امام نافع، ابن عامر شامی، عاصم، حمزہ، ابوجعفر، خلف العاشر اسے وقفاً «تاء» سے پڑھتے ہیں، تاکہ قراءت رسم کے ساتھ متفق رہے۔ لیکن باقی قراء اس لفظ کو وقفاً «ھاء» سے پڑھتے ہیں۔

ساتویں قسم:

دو کلمات کو رسم میں ملا کر لکھا گیا ہے، لیکن انہی دو کلمات کو بعض مقامات پر الگ الگ لکھا گیا، تاکہ ایک کلمے پر وقف والی قراءت کی رسم سے موافقت ہو جائے۔

① مثال: فرمان باری تعالیٰ:

1 الشوریٰ:24 2 البقرۃ:218

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ﴾ [1]

«أَلَّا» اصل میں «أَنْ» اور «لَا» دو الگ الگ کلمات ہیں، لیکن انھیں اس مقام پر ملا کر لکھا گیا ہے، اس جگہ قراء میں سے کسی نے بھی «أَنْ» کو «لَا» سے الگ کر کے وقف کی اجازت نہیں دی، کیونکہ رسم کی پیروی کرتے ہوئے اب یہ ایک کلمہ بن چکا ہے، لہٰذا کاٹ کر وقف کرنا درست نہیں۔

لیکن یہی کلمہ دوسری جگہ:

﴿اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا﴾ [2]

میں بھی ہے اور یہاں «أَنْ» کو «لَا» سے الگ لکھا گیا ہے جس میں «أَنْ» پر وقف ضرورت کے تحت جائز ہے۔ اور اگر سورہ ہود والے دوسرے «أَنْ لَّا تَعْبُدُوا» کو بھی پہلے کے مطابق لکھا جاتا تو «أَنْ» پر وقف والی قراءت کی رسم میں گنجائش نہ ہوتی۔

1 ھود:2 2 ھود:26

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءات قرآنیہ اور رسم عثمانی کا اعجاز

رسم عثمانی کے فوائد اور اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ ہے کہ یہ تمام قراءات صحیحہ پر مشتمل ہے، اگر قرآن مجید کو رسم عثمانی کی بجائے رسم قیاسی کے مطابق لکھا جائے تو متعدد قراءات صحیحہ ساقط ہو جائیں گی، کیونکہ کسی بھی قراءت کے صحیح ثابت ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ رسم عثمانی کے موافق ہو۔

درج ذیل چند اُمثلہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کلمات کا رسم اگر رسم عثمانی کی بجائے رسم قیاسی کے مطابق ہوتا تو فلاں فلاں قراءات ساقط ہو جاتیں۔

① مثال: فرمان باری:

﴿وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝﴾ [1]

''حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''

قراء کا اختلاف:

يُخٰدِعُوْنَ (یاء کا ضمہ، خاء کا فتحہ، دال کا کسرہ اور الف) نافع، مکی، بصری

يَخْدَعُوْنَ (یاء کا فتحہ، خاء کا سکون، حذف الف اور دال کا فتحہ) باقی تمام قراء

رسم عثمانی اس کلمہ کی کتابت میں بغیر الف کے ہے جس سے دونوں قراءات نکلتی ہیں، اگر الف کے ساتھ لکھا ہوتا جو کہ رسم قیاسی کا تقاضا ہے «يُخَادِعون» تو دوسری قراءت «يَخْدَعُوْنَ» ساقط ہو جاتی۔

② مثال: فرمان باری:

[1] البقرة:9

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ﴾ [1]

''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ساتھ آزمایا تو اس نے انھیں پورا کر دیا۔''

قراء کا اختلاف:

اِبْرٰهٖمَ ہشام، اور ابن ذکوان کی ایک وجہ

اِبْرٰهِمَ باقی تمام قراء

رسم عثمانی میں اسے بغیر الف، اور بغیر یاء کے لکھا گیا ہے، جس سے دونوں قراءات نکل آتی ہیں: «اِبْرٰهٖم، اِبْرٰهِم» لیکن اگر اسے الف سے لکھ دیا جاتا تو یاء والی قراءت ساقط ہو جاتی، اور اگر یاء سے لکھ دیا جاتا تو الف والی قراءت ساقط ہو جاتی۔

③ مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾ [2]

''اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ہٹانا نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی۔''

قراء کا اختلاف:

دِفْعُ (دال کا کسرہ، فاء کا فتحہ اور اثبات الف) نافع، ابوجعفر، یعقوب

دَفْعُ (دال کا فتحہ، اور فاء کا سکون اور حذف الف) باقی قراء

رسم عثمانی میں اس کلمہ کو بغیر الف کے لکھا گیا ہے جس سے دونوں قراءات «دَفْعُ اللّٰهِ، دِفْعُ اللّٰهِ» نکلتی ہیں، اگر اسے اثبات الف والی قراءت کے مطابق، الف سے لکھ دیا جاتا تو «دَفْعُ اللّٰهِ» حذف الف والی قراءت ساقط ہو جاتی۔

④ مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ﴾ [3]

''اور جن لوگوں کو تمہارے عہد و پیمان نے باندھ رکھا ہے انھیں ان کا حصہ دو۔''

1 البقرة: 124 2 البقرة: 251 3 النساء: 33

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراء کا اختلاف:

عَقَدَتْ (حذف الف سے) عاصم، حمزہ، کسائی، خلف العاشر

عٰقَدَتْ (اثبات الف سے) باقی قراء

رسم عثمانی میں اس کلمہ کو بغیر الف کے (عَقَدَتْ) لکھا گیا ہے جس سے دونوں قراءات (عٰقَدَتْ، عَقَدَتْ) پڑھی جاسکتی ہیں، اگر اسے اثبات الف سے (عَاقَدَتْ) لکھ دیا جاتا تو حذف الف والی قراءت ساقط ہو جاتی۔

⑤ مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا﴾ [1]

''صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔''

قراء کا اختلاف:

جَعَلَ اللَّيْلَ (صیغہ فعل ماضی واحد مذکر غائب) عاصم، حمزہ، کسائی، خلف العاشر

جٰعِلُ اللَّيْلِ (اسم فاعل) باقی قراء

رسم عثمانی میں اس کلمہ کی کتابت بغیر الف کے ہے تاکہ دونوں قراءات کو شامل ہو۔ «جَعَلَ اللَّيْلَ، جٰعِلُ اللَّيْلِ» اور اگر صیغہ اسم فاعل «جَاعِلُ» بالالف لکھا جاتا تو دوسری قراءت ساقط ہو جاتی۔

⑥ مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ﴾ [2]

''گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے''۔

قراء کا اختلاف:

يَصْعَدُ (صاد کا سکون، عین کا فتحہ) ابن کثیر مکی

يَصَّعَّدُ (صاد کی تشدید، اثبات الف) شعبہ

[1] الانعام:96 [2] الانعام:125

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَصَّعَّدُ (صاد کی تشدید، اثبات الف، عین کی تشدید) باقی قراء

موجودہ رسم عثمانی سے تینوں قراءات نکلتی ہیں لیکن اگر یہ کلمہ شعبہ والی قراءت کے مطابق اثبات الف سے «يَصَّاعَّدُ» لکھا جاتا تو باقی دونوں قراءات ساقط ہو جاتیں۔

⑦ مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿فَقَالُوا رَبَّنَا بَعِّدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا﴾[1]

''لیکن انہوں نے پھر کہا اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفر دور دراز کر دے''۔

قراء کا اختلاف:

رَبَّنَا بَعِّدْ (باء کا فتحہ، عین مشدد، مکسور، حذف الف) ابن کثیر، ابو عمرو، ہشام

رَبُّنَا بَاعَدَ (باء کا ضمہ، عین مخفف، مفتوح، اثبات الف) یعقوب

رَبَّنَا بَاعِدْ (باء کا فتحہ، عین مخفف، مکسور، اثبات الف) باقی قراء

رسم عثمانی میں «بَعِّدْ» کو حذف الف سے لکھا گیا ہے، جس سے تینوں قراءات نکلتی ہیں، اور اگر اسے اثبات الف سے لکھا جاتا تو «بَاعَدَ» سے «بَاعَدَ» اور «بَاعِدْ» والی قراءات تو نکل آتیں لیکن «بَعِّدْ» والی ایک قراءت ساقط ہو جاتی۔

1 سبا: 19

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسم عثمانی کا معنوی اعجاز

قرآن مجید ایک عظیم معجزہ ہے، اس کتاب نے عرب وعجم، جن وانس اور قیامت تک آنے والے تمام سلف وخلف کو چیلنج کیا کہ اس جیسی کوئی سورت بنا کر لے آئیں لیکن نہ کوئی لا سکا اور نہ قیامت تک لا سکے گا۔ قرآن مجید کی کتابت بھی ایک عظیم معجزہ ہے، کچھ کلمات کی کتابت میں کمی وزیادتی اپنے اندر کئی اسرار ورموز کو سموئے ہوئے ہوتی ہے۔ بعض حروف کتابت میں موجود ہوتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے۔ اسی طرح بعض حروف لکھے نہیں ہوتے مگر پڑھے جاتے ہیں، معروف قواعد املاء کے خلاف کلمات قرآنیہ کی کتابت کئی عظیم الشان امور پر دلالت کرتی ہے ذیل میں اس کی چند امثلہ پیش خدمت ہیں۔

① مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۝﴾ [الکھف:97]

''پھر نہ ان میں یہ طاقت رہی کہ اس پر چڑھ جائیں اور نہ وہ اس میں کوئی سوراخ کر سکے۔''

قراء کا اختلاف:

فَمَا اسْطَعُوْا (طاء مشدد) امام حمزہ

فَمَا اسْطَعُوْا (طاء مخفف) باقی قراء

ایک ہی آیت میں «اسْطَعُوْا» کلمہ دو دفعہ آیا پہلی جگہ حذف تاء اور دوسری جگہ اثبات تاء، یہاں رسم عثمانی کا معنوی اعجاز یہ ہے کہ پہلی جگہ حذف تاء سرعت حرکت پر دلالت کرتا ہے، یعنی تیزی سے ان کا بند پر چڑھنا اور اترنا چھلانگیں لگاتے ہوئے۔ لیکن بند میں سوراخ کرنا یہ طویل مدت کا تقاضا کرتا ہے لہٰذا اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طوالت پر دلالت کرنے کے لیے کلمہ «اِسْتَطَعُوْا» بدون نقص، یعنی اثبات تاء کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

② مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ﴾ [1]

''اور ان لوگوں کو دور نہ بٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں۔''

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ﴾ [2]

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں''۔

قراء کا اختلاف:

بِالْغُدْوَةِ (غین کا ضمہ، دال کا سکون اور واؤ کا فتحہ) ابن عامر شامی

بِالْغَدٰوةِ (غین کا فتحہ، دال متحرک مفتوح، اثبات الف) باقی قراء

ان دونوں مقامات پر یہ مخصوص رسم ایک تو دونوں قراءات کو شامل کرنے کے لیے ہے۔ اثبات الف والی قراءت میں واؤ نہیں پڑھی جاتی لیکن لکھی گئی ہے تاکہ واؤ والی قراءت بھی رسم کے موافق ہو۔

اور یہاں معنوی اعجاز یہ ہے کہ اس غیر معروف مخصوص شکل میں کتابت صبح کے وقت کی اہمیت اور اس وقت کی دعا، تلاوت اور نماز پڑھنے کی عظمت پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وقت دیگر اوقات سے خاص ہے۔

③ مثال: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ﴾ [3]

''اور آپس میں گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی کرتے ہیں۔''

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ [4]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو۔''

«مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ» دو جگہ وارد ہے قرآن مجید میں اور دونوں جگہ ہی لمبی تاء کے ساتھ لکھا گیا

1 الانعام: 52 2 الکھف: 28 3 المجادلة:8 4 المجادلة:9

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے حالانکہ اصل میں یہ «مَعْصِيَة» گول تاء ہے، یہی وجہ ہے کہ قراء سبعہ میں سے امام ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری اور کسائی وقف بالھاء کرتے ہیں، جیسا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« إِذَا كُتِبَتْ بِالتَّاءِ هَاءُ مُؤَنَّثٍ ... فَبِالْهَاءِ قِفْ حَقًّا رِضًى وَمُعَوَّلَا » [1]

جب بھی گول (ۃ) کو لمبی (ت) سے لکھا گیا ہو تو وہاں (ہ) کے ساتھ وقف کرو ابن کثیر، مکی، ابوعمرو بصری اور کسائی کے لیے۔

رسم کا معنوی اعجاز یہاں کلمہ (معصیت) کی کتابت لمبی تاء کے ساتھ یہ دلالت کرتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی یہ کبیرہ گناہ ہے، چھوٹا نہیں بلکہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے جو جنت میں داخلے کے لیے رکاوٹ بن جائے گا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى » [2]

میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا کہ: جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔

④ مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ﴾ [3]

''اور جب اللہ نے سب نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں کتاب وحکمت میں سے جو کچھ تمھیں دوں۔''

«النَّبِيِّينَ» کلمہ کی کتابت ایک یاء کے حذف کے ساتھ ہے، ایک تو یہ ہمزہ والی قراءت کو شامل کرنے کے لیے ہے اور یہاں معنوی اعجاز یہ ہے کہ حذف یاء قوت اتصال وارتباط پر دلالت کرتا ہے، گویا کہ تمام انبیاء کرام ایک ہیں اور سب کے درمیان گہرا ربط اور تعلق ہے۔

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ

1 الشاطبیہ: شعر نمبر: 3 2 آل عمران: 81 3 صحیح البخاری: 7280

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ » [1]

میں دنیا میں اور آخرت میں سب سے زیادہ عیسی ابن مریم علیہما السلام سے قریب تر ہوں، اور تمام انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں۔ ان کی مائیں یعنی شریعتیں مختلف ہیں لیکن دین سب کا ایک ہی ہے۔

⑤ مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ﴾ [2]

''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ساتھ آزمایا تو اس نے انھیں پورا کر دیا۔''

کلمہ «اِبْرٰهٖمَ» میں دو قراءات ہیں «اِبرٰهٖمَ» اور «اِبْرَاهٖمَ» قرآن مجید میں یہ کلمہ بغیر یاء کے لکھا بھی ہوا ہے، اور جہاں بغیر یاء کے ہے وہاں «اِبرٰهٖمَ» والی قراءت ہے، جبکہ «اِبْرَاهِيْمَ» بالیاء بھی لکھا ہوا ہے۔ اور وہاں «اِبرٰهٖمَ» والی قراءات نہیں ہے۔

یہاں معنوی اعجاز یہ ہے کہ تورات میں مذکور ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پہلا نام «ابرٰهم» تھا، اور اس وقت ان کی عمر 86 سال تھی، جب سیدہ ہاجرہ نے ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو جنم دیا اور ان کی عمر 99 سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: عنقریب ابراہیم علیہ السلام جمہور امت کے باپ ہوں گے، لہٰذا آج کے بعد انھیں «ابرٰهم» کی بجائے «ابراهيم» کے نام سے پکارا جائے گا۔

چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پہلا نام «ابرٰهم» تھا اولاد کی پیدائش کے بعد «ابراهيم» نام ہوا، اور قرآن مجید کی پہلی سورت میں تمام مقامات میں «ابرٰهم» بغیر یاء کے وارد ہے۔

⑥ مثال: فرمان باری تعالیٰ:

﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ [3]

''بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔''

«الْحَسَنٰتِ» کا کلمہ قرآن مجید میں تین مقامات پر وارد ہے اور تینوں جگہ ہی درمیان میں الف حذف ہے۔

«السَّيِّاٰتِ» کا کلمہ قرآن مجید میں (36) مقامات پر وارد ہوا ہے اور تمام مقامات پر الف کے ساتھ رسم عثمانی میں مرسوم ہے۔

رسم عثمانی کا معنوی اعجاز یہاں یہ ہے کہ نیکی اگرچہ قلیل ہو تو پھر بھی انسان کے ساتھ ملصق رہتی ہے اور اس سے جدا نہیں ہوتی، اور کلمہ «الْحَسَنٰت» کا بغیر الف وارد ہونا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے، لیکن اس

1 صحيح البخاري: 3443 2 البقرة: 124 3 هود: 14

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے برعکس «السَّيِّئَاتِ» کلمہ الف کے ساتھ وارد ہے۔ جو اشارہ ہے کہ برائی جدا ہو جاتی ہے، برائی کے بعد نیکی کرنے سے برائی ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اسی آیت کریمہ میں ہے:

﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾

''بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔''

اور حدیث میں ہے:

«وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا» [1]

''اور برائی کے بعد (جو تم سے ہو جائے) بھلائی کرو جو برائی کو مٹا دے۔''

بلکہ توبہ سے برائی صرف ختم نہیں ہوتی بلکہ نیکی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

«إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا» [2]

مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

⑦ مثال: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا﴾ [3]

''جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ﴾ [4]

''اور تمہارا ساتھی ہرگز کوئی دیوانہ نہیں ہے۔''

پہلی آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کلمہ «لِصَاحِبِهِ» میں بدون الف وارد ہے، جو دونوں کے درمیان انتہائی محبت، الفت، رفاقت اور ایمان میں حقیقی صحبت پر دلالت کرتا ہے، جس کی بعد میں اسی آیت میں «مَعَنَا» کی نحن ضمیر میں شراکت مزید اس محبت اور رفاقت کو پختہ کرتی ہے، مطلب الف کا فاصلہ ڈالنا میرے رب نے گوارا نہیں کیا، جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مصاحبت رسول، سفر، حضر، ہجرت، جہاد، مکہ، مدینہ، خوشی، غمی، حتی کہ روضہ رسول اور پھر حوض کوثر اور جنت میں رفاقت اور اکٹھ

1 جامع الترمذی: 1987 2 سورۃ الفرقان: 70 3 التوبۃ: 40 4 التکویر: 22

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر دلالت ہے۔ لیکن دوسری طرف قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی نسبت ان کی قوم کی طرف کی گئی «صَاحِبِكُمْ، صَاحِبُهُمْ» ثبوت الف سے وارد ہے جو آپ ﷺ اور قوم کے درمیان انفصال ایمانی پر دلالت ہے حالانکہ آپ ﷺ زمان و مکان میں ان کے ساتھ رہتے بھی رہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیات میں ہے:

﴿مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ﴾ [1]

''تمھارے ساتھی میں جنون کی کون سی چیز ہے۔''

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾ [2]

''کہ تمھارا ساتھی (رسول) نہ راہ بھولا ہے اور نہ غلط راستے پر چلا ہے۔''

﴿مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ﴾ [3]

''ان کے ساتھی میں جنون کی کون سی چیز ہے؟''

رسم عثمانی کے معنوی اعجاز کا ان امثلہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

1 سبا: 46 2 النجم: 2 3 الاعراف: 184

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشق

سوال 1 رسم کا لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیں اور اس کی اقسام پر روشنی ڈالیں۔

سوال 2 جمع قرآن کا مختصر تعارف ذکر کریں۔

سوال 3 رسم عثمانی میں کن امور کا لحاظ رکھا گیا ہے؟

سوال 4 قراءات اور رسم عثمانی کے تعلق کی کتنی اور کون سی صورتیں ہیں؟

سوال 5 قراءات ایک سے زائد ہوں اور رسم ایک ہو، یا رسم بھی ایک سے زائد ہو دونوں صورتوں کی مثال سے وضاحت کریں۔

سوال 6 «يَدْعُوْ» اور «يَمْحُوْ» دونوں میں رسماً واؤ کے حذف کا سبب تحریر کریں۔

سوال 7 رسم عثمانی کے اعجاز کو کم از کم پانچ امثلہ سے واضح کریں۔

سوال 8 «يُخَادِعُوْنَ، اِبْرَاهِيْمَ، دِفَاعُ، عَاقَدَتْ، بَاعَدَ» ان کلمات کو رسم عثمانی میں بغیر الف کے لکھنے کا سبب واضح کریں اور ان کی قراءات بھی احاطہ تحریر میں لائیں۔

سوال 9 رسم عثمانی کے معنوی اعجاز کو بالتفصیل تحریر کریں۔

سوال 10 «الْحَسَنٰتِ» میں حذف الف اور السَّيِّئَاتِ میں اثبات الف کا معنوی اعجاز ذکر کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

قواعد نحو میں قراءات قرآنیہ کے اثرات

﴿1﴾ فصل اول: تمہید

﴿2﴾ فصل دوم: قراءات کے نحو پر اثرات

﴿3﴾ فصل سوم: قواعد نحویہ کی قراءات کے ذریعے اصلاح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

تمہید

لغت عرب کی معرفت کو دین کے شعائر میں شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ لغت ہی نطق صحیح اور فہم سلیم کا ذریعہ ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

«تَعَلَّمُوا الْعَرَبِيَّةَ وَتَفَقَّهُوا فِي الْعَرَبِيَّةِ»

''عربی زبان سیکھو اور اس میں فہم پیدا کرو۔''[1]

ائمہ قراءات نے لغت عرب کو علم قراءات کے بنیادی وسائل اور ذرائع میں شمار کیا ہے۔

قرآن مجید کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عربی زبان میں نازل فرمایا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝﴾[2]

''اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔ واضح عربی زبان میں۔

قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایک ایسا عظیم معجزہ ہے جس کا اعتراف عربی زبان کے بڑے بڑے ادباء کو بھی کرنا پڑا جیسا کہ لبید بن ربیعہ جن کا شمار معلقات سبعہ کے شعراء میں ہوتا ہے ان سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شعر سنانے کو کہا تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۃ البقرہ اور سورۃ

1 جامع بیان العلم و فضلہ: 2/1132 2 الشعراء: 192-195

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آل عمران کے نزول کے بعد مجھے شعر کہنا پسند نہیں رہا۔ [1]

عربوں کا قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف اس بات کی بین اور واضح دلیل ہے کہ ان کی نگاہ میں قرآن حکیم کا کوئی حصہ قواعد عربیہ کے خلاف نہیں تھا وگرنہ وہ اس پر ضرور معترض ہوتے، لہٰذا جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم کو سبعہ احرف میں نازل فرمایا جیسا کہ اس پر تواتر کے ساتھ احادیث دلالت کرتی ہیں اور آپ ﷺ نے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا اور پڑھایا تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تمام قراءات اور وجوہ منزل من اللہ ہیں اور امت کا ان کی حقانیت اور قرآن ہونے پر اجماع ہے۔

یہ تمام قراءات جہاں سند صحیح سے ثابت ہیں اور رسم عثمانی کے موافق ہیں، وہاں یہ عربی قواعد کے بھی موافق ہیں جیسا کہ امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: [2]

فَكُلُّ مَا وَافَقَ وَجْهَ نَحْوِ	وَكَانَ لِلرَّسْمِ اِحْتِمَالًا يَحْوِي
وَصَحَّ إِسْنَادًا هُوَ الْقُرْآنُ	فَهٰذِهِ الثَّلَاثَةُ الْأَرْكَانُ
وَحَيْثُمَا يَخْتَلُّ رُكْنٌ أَثْبِتِ	شُذُوْذَهُ لَوْ أَنَّهُ فِي السَّبْعَةِ
فَكُنْ عَلٰى نَهْجِ سَبِيْلِ السَّلَفِ	فِي مُجْمَعٍ عَلَيْهِ أَوْ مُخْتَلَفِ

پھر وہ قراءت جو لغت عرب کے موافق ہو اور رسم عثمانی پر مشتمل ہو خواہ احتمالاً ہی، اور سنداً صحیح ہو تو وہ قرآن ہے۔ قراءت کی صحت کے لیے یہی تین ارکان ہیں، جہاں بھی کوئی ان میں سے رکن ساقط ہو جائے تو اسے شاذ قرار دے دو، خواہ وہ سبعہ میں سے ہی ہو، کسی بھی قراءت کے متعلق اتفاق و اختلاف میں سلف کا یہی منہج رہا ہے۔

قراءات صحیحہ جہاں عربی قواعد کے موافق ہیں وہاں یہ قواعد نحو اور لغت کا ایک بڑا مصدر اور منبع بھی ہیں اور جب تمام قراءات صحیحہ برابر ہیں تو یہ سب قرآن مجید ہی ہیں اور قرآن مجید سے بڑا مصدر اور کیا ہو سکتا ہے اس لیے کہ ایک قراءت ایک آیت کی مانند ہے اور دوسری قراءت دوسری آیت کی مانند ہے جیسا کہ امام جصاص رحمہ اللہ کہتے ہیں:

«فَإِنَّ الْقِرَاءَتَيْنِ كَالْآيَتَيْنِ» [3]

''دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں۔''

1 الشعر و الشعراء: 149 2 النشر فی القراءات العشر: 1/22 3 احکام القرآن: 20/346

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہی بات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے:

« إِذِ الْقِرَاءَتَانِ كَالْآيَتَيْنِ » [1]

''کیونکہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں۔''

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قواعد نحو کا ایک مصدر قرآن اور اس کی قراءات ہیں اور قراءات صحیحہ کی ایک شرط نحوی وجہ کے موافق ہونا ہے لیکن اس سے یہ قطعاً مراد نہیں کہ قواعد نحو وصرف اور لغت یہ قراءات قرآنیہ پر حاکم ہیں، البتہ حق یہ ہے کہ قراءات کا دارومدار سماع پر ہے، اجتہاد واستنباط پر نہیں، لہٰذا اگر کوئی نحوی قاعدہ بظاہر قراءت قرآنیہ کے خلاف نظر بھی آئے تو اس سے یہ نہیں کہ قراءت کو بدل دیا جائے گا بلکہ اس قاعدے کی تصحیح کی جائے گی۔ اس لیے کہ ان قراءات کا دارومدار سماع پر ہے جیسا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« الْقِرَاءَةُ سُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ يَأْخُذُهَا الْآخِرُ عَنِ الْأَوَّلِ » [2]

''قراءت اتباع کے لائق ایسی سنت ہے جسے بعد میں آنے والا اپنے پہلوں سے حاصل کرتا ہے۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«اَلْقِرَاءَاتُ الَّتِيْ قَرَابِهَا أَئِمَّةُ الْقُرَّاءِ ثَبَتَتْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ تَوَاتُرًا يَعْرِفُهُ أَهْلُ الصَّنْعَةِ، وَإِذَا ثَبَتَ شَيْءٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَمَنْ رَدَّ ذَلِكَ فَقَدْ رَدَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَاسْتَقْبَحَ مَا قَرَأَ بِهِ».

''ائمہ قراءات کی قراءات نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں جسے اس فن کے علماء خوب جانتے ہیں، کسی قراءت کے نبی ﷺ سے ثابت ہو جانے کے بعد اس کا رد کرنے والا، نبی کریم ﷺ پر رد کرنے والا قرار پاتا ہے اور وہ اس چیز کو قبیح سمجھتا ہے جسے رسول اکرم ﷺ نے پڑھا ہے۔''

1 مجموع الفتاویٰ: 131/21 2 السنن الکبریٰ للبیہقی: 385

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مزید فرماتے ہیں:

«وَهَذَا مَقَامٌ مَحْذُورٌ، وَلَا يُقَلَّدُ فِيهِ أَئِمَّةُ اللُّغَةِ وَالنَّحْوِ، فَإِنَّ الْعَرَبِيَّةَ تُتَلَقَّى مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَا يَشُكُّ أَحَدٌ فِي فَصَاحَتِهِ» [1]

قراءات قرآن کا مقام بڑا نازک ہے جس میں اہل لغت اور نحویوں کی تقلید نہیں کی جا سکتی کیونکہ لغت عربیہ بھی رسول اکرم ﷺ سے ہی لی جائے گی، اور آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اس سلسلے میں امام زرقانی رحمہ اللہ نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے وہ فرماتے ہیں:

«فَإِنَّ عُلَمَاءَ النَّحْوِ إِنَّمَا اسْتَمَدُّوا قَوَاعِدَهُ مِنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى وَكَلَامِ رَسُولِهِ وَكَلَامِ الْعَرَبِ فَإِذَا ثَبَتَتْ قُرْآنِيَّةُ الْقُرْآنِ بِالرِّوَايَةِ الْمَقْبُولَةِ كَانَ الْقُرْآنُ هُوَ الْحَكَمُ عَلَى عُلَمَاءِ النَّحْوِ وَمَا قَعَّدُوا مِنْ قَوَاعِدَ وَوَجَبَ أَنْ يُرَاجِعُوهُمْ بِقَوَاعِدِهِمْ إِلَيْهِ، لَا أَنْ نَرْجِعَ نَحْنُ بِالْقُرْآنِ إِلَى قَوَاعِدِ الْمُخَالَفَةِ نَحْكُمُهَا فِيهِ وَإِلَّا كَانَ ذٰلِكَ عَكْسًا لِلْآيَةِ إِهْمَالًا لِلْأَصْلِ فِي وُجُوبِ الرِّعَايَةِ». [2]

''علماء نحو نے اپنے نحوی قاعدے قرآن کریم، کلام رسول ﷺ اور کلام عرب سے حاصل کیے ہیں، لہٰذا جب معتبر اور مقبول روایت کے ساتھ قرآن مجید کی قرآنیت ثابت ہو جائے تو وہی علماء نحو کے بنائے ہوئے قواعد کا فیصلہ کرے گی، اور ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے قواعد کی تصحیح کے لیے کلام اللہ کی طرف رجوع کریں، یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے بعض خلاف قرآن بنائے ہوئے قواعد کو قرآن مجید پر حاکم بنا دیا جائے۔ وگرنہ اس طرز عمل سے قرآنی آیت کی مخالفت ہوگی اور اس اصول کو چھوڑنا لازم آئے گا جس کی پابندی ضروری تھی۔''

امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ائمہ قراءات حروف قرآن میں سے صرف اس قراءت ہی پر عمل نہیں کرتے جو فقط لغت میں زیادہ واضح اور موزوں ہو، بلکہ ان کے نزدیک وہ قراءت جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو قابل حجت ہے اور جب روایت

1 الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: 3/ 1574
2 مناهل العرفان للزرقاني: 1/ 422

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح ثابت ہو جائے تو کوئی بھی عربی قیاس یا ظاہری لغت اسے رد نہیں کر سکتی، اس لیے کہ قراءات سنت متبعہ ہیں جن کا قبول کرنا لازم اور ضروری ہے۔

قراءات کے ائمہ میں سے وہ بھی ہیں جو لغت اور نحو کے بھی امام ہیں جیسا کہ بصرہ کے ابتدائی نامور نحاۃ میں امام ابو عمرو ابن العلاء بصری رحمہ اللہ جو قراء سبعہ میں سے ہیں اور امام محمد یعقوب بن اسحاق حضرمی رحمہ اللہ جو قراء عشرہ میں سے ہیں انھیں علم نحو کے ابتدائی واضعین میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ امام سیبویہ اور خلیل جیسے مشہور نحوی علماء کے اساتذہ میں سے ہیں، اسی طرح امام کسائی کوفی رحمہ اللہ جو قراء سبعہ میں سے ہیں اور قواعد نحو کی بنیاد ان قراءات پر رکھتے ہیں۔ قراءات کے ائمہ میں خالص عرب ائمہ امام ابن عامر شامی، امام حمزہ، امام ابن کثیر مکی اور امام ابو عمرو بصری ہیں، ان ائمہ سے منقول قراءات پر بھی بعض نے اعتراض کرنے کی کوشش کی جیسا کہ ایک موقع پر امام ابو حیان رحمہ اللہ زمخشری کے قول کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں ایک ایسے عجمی انسان پر تعجب کرتا ہوں جو نحو میں ضعیف ہونے کے باوجود ایک صریح عربی شخص کی قراءات متواترہ کا رد کرتا ہے۔''[1]

1 البحر المحیط: 6/117

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

قراءات کے نحو پر اثرات

قواعد نحو پر اثر انداز ہونے کے اعتبار سے قراءات کی پانچ اقسام ہیں۔

① وہ قراءات جن سے مختلف قواعد نحو یہ نکلتے ہیں:

ذیل میں چند ایسی اختلاف قراءات کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے با قاعدہ نحویوں نے قواعد اخذ کیے ہیں۔

مثال نمبر ①: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى﴾ [غافر:36،37]

اور فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا، تاکہ میں راستوں پر پہنچ جاؤں۔ آسمانوں کے راستوں پر، پس موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں۔

قراء کا اختلاف:

فَأَطَّلِعَ (عین کے فتحہ کے ساتھ) حفص

فَأَطَّلِعُ (عین کے ضمہ کے ساتھ) باقی تمام قراء

نحوی قاعدہ:

تمنی یا ترجی کے جواب میں فعل مضارع پر فاء آجائے تو اس «فاء» کے بعد «أَنْ» مصدریہ مقدر ہوتا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ یہ قاعدہ سورۃ المومن کی اس آیت کریمہ میں امام حفص کی قراءت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیا گیا ہے کیونکہ امام حفص نے «فَأَطَّلِعَ» منصوب پڑھا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ «فاء» کے بعد «أَنْ» مقدر ہے جس نے نصب دی ہے، جبکہ باقی تمام قراء کی قراءت میں یہ فاء عاطفہ ہے اور اس کا عطف «أَبْلُغُ» پر ہے لہٰذا «فَأَطَّلِعُ» کو مرفوع پڑھتے ہیں۔ اس کی تائید اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

عَلَّ صُرُوْفَ الدَّهْرِ أَوْ دُوْلَاتُهَا
تُدْلِنَا اللِّمَّةُ مِنْ لَمَاتِهَا
فَتَسْتَرِيْحَ النَّفْسُ مِنْ زَفَرَاتِهَا [1]

''شاید گردش زمانہ کا پھیر اور آنا جانا شوق میں سے ہر شوق کی طرف رہنمائی کرتا ہے، پس نفس اس کی مشقتوں سے آرام حاصل کرتا ہے۔''

مثال نمبر ②: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ۝ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ﴾ [2]

اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے شاید وہ پاکیزگی حاصل کرلے۔ یا نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔

قراء کا اختلاف:

«فَتَنْفَعَهُ» (عین کا نصب) امام عاصم

«فَتَنْفَعُهُ» (عین کا رفع) باقی قراء

امام عاصم رحمہ اللہ کی قراءت میں «فَتَنْفَعَهُ» منصوب اس وجہ سے پڑھا گیا ہے کہ اس فعل پر فاء داخل ہے جس کے بعد «أَنْ» مقدر ہے جس نے اسے نصب دیا ہے کیونکہ یہ «لَعَلَّ» کے جواب میں آیا ہے، جبکہ باقی تمام قراء نے اسے مرفوع پڑھا ہے اور انھوں نے اس «فاء» کو عاطفہ بنایا ہے اور اس کا عطف «يَزَّكَّىٰ» پر ہے لہٰذا «فَتَنْفَعُهُ» کو مرفوع پڑھا ہے۔

مثال نمبر ③: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ [3]

1 شرح الفية للأشموني: 3/312 2 عبس: 3،4 3 المائدة: 71

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور انھوں نے سمجھا کہ کوئی فتنہ واقع نہ ہوگا۔

قراء کا اختلاف:

أَلَّا تَكُوْنَ (نون کا رفع) ابوعمرو بصری، حمزہ، کسائی، یعقوب، خلف العاشر

أَلَّا تَكُوْنَ (نصب کے ساتھ) باقی تمام قراء

نحوی قاعدہ:

افعال رجاء «ظَنَّ، حَسِبَ، خَالَ» کے بعد فعل مضارع پر آنے والا «أَنْ» ناصبہ بھی ہوسکتا ہے، اس صورت میں یہ فعل مضارع کو نصب دے گا، اور مُخَفَّفَة مِنَ الْمُثَقَّلَةِ بھی ہوسکتا ہے، اس صورت میں فعل مضارع کو مرفوع پڑھا جائے گا۔

کلام عرب میں «أَنْ» کی چار اقسام ہیں:

① «أَنْ» مصدریہ: جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ جیسے: «أُرِيْدُ أَنْ تَخْرُجَ».

② «أَنْ» مُخَفَّفَة مِنَ الْمُثَقَّلَةِ: یہ افعال قلوب وغیرہ کے بعد آتا ہے جیسے «عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى»

③ «أَنْ» تفسیریہ: یہ ایسے فعل کے بعد آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو۔ جیسے: «وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ»

④ «أَنْ» زائدہ: اور یہ تین مقامات پر تاکید کے لیے آتا ہے:

❶ لَمَّا کے بعد جیسے: ﴿فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ﴾ [1]

❷ قسم اور لو کے درمیان جیسے: وَاللهِ أَنْ لَوْقُمْتَ قُمْتُ

❸ کاف جارہ اور اس کے مجرور کے درمیان جیسے: كَأَنْ ظِبْيَةٍ۔ [2]

مذکورہ آیت کریمہ میں منصوب پڑھنے والوں کے ہاں «أن» ناصبہ ہے، اور مرفوع پڑھنے والوں کے ہاں یہ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ ہے۔

مثال نمبر④: فرمان باری تعالیٰ ہے:

[1] یوسف:96 [2] حجة القراءات لابی زرعة:233

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ [1]

اور ہر قوم کے لیے ایک راستہ بتانے والا ہے۔

قراء کا اختلاف:

هَادِيْ (حالت وقف میں اثبات یاء) امام ابن کثیر مکی

هَادْ (حالت وقف میں حذف یاء) باقی تمام قراء

نحوی قاعدہ:

اسم منقوص پر وقف کی حالت میں ''یاء'' کا اثبات درست ہے۔

یہ قاعدہ امام ابن کثیر مکی کی قراءت سے اخذ کیا گیا ہے کہ انھوں نے حالت وقف میں «هَادٍ» کی یاء کو ثابت رکھا ہے جبکہ باقی تمام قراء نے یاء کو حذف کیا ہے۔

مثال نمبر ⑤: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [2]

''اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

قراء کا اختلاف:

وَالْأَرْحَامِ (میم کا جر) امام حمزہ

وَالْأَرْحَامَ (میم کا نصب) باقی تمام قراء

نحوی قاعدہ:

ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کا عطف حرف جر کو دہرائے بغیر جائز ہے۔

یہ قاعدہ امام حمزہ کی اس قراءت سے اخذ کیا گیا ہے کہ انھوں «بِهٖ» پر «اَلْأَرْحَامِ» کا عطف کیا ہے

1 الرعد:7 2 النساء:1

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن (باء) حرف جر کا اعادہ نہیں کیا، جبکہ دیگر قراء کے ہاں «اَلْاَرْحَامَ» کا لفظ اللہ پر عطف ہے جو کہ منصوب ہے۔

امام حمزہ کی قراءت سے اَخذ کردہ یہ قاعدہ، کوفی نحویوں کے ہاں تو مسلمہ ہے جبکہ بصری نحویوں میں سے دو نحویوں (یونس رحمہ اللہ اور امام اَخفش رحمہ اللہ) نے اس قاعدے کو تسلیم کیا ہے لیکن باقی بصری نحوی اس پر ایک اعتراض یہ کرتے ہیں کہ یہ قاعدہ عربی لغت کے خلاف ہے، کیونکہ ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کے عطف کے لیے حرف جر کا اعادہ ضروری ہوتا ہے لیکن یہاں «وَالْاَرْحَامِ» کو مجرور بغیر حرف جر کے اعادے کے پڑھنا اور عطف ڈالنا عربی قاعدے کے خلاف ہے۔

اعتراض کا جواب:

یہ اعتراض انتہائی لغو اور باطل ہے کیونکہ امام حمزہ کا «وَالْاَرْحَامِ» کو مجرور پڑھنا ہی اس کے عربیت کے موافق ہونے کے لیے بطور دلیل کافی ہے، کیونکہ امام حمزہ خود عربی کے ماہر بھی تھے اور اس قراءت کو انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے گویا یہ قراءت منزل من اللہ ہے، لیکن بعض علماء نحاۃ کا اس کو عقلی قیاس اور رائے سے رد کرنا مردود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ضمیر مجرور پر حرف جر کا اعادہ کیے بغیر بھی اسم ظاہر کا عطف درست ہے، قرآن حکیم میں اس کی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری:

﴿وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [1]

''اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے (روکنا)۔''

یہاں اسم ظاہر کا (بِهٖ) کی ضمیر پر عطف ہے اور حرف جر دوبارہ نہیں لایا گیا۔

اسی طرح فرمان باری:

﴿وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ﴾ [2]

''اور ہم نے تمہارے لیے اس میں روزیاں بنائی ہیں اور ان کے لیے بھی جنھیں تم ہرگز روزی دینے والے نہیں۔''

1 البقرۃ:217 2 الحجر:20

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں بھی «مَنْ» اسم موصول کا «لَكُمْ» کی ضمیر مجرور پر بغیر اعادہ جر کے عطف ہے۔

اسی طرح فرمان باری تعالیٰ:

﴿قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ [1]

''کہہ دے اللہ تمھیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور جو کچھ تم پر کتاب میں پڑھا جاتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بھی «مَا» اسم موصول کا «فِيهِن» کی ضمیر مجرور پر حرف جر لائے بغیر عطف ہے۔ یہ تمام آیات امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت کی تائید کرتی ہیں۔

اس بارہ میں مشہور نحاۃ کی رائے بھی مطلقاً عطف کے جواز میں ہے۔ جیسا کہ ابن ہشام فرماتے ہیں:

«وَلَا يَجِبُ ذٰلِكَ خِلَافًا لِأَكْثَرِ الْبَصْرِيِّينَ» [2]

یعنی اکثر بصریوں کے خلاف عطف مذکور میں حرف جر کا دوبارہ لانا کوئی ضروری نہیں ہے۔

اسی طرح ابن مالک نے الفیہ میں کہا ہے:

وَعَوْدُ خَافِضٍ لَدَى عَطْفٍ عَلَى ضَمِيرِ خَفْضٍ لَازِمًا قَدْ جُعِلَا

وَلَيْسَ عِنْدِيْ لَازِمًا إِذْ قَدْ أَتَىٰ فِي النَّظْمِ وَالنَّثْرِ الصَّحِيحِ مُثْبِتًا [3]

یعنی ضمیر مجرور پر عطف کے وقت حرف جر کا اعادہ بصری نحاۃ کی طرف سے ضروری بتایا گیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ لازم اور ضروری نہیں کیونکہ یہ عطف اعادہ جار کے بغیر صحیح ثابت ہے اور نظم ونثر میں مستعمل ہے۔

② وہ قراءات جن سے نحوی قواعد کی تائید ہوتی ہے:

ذیل میں چند ایسی مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے نحوی قواعد کو تقویت ملتی ہے اور ان کی تائید ہوتی ہے۔

مثال نمبر ①: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ﴾ [4]

''اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول کہہ اٹھے۔''

1 النساء:127 2 شرح شذور الذهب:449 3 الفية ابن مالك، شعر نمبر:89 4 البقرة:214

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراء کا اختلاف:

يَقُوْلُ (رفع کے ساتھ) نافع مدنی

يَقُوْلَ (نصب کے ساتھ) باقی تمام قراء

نحوی قاعدہ:

ایسا فعل مضارع جو حتی کے بعد ہو اور حال پر دلالت کر رہا ہو تو اسے رفع دینا درست ہے۔

اس قاعدے کی تائید امام نافع مدنی کی قراءت سے ہوتی ہے جنھوں نے حتی کے بعد فعل مضارع کو مرفوع پڑھا ہے، جبکہ باقی تمام قراء نے اسے معروف قاعدے کے مطابق کہ «حَتّٰی» کے بعد «أَنْ» مقدر ہوتا ہے، منصوب پڑھا ہے۔

مثال نمبر ②: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا﴾ [1]

یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔

قراء کا اختلاف:

سَلٰسِلًا (تنوین کے ساتھ) نافع، ہشام، کسائی، شعبہ، ابوجعفر

سَلٰسِلَا (بغیر تنوین کے) باقی تمام قراء

نحوی قاعدہ:

غیر منصرف کو مناسبت کا اعتبار کرتے ہوئے منصرف پڑھ لینا۔

اس نحوی قاعدے کی تائید امام نافع وغیرہ کی قراءت سے ہوتی ہے کہ ان قراء کے ہاں «سَلٰسِلًا» کو «أَغْلَالًا» کے ساتھ ملا ہونے کی وجہ سے تنوین سے پڑھا گیا ہے۔ اسی طرح اس قاعدے کی تائید ایک شاذ قراءت جو امام اعمش سے منقول ہے، اس سے بھی ہوتی ہے، سورہ نوح میں ﴿وَّلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا﴾ [2] میں «يَغُوْثَ» اور «يَعُوْقَ» کو «نَسْرًا» کے ساتھ ملا ہونے کی وجہ سے منصرف یعنی تنوین سے پڑھا ہے

1 الدھر:4 2 نوح:23

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ ان دونوں میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب علم اور وزن فعل پائے جاتے ہیں۔

مثال نمبر ③: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۛ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ [1]

''اور ان لوگوں نے خفیہ سرگوشی کی جنھوں نے ظلم کیا تھا۔''

نحوی قاعدہ:

جب فاعل ظاہر ہو خواہ واحد ہو یا تثنیہ یا جمع، فعل واحد کے صیغے کے ساتھ ہی لایا جاتا ہے، لیکن بہت سے نحوی حضرات نے فعل کو تثنیہ یا جمع لانے کی بھی اجازت دی ہے اور یہ قبیلہ بنوطی کی لغت ہے۔

اس پر بہت سے ادلہ سے استدلال کیا گیا ہے جن میں سے مذکورہ آیت بھی ہے، جس سے اس قاعدے کی تائید ہوتی ہے «اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا» فاعل ظاہر ہے لیکن فعل «اَسَرُّوْا» جمع لایا گیا ہے، اگرچہ اس میں بعض نے دوسری توجیہ بھی ذکر کی ہے کہ فاعل «اَسَرُّوْا» میں «هُمْ» ضمیر ہے اور «اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا» اس سے بدل ہے۔

اسی طرح اس قاعدے کی تائید حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے۔

«يَتَعَاقَبُوْنَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَ مَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ» [2]

③ وہ قراءات جن سے نحوی قواعد کو رد کیا گیا ہے:

ذیل میں چند ایسی مثالیں پیش کی گئی ہیں جن سے نحوی قواعد کی تردید ہوتی ہے۔

مثال نمبر ①: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ [3]

''یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔''

اختلاف قراءت:

هٰذا يَوْمَ (فتحہ کے ساتھ) نافع

1 الانبیاء:3 2 صحیح البخاری:555 3 المائدۃ:119

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هٰذا يَوْمُ (رفع کے ساتھ) باقی تمام قراء

نحوی قاعدہ:

جب فعل معرب یا جملہ اسمیہ کی طرف مبہم زمانے کی اضافت ہو تو بصریوں کے نزدیک اسے اعراب دینا واجب ہے۔

اس کے وجوب کو امام نافع کی نصب والی قراءت نے توڑ دیا ہے۔

اسی طرح قراء سبعہ میں سے امام ابن کثیر مکی اور امام ابوعمرو بصری کے علاوہ باقی تمام قراء اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا﴾ [1] میں لفظ «يَوْمَ» کو فتحہ سے پڑھتے ہیں۔

مثال نمبر ②: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً﴾ [2]

وہ نہیں تھی مگر ایک ہی چیخ۔

قراء کا اختلاف:

صَيْحَةٌ وَاحِدَةٌ (رفع کے ساتھ) ابوجعفر

صَيْحَةً وَاحِدَةً (نصب کے ساتھ) باقی تمام قراء

نحوی قاعدہ:

فعل مؤنث «إِلَّا» کے ساتھ فاعل کے لیے صرف شعر میں درست ہے، نثر میں درست نہیں۔

شعر میں اجازت کے لیے شاعر کے اس شعر پر اعتماد کیا:

مَا بَرِئَتْ مِنْ رِيبَةٍ وَ ذَمٍّ

فِي حَرْبِنَا إِلَّا بَنَاتُ الْعَمِّ

لیکن نثر میں اس کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ امام ابوجعفر کی یہ قراءت ان کے قاعدے کی تردید کرتی ہے اسی وجہ سے صرف ابن مالک نے اس کی نثر میں اجازت دی ہے اور اسی قراءت پر اعتماد کیا ہے۔ [3]

1 الانفطار:19 2 يٰس:29 3 أوضح المسالك لابن مالك:1/259

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے امام رازی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

«وَكَثِيرًا أَرَى النَّحْوِيِّينَ يَتَحَيَّرُونَ فِي تَقْرِيرِ الْأَلْفَاظِ الْوَارِدَةِ فِي الْقُرْآنِ، فَإِذَا اسْتَشْهَدُوا فِي تَقْرِيرِهِ بِبَيْتٍ مَجْهُولٍ فَرِحُوا بِهِ، وَأَنَا شَدِيدُ التَّعَجُّبِ مِنْهُمْ، فَإِنَّهُمْ إِذَا جَعَلُوا وُرُودَ ذَلِكَ الْبَيْتِ الْمَجْهُولِ عَلَى وَفْقِهِ دَلِيلًا عَلَى صِحَّتِهِ، فَلِأَنْ يَجْعَلُوا وُرُودَ الْقُرْآنِ بِهِ دَلِيلًا عَلَى صِحَّتِهِ كَانَ أَوْلَى[1]

''اکثر نحویوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں وارد الفاظ کے ثبوت کے لیے پریشان اور حیران ہوتے ہیں لیکن جب اس کے ثبوت کے لیے استشہاد کے لیے انھیں کوئی مجہول شعر ملتا ہے تو بڑے خوش ہوتے ہیں، میں ان کے اس فعل پر شدید تعجب کرتا ہوں جب وہ لغت کی صحت پر مجہول شعر کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید کے الفاظ سے لغت کی صحت پر دلیل لینا زیادہ اولیٰ ہے۔''

④ وہ قراءات جن پر ایک ہی آیت میں کئی اعرابی وجوہ مرتب ہوتی ہیں:

پہلی مثال: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾[2]

اور اس نے کہا بات یہی ہے کہ تم نے اللہ کے سوا بت بنائے ہیں، دنیا کی زندگی میں آپس کی دوستی کی وجہ سے۔''

قراء کا اختلاف:

مَوَدَّةُ بَيْنِكُمْ (تاء کا ضمہ اور نون کا کسرہ) ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی، رویس

مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ (تاء کا فتحہ اور نون کا کسرہ) حفص، حمزہ، کسائی

مَوَدَّةً بَيْنَكُمْ (تاء منصوب منون، اور نون کا نصب) باقی تمام قراء

ان قراءات پر درج ذیل وجوہ مرتب ہوتی ہیں:

1 مفاتیح الغیب للرازی: 9/401، المدخل للدکتور السندی، ص: 215

2 العنکبوت: 25

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

① جب «مَوَدَّةُ» کو رفع کے ساتھ پڑھا جائے گا تو اس صورت میں آیت میں «مَا» اسم موصول بمعنی "اَلَّذِيْنَ" ہوگا اور وہ «إِنَّ» کا اسم ہوگا، تو معنی یہ ہوگا:

«إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذْتُمُوْهُمْ أَوْثَانًا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَوَدَّةُ بَيْنِكُمْ»

② اور جب لفظ «مَوَدَّةَ» کو نصب کے ساتھ پڑھا جائے گا تو اس صورت میں «ما» کافہ ہوگا اور «أَوْثَانًا» مفعول بہ اول، جبکہ «مَوَدَّةَ» مفعول بہ ثانی یا مفعول لہ ہوگا۔[1]

مثال نمبر②: فرمان باری ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ﴾[2]

"نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو۔"

قراء کا اختلاف:

لَيْسَ الْبِرَّ (نصب کے ساتھ) حفص، حمزہ

لَيْسَ الْبِرُّ (رفع کے ساتھ) باقی تمام قراء

پہلی قراءت کے مطابق «البرَّ» لیس فعل ناقص کی خبر مقدم ہے، بعد والا جملہ بتاویل مصدر محل رفع میں لَيْسَ کا اسم ہے، جبکہ دوسری قراءت میں «اَلْبِرُّ» لیس کا اسم اور بعد والی خبر ہے۔[3]

مثال نمبر③: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ﴾[4]

اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں، کہہ دے جو بہترین ہو۔

قراء کا اختلاف:

اَلْعَفْوُ (رفع کے ساتھ) ابوعمرو بصری

اَلْعَفْوَ (نصب کے ساتھ) باقی تمام قراء

رفع والی قراءت کے مطابق «مَا» کو استفہامیہ بنایا جائے گا اور یہ مبتدا ہوگا اور «ذَا» موصولہ ہوگا،

1. اعراب القرآن للزجاج: 3/920 2. البقرة: 177
3. التفسیر لابی السعود: 1/149 4. البقرة: 219

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور «اَلْعَفْوُ» مبتداء محذوف کی خبر ہوگی۔

جبکہ نصب والی قراءت کے مطابق «مَا» کو «يُنفِقُوْنَ» کا مفعول بہ بنایا گیا ہے۔

مثال نمبر④: فرمان باری ہے:

﴿قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ﴾

''موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو یہ تو جادو ہے''۔ ❶

قراء کا اختلاف:

آلسِّحْرُ (ہمزہ استفہام کے ساتھ) امام ابوعمر بصری اور امام ابوجعفر

اَلسِّحْرُ (بغیر ہمزہ استفہام کے) باقی قراء کرام

پہلی قراءت کی صورت میں «مَا» مبتداء ہوگا اور اس کی خبر «جِئْتُمْ بِهِ» ہوگی، جبکہ کلمہ «آلسِّحْرُ» «مَا» سے بدل ہوگا۔ یا پھر «مَا» اور اس کے بعد والی عبارت «جِئْتُمْ بِهِ» دونوں مل کر مبتداء بنتے ہیں اور «آلسِّحْرُ» اس کی خبر ہے۔ یا پھر لفظ «آلسِّحْرُ» مبتداء محذوف کی خبر ہوگی تو تقدیری طور پر عبارت یوں ہوگی: «أَهُوَ السِّحْرُ».

جبکہ دوسری قراءت کی صورت میں «مَا» موصولہ مبتداء ہوگا اور اس کی خبر «اَلسِّحْرُ» ہوگی۔

⑤ ایسی قراءات جن سے نادر نحوی اشارات ملتے ہیں:

قراءات سے بسا اوقات ایسے نادر نحوی اشارات نکلتے ہیں جو لوگوں کے درمیان معروف نہیں ہیں وہ نادر نحوی قواعد جو قراءات سے وجود میں آئے ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

مثال نمبر①: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾ [1]

''بے شک یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں''

1 یونس:81 2 طٰهٰ: 63

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراء کا اختلاف:

إِنْ هٰذٰنِ: ابن کثیر مکی

إِنَّ هٰذَيْنِ: ابوعمرو بصری

إِنْ هٰذٰنِ: حفص

إِنَّ هٰذٰنِ: باقی قراء

«هَذَيْنِ» والی قراءت کی توجیہ یہ ہے:

«إِنَّ» کا اسم «هٰذَيْنِ» ہے اور «لَسٰحِرٰنِ» پر لام تاکید ہے اور «سَاحِرَانِ» اس کی خبر ہے۔

جبکہ باقی قراءات میں «إِنْ» تخفیف کے ساتھ ہے۔ اس کی درج ذیل توجیہات ہیں:

❶ إِنْ، نَعَمْ کے معنی میں ہے، اور «هَذَانِ» مبتدا ہے، لیکن خبر کے ساتھ لام کا وجود اس توجیہ کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

❷ إِنْ، مخففہ ہے، اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے، لیکن اس توجیہ کو یہ امر ضعیف کر دیتا ہے کہ (إِنْ) مَكْسُوْرَة الْهَمْزَةِ مخففہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا اسم پوشیدہ ہوتا ہے۔

❸ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ حارث بن کعب کی لغت پر اس کا استعمال جاری ہے اور تمام حالتوں میں تثنیہ کو الف کے ساتھ ہی لکھا جاتا ہے۔ اب اس دوسری قراءت میں بظاہر غرابت ظاہر ہوتی ہے حالانکہ غرابت نہیں ہے۔

مثال نمبر ⑦: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ [البقرة: 117]

''اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے بس یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔''

قراء کا اختلاف:

فَيَكُوْنَ (نون کے نصب کے ساتھ) ابن عامر شامی

فَيَكُوْنُ (نون کے رفع کے ساتھ) باقی تمام قراء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نحوی قاعدہ:

ایسا فعل مضارع جس پر فاء ہو اور وہ حصر کے بعد واقع ہو تو اسے نصب دیا جائے۔

اس قاعدہ کا اشارہ امام ابن عامر شامی کی قراءت سے نکلتا ہے۔

مثال نمبر ③: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ (البقرہ:233)

''اس کے لیے جو چاہے کہ دودھ کی مدت پوری کرے۔''

نحوی قاعدہ:

فعل مضارع کو نصب دینے والے «أَنْ» مصدریہ کے عمل کو ختم کر دینا، اس قاعدے کی تائید ابن محیصن کی قراءت سے ہوتی ہے وہ یہاں «يُتِمَّ» کو رفع دے کر پڑھتے ہیں کہ یہاں «أَنْ» مصدریہ ہے اور اس کا کوئی عمل نہیں ہے۔ اگرچہ یہ قراءت عشرہ میں سے نہیں ہے۔

مثال نمبر ④: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا﴾ [آل عمران:79-80]

''کسی بشر کا کبھی حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور نبوت دے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور لیکن رب والے بنو، اس لیے کہ تم کتاب سکھایا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم پڑھا کرتے تھے۔ اور نہ یہ (حق ہے) کہ تمھیں حکم دے کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو۔''

قراء کا اختلاف:

يَأْمُرَكُمْ (نصب کے ساتھ) ابن عامر، عاصم، حمزہ، یعقوب، خلف العاشر

يَأْمُرُكُمْ (ضمہ کے ساتھ) نافع، ابن کثیر مکی، کسائی، ابوجعفر

يَأْمُرْكُمْ (سکون کے ساتھ) ابوعمرو بصری، دوری بصری دوسری وجہ اختلاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ہشام کہتے ہیں کہ: رفع والی قراءت جملہ مستانفہ ہونے اور ماقبل سے منقطع ہونے کی وجہ سے ہے اور فاعل ضمیر مستتر ہے جو لفظ اللہ اور رسول کی طرف لوٹتی ہے، اور «لَا» نافیہ ہے۔

جبکہ نصب کی قراءت ماقبل پر عطف کی وجہ سے ہے، اب اس قراءت میں بھی کوئی غرابت نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

قواعد نحویہ کی قراءات کے ذریعے اصلاح

نظریہ النحو القرآنی کی وضاحت:

عربی زبان کی گرائمر کے مصادر میں قرآن حکیم اور حدیث نبوی سرفہرست ہیں، لیکن اس کے باوجود جب بعض نحاۃ نے دیکھا کہ ان کے وضع کردہ نحوی قواعد اور قرآن مجید میں تضاد پایا جاتا ہے، تو ان لوگوں نے چہ جائیکہ اپنے قواعد کی اصلاح کرتے انھوں نے بدعتی گروہوں کی مانند یا تو ان کی تاویلیں کیں یا سرے سے ہی ان قراءات کا انکار کر دیا، حالانکہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ جبکہ ان لوگوں نے تمام قراءات صحیحہ متواترہ جن میں قراءات سبعہ بھی شامل ہیں، ہر ایک قاری کی قراءات پر اعتراض کیا اور اسے مختلف مقامات پر غلط قرار دیا جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

امام نافع مدنی کی قراءت میں (12)، امام ابن کثیر مکی کی قراءت میں (9)، امام ابو عمرو بصری کی قراءت میں (7)، امام ابن عامر شامی کی قراءت میں (18)، امام عاصم کی قراءت میں (7)، امام حمزہ کوفی کی قراءت میں (15) اور امام کسائی کی قراءت میں (11) غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔

حالانکہ حق یہ تھا کہ جہاں یہ اپنے قواعد کو قرآن کی قراءات کے مخالف پاتے تو اپنے قواعد کی اصلاح کرتے اس لیے کہ انسان کی عقل اور رائے ناقص ہے لیکن ان لوگوں نے قیاس کو سماع پر ترجیح دی۔

قرآن مجید میں آجانے والی لغت سے بڑھ کر کون سی لغت فصیح ہو سکتی ہے جیسا کہ امام ابن خالویہ رحمہ اللہ (370) فرماتے ہیں:

«قَدْ أَجْمَعَ النَّاسُ جَمِيعًا إِنَّ اللُّغَةَ إِذَا وَرَدَتْ فِي الْقُرْآنِ فَهِيَ أَفْصَحُ مِمَّا فِي غَيْرِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْقُرْآنِ، لَا خِلَافَ فِي ذٰلِكَ» [1]

''تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب کوئی لغت قرآن مجید میں آجاتی ہے تو وہ غیر قرآن سے زیادہ فصیح ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

ابن المنیر رحمہ اللہ (633) فرماتے ہیں:

«وَلَيْسَ غَرَضُنَا تَصْحِيحَ الْقِرَاءَةِ بِقَوَاعِدِ الْعَرَبِيَّةِ، بَلْ تَصْحِيحُ قَوَاعِدِ الْعَرَبِيَّةِ بِالْقِرَاءَةِ» [2]

''ہمارا مقصد قواعد عربیہ کے ساتھ قراءت کی نہیں بلکہ قراءت کے ذریعے عربی قواعد کی تصحیح کرنا ہے۔''

ہر دور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے لوگ پیدا کیے ہیں جو قرآن حکیم پر کسی بھی پہلو سے اعتراض کرنے والوں کا رد کرتے آئے ہیں اور کتاب مقدس کی حقانیت کا دفاع کرتے آئے ہیں، جسکا بنیادی مقصد قرآن مجید کی خدمت کا ہے، تاکہ ہر قسم کے قاعدے اور ضابطے کے لیے یہ مصدر اول بن جائے، انہی میں سے نحو کے قواعد بھی ہیں، اور عربی زبان کی گرائمر نحو کی خدمت اس طرح کی جائے کہ اس کی بنیاد مضبوط ہو کہ اس کا انحصار قرآن کریم کی نص پر ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ قرآنی نصوص کی روشنی میں جن قواعد کی اصلاح کی ضرورت ہو ان کی اصلاح کر دی جائے۔ چنانچہ النحو المالوف کے مقابلے میں النحو القرآنی کو بطور نظریہ متعارف کروانے والے ڈاکٹر احمد مکی الانصاری ہیں جنھوں نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی اور اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی۔

قواعد نحویہ کی قراءات کے ذریعے اصلاح:

ذیل میں چند ایسے نحوی قواعد کو ذکر کیا جائے گا جو قراءات صحیحہ کے خلاف تھے لہٰذا ان قواعد کو درست کیا جائے گا نہ کہ قرآن کو بدلا جائے گا۔

1 كتاب الحجه لابن خالوية، ص: 61

2 الانتصار على الكشاف: 1/471

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثال نمبر①: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ﴾ (الانعام:137)

''اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنا دیا۔''

قراء کا اختلاف:

زُيِّنَ... قَتْلُ اَوْلَادَهُمْ شُرَكَآءِهِمْ: ابن عامر شامی

زَيَّنَ... قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآءُهُمْ: باقی قراء

نحوی قاعدہ:

نثر کی صورت میں مرکب اضافی کے درمیان فاصلہ لانا جائز نہیں۔

حالانکہ اس قاعدے کے خلاف امام ابن عامر شامی کی قراءت میں مرکب اضافی کے درمیان اسم مفعول کا فاصلہ لایا گیا ہے اب چہ جائیکہ قراءت کی تاویل کی جائے یا اسے غلط قرار دیا جائے قاعدے کی تصحیح کی جائے گی۔

صحیح قاعدہ:

مرکب اضافی میں مفعول بہ کا فاصلہ لانا جائز ہے۔

مثال نمبر②: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ﴾ (الجاثیہ:21)

''ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟''۔

قراء کا اختلاف:

سَوَآءً (منصوب) حفص، حمزہ، کسائی، خلف العاشر

سَوَآءٌ (مرفوع) باقی قراء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نحوی قاعدہ:

منصوب پڑھنا کمزور لغت ہے اصل لغت مرفوع ہے۔

حالانکہ قراء میں سے تین ائمہ اور امام عاصم کے شاگرد حفص کی قراءت نصب کے ساتھ ہے بلکہ قرآن مجید میں مزید بھی اس کی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ سورۃ الحج میں ہے۔

﴿سَوَآءَ ِالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ﴾ (الحج:25)

''اس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں۔''

«سَوَآءً» پڑھنے والے حفص ہیں، لہٰذا قاعدہ درست کرنا ہوگا۔

صحیح قاعدہ:

کلمہ (سَوَآء) میں رفع اور نصب دونوں لغات ہیں، رفع کی طرح نصب بھی درست ہے۔

مثال نمبر③: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ﴾(التوبۃ:12)

''کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔''

قراء کا اختلاف:

أَيِمَّةَ (یاء کے ساتھ) نافع، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری (مِنْ غَيْرِ طَرِيقِ الشَّاطِبِيَّةِ)

أَئِمَّةَ (ہمزہ کے ساتھ) قراء عشرہ (مِنْ طَرِيقِ الشَّاطِبِيَّةِ وَالدُّرَّةِ)

نحوی قاعدہ:

(أَئِمَّةَ) میں دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلنا جائز نہیں ہے جو بدلے گا وہ تحریف کرنے والا ہے۔

حالانکہ (أَئِمَّةَ) میں دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلنا تین قراء کی قراءت سے ثابت ہے اور پھر یہ صرفی قیاس کے بھی مطابق ہے۔ لہٰذا قاعدے کی تصحیح کرنی ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح قاعدہ:

(أَئِمَّةَ) میں دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلنا جائز ہے۔

مثال نمبر④: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذَا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ﴾ [1] ''جب آسمان پھٹ جائے گا''۔

نحوی قاعدہ:

إِذَا شرطیہ کی جملہ فعلیہ کی طرف اضافت لازم ہے جملہ اسمیہ کی طرف اضافت جائز نہیں۔

ابن مالک نے کہا ہے:

«وَأَلْزَمُوا إِذَا إِضَافَةً إِلَى... جُمَلِ الأَفْعَالِ كَ(هُنْ إِذَا اعْتَلَى)» [2]

اس مقام پر نحویوں نے قرآن مجید کو حق مانتے ہوئے اور اس کے فطری اعراب مبتداء وخبر کو تسلیم کرنے کی بجائے اس کی تاویلیں کیں اور اپنی آراء پیش کیں، حالانکہ قرآن مجید میں ان کے اس قاعدے کے خلاف بے شمار مثالیں موجود ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

① ... ﴿فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ﴾ [3]

② ... ﴿وَإِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ﴾ [4]

③ ... ﴿وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ﴾ [5]

④ ... ﴿وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ﴾ [6]

⑤ ... ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ [7]

⑥ ... ﴿وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ﴾ [8]

⑦ ... ﴿إِذَا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ﴾ [9]

⑧ ... ﴿وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ﴾ [10]

⑨ ... ﴿إِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ﴾ [11]

1 الانفطار:1 2 الفيه ابن مالك، باب الاضافة 3 المرسلات:8
4 المرسلات:9 5 المرسلات:10 6 المرسلات:11 7 التكوير:1
8 التكوير:2 9 الانفطار:1 10 الانفطار:2 11 الانفطار:2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑩ ... ﴿وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ﴾ [1]

اس تفصیل کے بعد کیا اب ضروری نہیں ہو جاتا کہ اس ناقص نحوی قاعدے کو چھوڑ دیا جائے اور اس کی قرآن مجید کی صریح نصوص کے مطابق تصحیح کی جائے۔

صحیح قاعدہ:

إذا شرطیہ کی اضافت جملہ فعلیہ کی طرف اکثر اور جملہ اسمیہ کی طرف قلیل ہے۔ اس بارے میں بیس سے زیادہ آیات موجود ہیں جن میں سے دس اوپر پیش کر دی گئی ہیں۔

مثال نمبر ⑤: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ﴾ [2]

نحوی قاعدہ:

اسم فاعل نکرہ جب حال یا مستقبل کے معنی میں ہو تو بعد والے کو نصب دیتا ہے اور اگر ماضی کے معنی میں ہو تو پھر یہ عمل نہیں کرتا۔ حالانکہ قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں اسم فاعل نکرہ فعل ماضی کے معنی میں ہے اور عمل کر رہا ہے اور یہ تمام قراء کی متواتر قراءت ہے لہٰذا قاعدہ کی تصحیح ضروری ہے۔

صحیح قاعدہ:

اسم فاعل نکرہ حال یا مستقبل کے معنی میں ہو تو بعد والے اسم پر عمل کرتا ہے اور اگر ماضی کے معنی میں ہو تو پھر بھی عمل کرتا ہے لیکن یہ عمل قلیل ہے۔

مثال نمبر ⑥: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ۝﴾ [3]

قراء کا اختلاف:

فَمَا اسْطَّعُوْا (طاء کی تشدید کے ساتھ) حمزہ

فَمَا اسْطَعُوْا (طاء کی تخفیف کے ساتھ) باقی تمام قراء

1 الانشقاق:3 2 الکھف:18 3 الکھف:97

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نحوی قاعدہ:

وصل کی حالت میں دو ساکنوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔

حالانکہ امام حمزہ کی قراءت جو کہ متواتر قراءت ہے اس میں حالت وصل میں طاء کو مشدد پڑھا گیا ہے لہٰذا نحوی قاعدہ قراءت متواترہ کے مطابق صحیح کیا جائے گا۔

صحیح قاعدہ:

آیت کریمہ «فَمَا اسْطَاعُوْا» کی روشنی میں حالت وصل میں دو ساکنوں کو جمع کرنا جائز ہے۔

مثال نمبر ⑦: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [1]

قراء کا اختلاف:

فَيَغْفِرُ (راء کے ضمہ کے ساتھ) ابن عامر، عاصم، ابوجعفر، یعقوب

فَيَغْفِرْ (راء کے سکون کے ساتھ) باقی تمام قراء

نحوی قاعدہ:

«فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ» میں راء کا لام میں ادغام جائز نہیں ہے۔

حالانکہ قراء میں سے جو راء کو ساکن پڑھتے ہیں ان میں سے امام ابوعمرو بصری کے ہاں راء ساکن کا لام میں ادغام ہے اور یہ متواتر قراءت ہے، اس لیے قاعدہ درست کرنا ہوگا۔

صحیح قاعدہ:

«فَيَغْفِرُ لِمَنْ» وغیرہ کلمات میں راء کا لام میں ادغام جائز ہے۔

مثال نمبر ⑧: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ [2]

1 البقرۃ:284 2 الانعام:94

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراء کا اختلاف:

بَيْنَكُمْ (نون کے نصب کے ساتھ) نافع، حفص، کسائی، ابوجعفر

بَيْنُكُمْ (نون کے ضمہ کے ساتھ) باقی قراء

نحوی قاعدہ:

«لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ» میں کلمہ (بین) پر نصب پڑھنا جائز نہیں اس پر رفع پڑھا جائے گا۔

آیت مذکورہ میں قراء عشرہ کا اختلاف ہے اور لفظ «بَيْنَ» کے اعراب میں نصب اور رفع والی دونوں قراءتیں ہیں اور دونوں متواتر ہیں، امام ابوجعفر، نافع، کسائی اور حفص عن عاصم کی روایت بھی نصب والی ہے جبکہ نحویوں کے ہاں اس میں نصب پڑھنا درست نہیں، اب اس متواتر قراءت کی روشنی میں قاعدے کی تصحیح کی جائے گی، لہٰذا درست قاعدہ یوں ہوگا۔

صحیح قاعدہ:

کلمہ «بَيْنَ» میں رفع کی طرح نصب بھی جائز ہے۔

مثال نمبر ⑨: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ﴾ {السبا:9}

قراء کا اختلاف:

اس میں ایک تو قراء کے مابین صیغہ غیب اور متکلم کا اختلاف ہے اور دوسرا اختلاف اظہار وادغام کا ہے، امام کسائی نے فاء کا باء میں ادغام سے پڑھا ہے۔

نحوی قاعدہ:

«نَخْسِفْ بِهِمْ» میں فاء کا باء میں ادغام جائز نہیں، صحیح وجہ اظہار ہے، جبکہ امام کسائی کی قراءت جو کہ قراءات متواترہ میں سے ہے، اس میں فاء کا باء میں ادغام کیا گیا ہے، لہٰذا قاعدہ کی تصحیح کرنی ہوگی نا کہ قرآن کو بدلا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح قاعدہ:

«نَخْسِفْ بِهِمْ» میں فاء کا باء میں ادغام اور اظہار دونوں وجہ جائز اور درست ہیں۔

مثال نمبر⑩: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾[الطلاق:4]

نحوی قاعدہ:

جب اسم ثلاثی، صحیح العین، مفتوح الفاء ہو تو «فَعْلٌ» کی جمع «اَفْعَالٌ» کے وزن پر لانا جائز نہیں۔

جبکہ اس قاعدے کے برعکس قرآن مجید کی مذکورہ آیت کریمہ میں اسم ثلاثی، مفتوح العین، اور مفتوح الفاء کی جمع (افعال) کے وزن پر آئی ہوئی ہے، حَمْلٌ کی جمع (اَحْمَالٌ) ہے، لہٰذا صحیح قاعدہ یہ ہوگا۔

صحیح قاعدہ:

جب ثلاثی اسم، صحیح العین، مفتوح الفاء ہو تو (فعل) کی جمع (افعال) کے وزن پر لانا جائز ہے۔

یہ چند مثالیں ذکر کی ہیں وگرنہ اس کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو کہ «النحو القرآنی» میں مذکور ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشق

سوال 1 نحو اور قراءات کا باہمی تعلق اہل علم کے اقوال کی روشنی میں تفصیل سے تحریر کریں۔

سوال 2 قواعد نحو پر اثر انداز ہونے کے اعتبار سے قراءات کی کتنی اور کون سی اقسام بنتی ہیں؟

سوال 3 اختلاف قراءات سے نحویوں کے قواعد اُخذ کرنے کو مثالوں سے واضح کریں۔

سوال 4 «فَتَنْفَعَهٗ» اور «فَتَنْفَعُهٗ» کی قراءات سے نحویوں نے کون سا قاعدہ اُخذ کیا ہے؟

سوال 5 اسم منقوص پر وقف کی حالت میں ''یاء'' کا اثبات درست ہے، یہ قاعدہ کس امام کی کون سی قراءت سے اُخذ کیا گیا ہے؟

سوال 6 جن نحوی قواعد کو اختلاف قراءت سے تقویت ملی ہے، اس کی دو مثالیں تحریر کریں۔

سوال 7 ایسی قراءات جن سے نحوی قواعد کو رد کیا گیا ہے، اس کی دو مثالیں تحریر کریں۔

سوال 8 ایک ہی آیت میں کئی اعرابی وجوہ مرتب ہونے کی امثلہ اور وجوہ تحریر کریں۔

سوال 9 وہ کون سی قراءات ہیں جن سے نادر نحوی اشارات ملتے ہیں؟

سوال 10 نظریہ النحو القرآنی کی وضاحت کریں۔

سوال 11 ایسے پانچ نحوی قواعد تحریر کریں جو قراءات صحیحہ کے خلاف ہیں۔

سوال 12 إذا شرطیہ کی اضافت جملہ اسمیہ کی طرف جائز نہیں، اس نحوی قاعدے کا قرآنی آیات کی روشنی میں جائزہ ذکر کریں۔

سوال 13 پانچ ایسے نحوی قواعد تحریر کریں جو قرآن کے مخالف ہیں نیز ان کی درستگی کیسے ممکن ہے قراءات کی روشنی میں تفصیل مطلوب ہے۔

سوال 14 درج ذیل قواعد کی تصحیح مطلوب ہے۔

① حالت وصل میں دو ساکنوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

② نثر کی صورت میں مرکب اضافی کے درمیان فاصلہ لانا جائز نہیں۔

سوال 15 «بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ»، «اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ»، «لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ» ان آیات کے مخالف نحوی قواعد ذکر کریں اور ان کی درستگی کیسے ممکن ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یادداشت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

متنوع قرآنی علمی فنی اثرات

أثر القراءات القرآنية

في العلوم الشرعية والعربية

يطلب من

الرقيم القرآني

كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية

Phone: 049-4513116 Mob: 0333-4358421, 0333-4434193

049-4513115 Mob: 0333-4084583, 0300-4710319

www.quraancollege.com Email: info@quraancollege.com